یہ کتاب Www.madaarimedia.Com سے ڈاؤن لوڈ کی گئی ہے

تاریخ صوفیائے گجرات

ڈاکٹر شاہ ظہور الحسن شارب

ایم۔ اے۔، ایل ایل۔ بی۔، پی ایچ۔ ڈی۔

سجادہ نشین

حضرت مخدوم سمار الدین سہروردیؒ (مہرولی۔ نئی دہلی)

حضرت نواب گدڑی شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ (اجمیر شریف)

(مصنف: "معین الہند"۔ "دلی کے بائیس خواجہ"۔ "خم خانۂ تصوّف"۔ "اسلام یہ ہے"۔ "مرنے کے بعد یہ ہوتا ہے"۔ "نائب رسول فی الہند" وغیرہ وغیرہ۔

بانی صدر: دی سوسائٹی آف مسٹکس۔ اوول ویلفیر سوسائٹی آف انڈیا۔

بانی ڈائرکٹر: شارب انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک لٹریچر۔ دی اورینٹیل اورل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ شارب انسٹی ٹیوٹ آف سوشل اینڈ کلچرل ریسرچ۔ انڈین انسٹیٹیوٹ آف آرٹس اینڈ لیٹرس۔)

ناشر

جمیل اکیڈمی

مرزا پور۔ مورکس واڑ۔ احمد آباد۔ ۳۸۰۰۰۱

MADAARI MEDIA

The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح
سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں
سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات
سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

(اِس کتاب کے جُملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں۔ ناشر کی
تحریری اجازت کے بغیر کوئی عبارت نقل نہ کی جائے۔)

پہلی بار ——— جنوری ۱۹۸۱ء
تعداد اشاعت ——— دو ہزار
زیرِ اہتمام ——— شاہد کلیمی
مطبع ——— لاہوتی پرنٹ ایڈس۔ دہلی
قیمت:۔ سادہ جلد پچاس روپے
" مجلد ریگزین ساٹھ روپے

Tarikh-Sufiya-e-Gujarat

Author :—Dr. Zahurul Hasan Sharib
M. A., L. L. B., Ph. d.

Pages :—432 Ist—Edition—1981

Publisher :—Jamil Academy
Ahmedabad.

Sole Agent :—Kalim Book Depot.
opp. Karanj Police Station.
Ahmedabad.—380001

تقسیم کار: کلیم بک ڈپو۔ خاص بازار۔ احمد آباد (گجرات)

فہرستِ مضامین

	انتساب	۹
	یا محمدؐ	۱۰
	آغازِ سخن	۱۱
	معینُ الدّین اجمیریؒ	۱۴

حصّہ اوّل

باب ۱	اسلامی تصوّف	۱۵
باب ۲	گجرات میں تصوّف کی روشنی	۳۴

حصّہ دوم

الف

باب ۳	حضرت امام شاہ	۵۰
باب ۴	حضرت احمد بن محمّد	۵۲

ب

باب ۵	حضرت باوا ریحان	۵۳
باب ۶	حضرت بابو چشتی	۵۴
باب ۷	حضرت بابا غور رفاعی	۵۵
باب ۸	حضرت بابا علی شیر	۶۰

پ

باب ۹	حضرت پیر محمّد شاہ	۶۱
باب ۱۰	حضرت پیر غیبن شاہ	۸۵
باب ۱۱	حضرت پیر کلی شاہ	۸۶

باب ۱۲ حضرت پیر علمِ قرآن ۸۷

ت

باب ۱۳ حضراتِ تابعین ۸۷

باب ۱۴ حضراتِ تبع تابعین ۸۸

ج

باب ۱۵ حضرت جلال الدّین حسین شاہ ۸۹

باب ۱۶ حضرت جلال شہید ۹۵

چ

باب ۱۷ حضرت چاند پیر ۹۶

ح

باب ۱۸ حضرت حاجی ناصر ۹۶

خ

باب ۱۹ حضرت خواجہ دانا ۹۷

باب ۲۰ حضرت خواجہ محمود دہدار ۱۱۴

باب ۲۱ حضرت خواجہ سفر ۱۱۵

باب ۲۲ حضرت خواجہ اسحٰق ۱۱۶

س

باب ۲۳ حضرت سیّد عثمان شمع بُرہانی ۱۱۷

باب ۲۴ حضرت سیّد علی میراں داتار ۱۲۱

باب ۲۵ حضرت سُلطان محمّد ۱۲۴

باب ۲۶ حضرت سیّد خنگ سوار ۱۳۰

باب ۲۷ حضرت سیّد محمّد اصغر ۱۳۴

باب ۲۸ حضرت سیّد تاج الدّین سوہی ۱۳۶

باب ۲۹	حضرت سیّد محمود بخاری	۱۳۷
باب ۳۰	حضرت سیّد تاج الدّین قادری بہاری	۱۴۲
باب ۳۱	حضرت سیّد حامد	۱۴۳
باب ۳۲	حضرت سیّد احمد	۱۴۵
باب ۳۳	حضرت سیّد طیّب	۱۴۶
باب ۳۴	حضرت سیّد محمود شاہ بڈھا	۱۴۸
باب ۳۵	حضرت سیّد محمّد تقی	۱۵۰
باب ۳۶	حضرت سیّد حامد	۱۵۳
باب ۳۷	حضرت سیّد نصیر الدّین محمود	۱۵۸
باب ۳۸	حضرت سیّد حسن جی	۱۶۰
باب ۳۹	حضرت سُلطان حاجی مُہ	۱۶۷
باب ۴۰	حضرت سیّد محمّد	۱۷۲
باب ۴۱	حضرت سیف الدّین احمد	۱۷۴
باب ۴۲	حضرت سیّد محمّد	۱۷۶
باب ۴۳	حضرات سات شہید	۱۷۸
باب ۴۴	حضرت سیّد احمد جہاں شاہ	۱۷۸
باب ۴۵	حضرت سیّد ابو صالح شرف الدّین حسین	۱۸۶
باب ۴۶	حضرت سیّد عظمت اللہ	۱۸۸

س ش

باب ۴۷	حضرت شاہ عالم	۱۹۰
باب ۴۸	حضرت شیخ رکن الدّین مجذوب	۲۰۴
باب ۴۹	حضرت شیخ زین العابدین خیّاط	۲۰۵
باب ۵۰	حضرت شاہ شریف	۲۰۵

باب ۵۱	حضرت شاہ حسن	۲۰۷
باب ۵۲	حضرت شاہ وجیہ الدین	۲۰۸
باب ۵۳	حضرت شیخ سراج الدین	۲۲۴
باب ۵۴	حضرت شیخ رکن الدین کان تسکر	۲۴۱
باب ۵۵	حضرت شیخ احمد کھٹو	۲۴۳
باب ۵۶	حضرت شاہ سلیم	۲۶۰
باب ۵۷	حضرت شیخ علیم الدین	۲۶۲
باب ۵۸	حضرت شیخ محمد بن طاہر پٹنی	۲۶۶
باب ۵۹	حضرت شاہ سیف اللہ رفاعی	۲۸۷
باب ۶۰	حضرت شاہ شرف	۲۹۲
باب ۶۱	حضرت شیخ محمد چشتی	۲۹۳
باب ۶۲	حضرت شاہ عبداللطیف	۲۹۷
باب ۶۳	حضرت شیخ بالو جیو	۲۹۹
باب ۶۴	حضرت شیخ کمال الدین یعقوب	۳۰۰
باب ۶۵	حضرت شیخ برہان الدین	۳۰۱
باب ۶۶	حضرت شاہ قاضن	۳۰۲
باب ۶۷	حضرت شیخ محمد	۳۰۴
باب ۶۸	حضرت شیخ حسن محمد	۳۱۰
باب ۶۹	حضرت شیخ جمال الدین جمن	۳۱۲
باب ۷۰	حضرت شیخ محمود راجن چشتی	۳۱۴
باب ۷۱	حضرت شیخ علی خطیب	۳۱۶
باب ۷۲	حضرت شیخ صدر الدین	۳۱۹
باب ۷۳	حضرت شیخ عبداللطیف	۳۲۰

باب ۷۴	حضرت شاہ موسیٰ سہاگ	۳۲۵
باب ۷۵	حضرت شیخ احمد دہلوی	۳۳۱
باب ۷۶	حضرت شیخ صدرالدّین ملتانی	۳۳۳
باب ۷۷	حضرت شیخ سلیمان	۳۳۴
باب ۷۸	حضرت شاہ جمال الدّین اچھّی	۳۳۸
باب ۷۹	حضرت شیخ حسن فقیہ	۳۴۰
باب ۸۰	حضرت شاہ زاہد	۳۴۲
باب ۸۱	حضرت شیخ اِبن	۳۴۵
باب ۸۲	حضرت شرف الدّین مشہدی	۳۴۷
	ص	
باب ۸۳	حضرت صوفی سلیمان	۳۴۸
	ع	
باب ۸۴	حضرت عبداللہ شہید	۳۴۹
باب ۸۵	حضرت عبّاس شہید	۳۵۰
	غ	
باب ۸۶	حضرت غیبن شاہ	۳۵۰
	ق	
باب ۸۷	حضرت قطب عالم	۳۵۱
باب ۸۸	حضرت قاضی نورالدّین	۳۷۲
باب ۸۹	حضرت قاضی محمود دریائی	۳۷۳
باب ۹۰	حضرت قاضی کمال الدّین	۳۷۸
باب ۹۱	حضرت قاضی شاہ مودود	۳۷۹
باب ۹۲	حضرت قاضی علم الدّین	۳۸۰

باب ۹۳ حضرت قاضی احمد جود ۳۸۱

ک

باب ۹۴ حضرت کبیر الدّین احمد۔ شیخ جہاں ۳۸۳

باب ۹۵ حضرت کالو شہید ۳۸۶

م

باب ۹۶ حضرت مخدوم حسام الدّین مُلتانی ۳۸۷

باب ۹۷ حضرت مخدوم شیخ محمود دریانوش ۴۰۱

باب ۹۸ حضرت میاں غوث ۴۰۵

باب ۹۹ حضرت مولانا میاں ۴۰۶

باب ۱۰۰ حضرت میر مدنی ۴۰۷

باب ۱۰۱ حضرت مخدوم شیخ صالح ۴۰۸

باب ۱۰۲ حضرت ملک بہار الدّین کرد ۴۰۹

باب ۱۰۳ حضرت مولانا یعقوب ۴۱۲

باب ۱۰۴ حضرت ماموں بھانجہ ۴۱۳

باب ۱۰۵ حضرت مخدوم عالم محمّد ۴۱۴

باب ۱۰۶ حضرت مولانا یعقوب ۴۱۹

ن

باب ۱۰۷ حضرت نئے پیر ۴۲۳

باب ۱۰۸ حضرت نتھن شاہ ۴۲۳

باب ۱۰۹ حضرات نو شہید ۴۲۴

حصّہ سوم : نصائے صالحات

باب ۱۱۰ حضرت بی بی حاجرہ ۴۲۹

باب ۱۱۱ حضرت بی بی سُلطان خاتون ۴۳۱

باب ۱۱۲ حضرت بی بی آرام صاحبہ ۴۳۱

جھولنا مینارہ (سارنگ پور)

سُلطان الہند

خواجۂ خواجگاں

حضرتُ خواجہ معینُ الدّین حسن چشتی سنجری اجمیریؒ

کی

بارگاہ میں

یہ چند اوراق بصد عجز و نیاز پیش کرتا ہوں۔

"گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف"

شاربؔ

یا محمدؐ!

فخرِ عالم مدد ے دلبرِ داور مدد ے — یا محمدؐ بمن عاصی و مضطر مدد ے

نورِ اوّل مدد ے مُرسلِ آخر مدد ے — صاحبِ جود و عطا سیّد و سرور مدد ے

رہبرِ کُل مدد ے محسنِ اکبر مدد ے — ابرِ رحمت مدد ے شافعِ محشر مدد ے

تشنہ کام آمدہ ام بر درت اے بندہ نواز — بحرِ رحمت مدد ے ساقیِ کوثر مدد ے

از غم و رنج و الم گشتہ پریشاں شارب
بہرِ حسنین و پئے زہرہ و حیدر مدد ے

آغازِ سخن

گجرات بہت سی سلطنتوں کا گہوارہ رہا ہے اور مدفن بھی۔ ع

ذرّہ ذرّہ میں لہو اسلاف کا پوشیدہ ہے

اسلامی صنعت، فلسفہ، تہذیب و تمدّن اور فنون کا یہ مخزن رہا ہے۔ یہاں اسلامی جاہ و جلال کے آثار تا حال نمایاں ہیں۔ یہاں کی مساجد اور یہاں کے مقبرے اسلامی فنِ تعمیر کی یادگار ہیں۔

صوفیائے کرام نے جس سلطنت کی گجرات میں بنیاد ڈالی، اس سلطنت میں اب بھی صدیوں کے بعد زوال کے آثار نمودار نہیں ہیں۔

سرزمین گجرات کو جن صوفیائے کرام نے اپنی رشد و ہدایت کا مرکز بنایا، وہ مختلف سلسلوں سے وابستہ تھے۔ لیکن ان سب ہی نے باطنی و روحانی تعلیم کی دولت سے اہلِ گجرات کو مستفید و مستفیض فرمایا۔ انہوں نے نہ صرف پیغامِ توحید ہی لوگوں کو سُنایا بلکہ سنّتِ رسول کو زندہ کرنے، بدعتوں کو مٹانے، کفر و شرک کو ختم کرنے اور فرائض و واجبات پر زور دیا۔

مجاہدہ و ریاضت، خلق اللہ کی محبّت، جود و سخا، لُطف و عطا، بُردباری، تحمّل، استغنا، مخالفین سے حسنِ سلوک، اہلِ سلسلہ کی محبّت، مُریدوں کی اصلاح، بیکسوں کی دستگیری، غریبوں پر شفقت، امیروں پر مہربانی، عزیمت، تقویٰ، فراغتِ قلب، عشق و محبّت، صبر و رضا، توکل و قناعت، ذکر و فکر، امید و بیم، حق العباد، تواضع، فروتنی، طلبِ حق، ترکِ دنیا، مہمان نوازی، عدل و احسان، ذوقِ سماع، رضا و صبر، ترک و تجرید، جذب و سلوک، صحتِ نفس، دلجوئی و پردہ پوشی، عجز و انکسار، خدمتِ خلق ان کا شعار تھا۔ مجاہدہ کو وہ

مشاہدہ کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

صوفیائے کرام کے فیوض و برکات کی بارش سے سرزمینِ گجرات خوب سیراب ہوئی۔ اُن کا لطف و کرم سورج کی کرنوں کی طرح عام تھا، گورے اور کالے، امیر و غریب، اعلیٰ و ادنیٰ، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ، سب ہی برابر تھے۔

اِس کتاب میں اُن ہی صوفیائے کرام کے حالاتِ طیّبات، ذاتی حالات، خصائل و عادات، مذہبی خدمات، روحانی تصرّفات، عقائد و خیالات، صوفیانہ نظریات، درویشانہ لطائف و نکات، تعلیمات، ملفوظات، کمالات، کشف و کرامات، مجاہدات و عبادات، مکشوفات و مقامات، ترکِ لذّات، مراقبات و مشاہدات، کلماتِ طیّبات اور دوسری مختلف النّوع معلومات اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ورنہ تو کہنا مناسب ہوگا۔ رباعی۔

ہیہات من از کجا و ایں کار کجا — در خوردِ منِ ضعیف ایں کارِ کجا
اوصافِ بزرگاں ز شمار افزوں است — در طاقتِ تقریرِ منِ زار کجا

اِس کتاب میں جو باب مشتمل ہیں ان کی ترتیب بہ لحاظِ حروفِ تہجّی ہے۔ البتّہ پہلے دو باب اس سے مبرّا ہیں۔

کساد بازاری اور کاغذ کی کمیابی کے اِس دَور میں ہر طرح کی رکاوٹ اور مشکلات کو نظر انداز کرتے ہوئے کلیم بک ڈپو، احمد آباد کے مالک جناب شاہد کلیمی اور جناب خالد کلیمی نے اس کتاب کو زیورِ طباعت سے مزیّن کرکے اور دیدہ زیب و نظر فریب جلد اور گرد پوش دے کر منصۂ شہود پر لانے کی جو کوشش کی ہے اِس سے ان کی بزرگانِ دین سے عقیدت اور نسبت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

خداوند تعالیٰ ان کو اس کا اجر دے اور بزرگانِ دین جن کی خدمت پر وہ کمربستہ ہوئے ہیں اور جن کے نام کو وہ زندہ اور جن کے کام کو وہ جاری اور جن کے پیغام کو وہ موجودہ

اور آئندہ نسلوں تک پہنچانا چاہتے ہیں، ان کو اپنے لطف و کرم سے نوازیں اور اپنے فیوض و برکات سے مالا مال کریں۔ آمین۔

اِس موقع پر بے اختیارانہ مجھے جنابِ جمیل کلیمی مرحوم کی بھی یاد آتی ہے، جن کا مسلسل اصرار اِس کتاب کی تسوید کا باعث بنا۔

یہ کتاب اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے۔

مجھے قوی اُمید ہے کہ صوفیائے کرام کی مقبولیت کی طرح ان سے متعلق ان نقوش و نگار کو بھی قبولِ عام حاصل ہوگا۔ اگر میری یہ کتاب صوفیائے کرام کے دربار میں حُسنِ قبول سے آراستہ ہوئی تو میرے لئے باعثِ فخر ہوگا۔

ظہُورالحسن شارب

شارب انسٹیٹیوٹ آف اسلامک لٹریچر

شارب ہاؤسس

جھالرہ ——— اجمیر شریف

۲۰ فروری ۱۹۷۸ء

معینُ الدّین اجمیریؒ

نگاہِ لطفِ پیغمبر معین الدّین اجمیری
عطائے خالقِ اکبر معینُ الدّین اجمیری

بصورت مثلِ پیغمبر بسیرت سیرتِ حیدر
حبیبِ خالقِ اکبر معینُ الدّین اجمیری

بفیضِ شافعِ محشر بہ لُطفِ حضرتِ حیدر
تُو ہے سلطانِ بحر و بر معینُ الدّین اجمیری

بشانِ عشقِ لافانی بصورت یوسفِ ثانی
حبیبِ شافعِ محشر معینُ الدّین اجمیری

فریدالدّیں، نظام الدّیں، علاء الدّین کے رہبر
شہِ عثمان کے دلبر معینُ الدّین اجمیری

بفیضِ خواجۂ عثماں ہوئے ہو ہند کے سلطاں
نہیں ہے آپ کا ہمسر معینُ الدّین اجمیری

اِدھر بھی اِک نگاہ لُطف ہو یا خواجۂ سنجر
کہ شارب ہے گدائے در معینُ الدّین اجمیری

حصّہ اوّل

باب ۱

اسلامی تصوّف

تصوّف کی ابتدا دوسری صدی ہجری میں ہوئی۔ صوفی کا نیا اور انوکھا لفظ وجود میں آیا۔ مختلف فرقے اور مختلف جماعتیں پیدا ہونے لگیں۔ اوّل اوّل صوفی کا لفظ عابدوں، زاہدوں، متّقی اور پرہیزگار لوگوں کے ساتھ مخصوص تھا۔

جو لوگ خدا سے لو لگاتے، شرعی احکام کی پابندی کرتے اور تزکیۂ نفس میں مشغول رہتے وہ بھی صوفی کہلانے لگے۔ ان لوگوں کا فن اور مذاق تصوّف کے لقب سے مشہور ہوا۔

تصوف کے متعلق بعض کا خیال ہے کہ یہ لفظ صوف سے نکلا ہے جس کے معنی بکری کے بالوں کے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ لفظ صفہ سے نکلا ہے جس کے معنی چبوترے کے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابیوں میں کچھ لوگ ایسے تھے جو آپ کی مسجد میں بیٹھے رہتے تھے۔[۱]

---

[۱] کشف المحجوب۔ از حضرت مخدوم علی ہجویری (داتا گنج بخش) ص ۸۹

یہ لوگ مسجد نبوی میں ایک چبوترے پر پڑے رہتے تھے۔ یہ لوگ اصحابِ صفّہ کہلاتے تھے۔ یہ لوگ دنیا اور دنیاوی معاملات سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اور کوئی کسب نہیں کرتے تھے۔

خداوند تعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس طرح خطاب کیا ہے۔

ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ۔

(اور نہ نکال دے ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کا دیدار چاہتے ہیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ان کے پاس سے گزرے اور انھیں دیکھا تو ٹھہر گئے۔ اور فقر اور مجاہدہ میں ان کے دل کی خوشی دیکھی اور فرمایا:

"تمھیں خوشخبری ہو اور انھیں بھی جو تمھارے بعد تمھاری صفت پر ہوں اور اپنے فقر میں راضی ہوں، وہ بھی میرے دوستوں میں سے ہیں۔"

بعض کا خیال ہے کہ چونکہ یہ لوگ صفائے باطن میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے لہٰذا صوفی مشہور ہوئے۔ اون کا کپڑا پہننے والے صوفی کہلائے۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ تصوّف صف سے نکلا ہے۔ جو لوگ زہد و عبادت کے لحاظ سے صفِ اوّل میں تھے صوفی کہلائے۔ بعض نے کہا کہ یہ لوگ قیامت کے دن پہلی صف میں ہوں گے اس لیے صوفی مشہور ہوئے۔

بعض کا خیال ہے کہ چونکہ انھوں نے اصحابِ صفّہ سے محبت اور دوستی کی اس لیے صوفی کہلائے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ اسم صفا سے مشتق تھے۔

مزار متبرک حضرت جانباز شہید رح (احمد آباد)

حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ :

" طریقت کی تحقیق کے موافق گو ان معنوں میں ہر ایک کے لیے بہت سے لطیفے ہیں لیکن لغوی معنی اور ہیں۔ پس صفا کہ جس میں موجود ہو ستودہ صفت ہے اور کدورت صفا کی ضد ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہا ہے

ذھب صفر الدنیا وبقی کدرھا ۔

(دنیا کی صفائی جاتی رہی اور اس کی کدورت باقی رہ گئی ۔)

اور چیزوں کی لطافت کا نام صفائی اور ان کی کثافت کا نام کدورت ہوا کرتا ہے۔ پس جب اہلِ تصوّف نے اپنے معاملوں اور خلقوں کو مہذب بنایا ہے اور طبیعت کی آفتوں سے کنارہ کیا ہے، اس لیے انھیں صوفی کہتے ہیں ۔ اور یہ اسم اس گروہ کے واسطے اسمائے اعلام میں سے ہے، کیونکہ اہلِ تصوف کے خطرات یعنی امورات اہم اس سے بزرگتر ہے کہ لفظ صوفی ان کے معاملات پر محیط ہو سکے۔ پس ان کے نام کو کس طرح اشتقاق یعنی اسم صفت ہونا لازم آسکتا ہے ..... صفائی کی جڑ ایک اور شاخ ہے۔ جس کی جڑ تو خدا کے سوا سب سے دل کا ہٹا لینا ہے اور شاخ بے وفا دنیا سے علیٰحدگی اختیار کرنا ہے ....."

صوفی وہ ہے کہ جس کے دل کا آئینہ کدورت اور دنیا کی محبت سے صاف ہو گیا۔

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ :[2]

---

[1] کشف المحجوب ۔ ص ص ۔ ۳۴ ۔ ۳۳

[2] عوارف المعارف (اردو ترجمہ) ص ص ۔ ۷۱ ۔ ۳۶۹ ۔

"حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت ہے کہ ہر آئینہ فرمایا ہے آپ نے کہ میرے پروردگار نے مجھے ادب دیا ہے۔ پھر اچھی طرح سے میری تادیب فرمائی۔ تو ادب ظاہر اور باطن کی تہذیب اور آراستگی ہے۔ پھر جبکہ بندہ کا ظاہر اور باطن آراستہ اور پیراستہ ہو گیا تو وہ صوفی اور ادیب ہو گیا اور دسترخوان کا نام مادبہ اس واسطے رکھا گیا ہے کہ وہ بہت سی اشیاء پر مشتمل ہے اور بندہ میں ادب کامل نہیں ہوتا مگر کمالِ مکارم اخلاق سے اور مکارمِ اخلاق بالکل تحسین اور تہذیب خلق سے ہے۔ سو خلق صورتِ انسان ہے اور خلق اس کے معنی ہیں۔ پس بعضوں نے ان میں سے کہا کہ خلق میں تغیر کی راہ نہیں ہے جیسے خلق میں نہیں ہے، اور شک نہیں کہ وارد ہوا ہے۔

فراغ ربکم من الخلق والخلق والرزق والاجل۔

(یعنی فارغ تمہارا پروردگار ہوا خلق سے اور خلق سے اور رزق سے اور اجل سے۔)

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ:

لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ۔

(یعنی اللہ کے خلق کے لیے تبدیلی نہیں ہے۔)

اور صحیح تر یہ ہے کہ اخلاق کی تبدیلی برخلاف خلق کے ممکن ہے جس پر قدرت اور اختیار ہے۔ اور ہر آئینہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

اپنے اخلاق کی تم تہذیب اور تحسین کرو۔

اور یہ اس واسطے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو صلاح اور فساد کے قبول کرنے کے لیے مہیّا اور مستعد کیا اور اس کو ادب اور مکارم الاخلاق کے واسطے لائق اور اہل کیا ہے اور اس میں اہلیت کا وجود ہے جس طرح کہ چقماق میں آگ

اور گٹھلی میں کھجور موجود ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انسان کو الہام سے مشرف کیا، اور اپنی اصلاح پر قادر تربیت سے گردانا، حتیٰ کہ گٹھلی کھجور کا درخت ہو جائے اور چقماق کو استعمال اور کرتب سے حتیٰ کہ اس میں آگ نکلے۔

"اور جس طرح انسان کے نفس میں بحالت اصلاح اور فساد کے خیر کی صلاحیت رکھی ہے تو اللہ سبحانہ، وتعالیٰ نے فرمایا۔!

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۔

(یعنی قسم نفس کی اور جیسا اُسے ٹھیک بنایا۔ پھر سمجھ دی اُس کو ڈھٹھائی کی اور بچ چلنے کی۔)

تو اس کا ٹھیک سُنانا اُسی میں ہے کہ ان دونوں چیزوں کی اس میں صلاحیت ہو۔ پھر فرمایا اُس نے بڑی اس کی شان ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔

(یعنی مراد کو پہنچا جس نے اُسے سنوارا اور نامراد ہوا جس نے اُسے خاک میں ملایا)

"پھر جب کہ نفس پاک ہو گیا تو عقل کے ساتھ عاقبت اندیشی کی اور اس کے احوال ظاہری و باطنی مستقیم اور ٹھیک ہو گئے اور اخلاق آراستہ اور درست اور آداب پیدا ہوئے۔ پس ادب فعل میں لانا اُن چیزوں کا ہے جو قوت میں ہے اور یہ اس شخص کی خاطر ہے جس میں سجیہ نیک کی ترکیب دی گئی ہے اور سجیہ فعل حق کا ہے کہ اس کے پیدا کرنے پر بشر کو قدرت نہیں ہے۔ جس طرح کہ چقماق میں آگ کی پیدائش ہوتی ہے اس واسطے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اس کا نکالنا آدمی کے کسب اور طلب و گرد آوری میں ہے۔ اسی طرح آداب کا چشمہ عادات اور سجایا، صالحہ اور عطیات الٰہیہ ہیں۔

"اور ہر گاہ اللہ تعالیٰ نے صوفیہ کے باطنوں کو ان عادات اور سجایا کی تکمیل کے لیے

مستعد اور مہیّا کیا ہے جو ان میں ہیں۔ تو انھوں نے جس عادات اور ریاضت کے ساتھ ان چیزوں کے نکالنے اور ابھارنے میں جو اللہ تعالیٰ کی پیدائش سے نفوس میں مرکوز اور دبے ہوئے ہیں پیوستگی کی۔ اور وہ مہذب اور مؤدب ہو گئے۔"

لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ:

"بعض آدمیوں کے حق میں آداب بدوں زیادہ مشق اور ریاضت سے حاصل ہوتے ہیں اس شے کی قدرت سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی طینت اور سرشت میں رکھ دیے ہیں جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے":۔

"ادب دیا مجھے میرے رب نے۔ سو اچھا کیا ادب دینا میرا"[1]

دوسرے قسم کے لوگ وہ ہیں کہ:۔

"جن کو زیادہ مشق اور فراولت کی حاجت ہوتی ہے۔ اس سبب سے کہ سرشت میں اصل قویٰ اُن کے ناقص ہیں"[2]

اسی وجہ سے مریدوں کو تربیت کی ضرورت ہوئی۔ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ:[3]

"اس وجہ سے مریدوں کو صحبتِ مشائخ کی حاجت ہوئی تاکہ صحبت اور آموزش سے ان چیزوں کے ابھارنے میں مدد حاصل ہو جو ان کی طبیعت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے"

---

[1] عوارف المعارف۔ ص ۳۷۱

[2] ایضاً

[3] ایضاً

حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ

"اُن لوگوں کو فقہ سکھلاؤ اور ان کو تم ادب دو" اور ـــــ فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہ :۔

ادب مجھے رب میرے نے دیا۔ سو بہتر ہے ادب دینا میرا۔ پھر مجھے حکم بزرگ اخلاق کے ساتھ کیا اور فرمایا :۔

تو بخشش کو اختیار کر اور حکم کر ساتھ نیک کام کے اور جاہلوں سے منہ پھیر لے[1]

تصوف نے ادب پر کافی زور دیا ہے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ نے فرمایا ہے کہ ع

بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

یہی نہیں بلکہ ؎

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

یوسف بن الحسین فرماتے ہیں کہ :

"ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے اور علم سے عمل صحیح ہوتا ہے اور عمل سے حکمت ملتی ہے اور حکمت سے زہد قائم کیا جاتا ہے اور زہد سے دنیا متروک ہوتی ہے اور دنیا کے ترک سے آخرت کی رغبت حاصل ہوتی ہے اور آخرت کی رغبت ہونے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک رتبہ حاصل ہوتا ہے"

ابن عطار فرماتے ہیں کہ :

---

[1] عوارف المعارف۔ ص ۱۷۱ ۳

"نفس بے ادبی پر محبول اور مخلوق ہے اور بندہ ادب کی ملازمت اور ہمراہی پر مامور ہے۔ اور نفس اپنی طینت اور سرشت کے ساتھ مخالفت کے میدان میں چلتا ہے اور بندہ اسی حسن مطابقت کی طرف کوشش کر کے پھرتا ہے۔ پس جس شخص نے کوشش سے منہ پھیرا تو ہر آئینہ نفس کی باگ اس نے چھوڑ دی اور رعایت اور نگہداشت سے غفلت کی اور جس وقت کہ اعانت کی تو یہ اس کا شریک ہوا۔"

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ:

"جس نے اپنے نفس کی ہوا میں اعانت کی اور ہر آئینہ اپنے نفس کے قتل میں شریک ہوا، اس واسطے کہ عبودیت تلازمت ادب اور طغیان سوء ادب ہے۔"

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اپنی اولاد کو ادب دینا آدمی کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ صدقہ صاع کے ساتھ دے۔"

حضرت ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ:

"بندہ اپنی طاعت سے جنّت کو پہنچتا ہے اور اپنی طاعت میں ادب سے اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔"

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ:

"عمل میں ادب علامت ہے قبولِ عمل کی۔"

حضرت ابن عطا فرماتے ہیں کہ:

"ادب وقوفِ مستحسنات کے ساتھ ہے۔"

اُن سے جب پوچھا گیا کہ آخر اس کے معنی کیا ہیں تو انھوں نے اس طرح وضاحت کی:

"اللہ تعالیٰ سے ادب کے ساتھ ظاہر اور باطن میں تعامل اور برتاؤ کرے پھر

جب ایسا ہو جائے تب ادیب ہوگا۔"

حضرت ابو علی فرماتے ہیں کہ:

"ادب کا ترک موجب راندگی کا ہے۔ پس جس شخص نے بے ادبی بساط پر کی تو وہ دروازہ تک روکا گیا اور جس نے دروازہ پر بے ادبی کی وہ مواشی کی سیاست تک پہنچا گیا۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"ہر ایک شے کی کنجی ہے اور بہشت کی کنجی مساکین اور فقرا صابر کی محبت ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہمنشیں ہیں۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ تصوف کی ماہیت میں فقر موجود ہے اور بنیاد اس کی اور اس کا قوام ہے۔

حضرت ادہم رح نے فرمایا کہ:

"تصوف تین خصلت پر مبنی ہے۔

اوّل۔ تمسک بالفقر اور محتاجی۔

دوم۔ صاحبِ بذل و ایثار ہونا۔

سوم۔ تعرض اور اختیار کا چھوڑنا۔"

حضرت جنید بغدادی رح سے دریافت کیا گیا کہ تصوف کیا ہے تو انھوں نے بتایا کہ:

"تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو بے بدوں اس کے کہ کوئی علاقہ ہو، ہو۔"

حضرت معروف کرخی رح نے تصوف کی اس طرح وضاحت کی کہ:

"تصوف حقائق کا حصول اور خلائق کے مال و متاع سے یاس ہے۔"

پس جو شخص صاحبِ فقر نہیں صاحب تصوف نہیں ہے۔ حضرت شبلیؒ سے حقیقت فقیر کی پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ :

"حق کے سوا کسی دوسری چیز کی پرواہ نہ کرے۔"

حضرت ابوالحسین نوریؒ فرماتے ہیں کہ :

"فقیر کی صفت ہے کہ سکون نہ ہونے کے وقت اور زیادہ بذل و ایثار ہو۔"

حضرت ابوبکر مصریؒ سے جب فقیر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ :

"فقیر وہ ہے کہ نہ وہ کسی کا مالک ہو اور نہ اُس کا کوئی مالک ہو۔"

حضرت ابوحفصؒ نے فرمایا کہ :

"تصوف بالکل آداب ہیں ہر ایک وقت کا ایک ادب ہے اور ہر ایک حال کا ایک ادب ہے۔ اور ہر ایک مقام کا ایک ادب ہے، اور جس نے اوقات کے آداب کو اپنے ذمہ لازم کیا تو وہ مردوں کے مرتبہ کو پہنچا اور جس نے آداب کو ضائع کیا وہ بعید ہے اس راہ سے کہ ظن قریب رکھے اور مردود ہے اس راہ سے کہ امیدِ قبول اُسے ہو۔"

انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ :

"ظاہر کا حسنِ ادب باطن کے حسنِ ادب کا عنوان ہے۔ اس واسطے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ :

"اگر اس کا دل خاشع اور متواضع ہے تو اس کے اعضاء و جوارح خاشع ہیں۔

ابو محمد جریری سے تصوّف کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ :

"ہر ایک اعلیٰ خلق میں آنا اور ہر ایک ادنیٰ خلق سے نکلنا ہے۔"

پس تصوف حصولِ اخلاق اور تبدیلِ اخلاق سے مراد ہے۔ تصوف زہد اور فقر دونوں سے بڑھ کر ہے۔

بعض کے نزدیک فقر کی انتہا ساتھ اُس کے شرف کے ابتداء تصوف ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ :

"تصوّف اس کا نام ہے کہ حق تجھے تجھ سے مارے اور اس سے آپ تجھے جلائے۔"

حضرت ادہمؒ نے فرمایا ہے کہ :

"تصوّف نفس کا اللہ کے ساتھ اس کی مرضی پر چھوڑ دینا ہے۔"

حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ نے تصوّف کی اس طرح تعریف کی ہے کہ :

"تصوف اس کا نام ہے کہ بندہ ہر وقت اُس شے میں مشغول ہو جو اس وقت اول اور افضل ہو۔"

بعض صوفیہ کے نزدیک

"تصوف کا اول علم ہے اور اوسط اُس کا عمل ہے اور آخر اس کا عطا من اللہ تعالیٰ ہے۔"

بعض نے کہا ہے کہ :

"تصوّف ذکر با جماعت ہے اور وجد با سماعت اور عمل با تبعیت۔"

کچھ کے نزدیک

"تصوف ترک تکلف ہے اور بذلِ روح"

حضرت سہل بن عبداللہ صوفی فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ :

"جو کدورت سے صاف اور مستی و شوق سے چور اور آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف منقطع ہو، سونا اور مٹی اس کے نزدیک برابر ہوں۔"

تصوف بعض کے نزدیک

"خلقت کی موافقت اور اخلاق طبعی کی مفارقت سے دل کی صفائی اور صفاتِ بشر سے افسردگی اور نفسانی خواہشات سے یکسوئی اور صفاتِ روحانی کا نزول اور

علومِ حقیقی سے تعلق اور شریعت میں اتباعِ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔"

حضرت ذوالنون مصریؒ نے ایک عورت کو ساحلِ شام پر دیکھا تو اس سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آئی۔ اس نے جواب دیا کہ:

"اُن قوموں کے پاس سے جو خوابگاہوں سے اپنے پہلوؤں کو علیحدہ رکھتے ہیں۔"

پھر حضرت ذوالنون مصریؒ نے اس سے دریافت کیا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اُس عورت نے جواب دیا کہ:

"اُن مردوں کی طرف جن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت کھیل میں ڈالتی ہے۔"

حضرت ذوالنون مصریؒ نے یہ سن کر فرمایا، وہ کون لوگ ہیں۔ ان کی تعریف بیان کر۔ اس عورت نے چند اشعار پڑھے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ وہ ایسی قوم ہے جن کے ارادے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معلّق اور آویزاں ہیں اور ان کی ہمتیں ایسی نہیں ہیں جو کسی اور کی طرف بڑھیں اور بلند ہوں۔

۲۔ پھر ساری قوم کا مطلب اور مقصود ان کا مولیٰ اور اُن کا سردار ہے۔ تو اللہ پاک یکتا کے لیے کیا ہی اچھا ان کا مطلب ہے۔

۳۔ نہ دنیا ان کو نزاع اور تکرار میں ڈالتی ہے اور نہ کوئی شرف، جو کھانے کی قسم سے ہو اور لذّت اور اولاد سے ہو۔

۴۔ نہ پوشاک عمدہ اور نفیس کے پہننے کے لیے اور نہ کسی خوشی اور آرام کے لیے جو شہر میں آیا ہو۔

۵۔ مگر یہ کہ مرتبہ کے پیچھے جلدی اور شتابی ہے، جس میں قدم اُن کے قربتِ ابد کے بُعد سے گر گئے۔

۶۔ وہ چشموں اور سیل گاہوں کے اندر بسے ہوئے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر

اُن سے تو گروہ کے گروہ ملاقات کرے گا۔

حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیرؒ سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ:[1]

"انچہ درسرداری بنہی وانچہ درکف داری بدہی وازانچہ برتو آید نہ جہی"

(جو کچھ تیرے سر میں ہے اس کو رکھ دے اور جو کچھ تیری مٹھی میں ہے اس کو دے دے اور جو کچھ تجھ پر گذرے اس کو برداشت کر)

حضرت جنید بغدادیؒ صوفی کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"صوفی زمین کی مثال ہے۔ ہر ایک بری چیز اُس پر ڈالتے ہیں اور اس میں سے جو چیز نکلتی ہے وہ اچھی ہوتی ہے"

حضرت جنیدؒ نے صوفی کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ:

"صوفی زمین کے مانند ہے کہ نیک و بد سب روندتے ہیں۔ اور ابر کے مانند ہے کہ ہر ایک چیز پر سایہ کرتا ہے اور مینھ ایسا ہے کہ ہر ایک شے کو سیراب کرتا ہے"

صوفیوں کا کہنا ہے کہ انسان اپنے سے بے خبر ہے۔ اس کو اپنے سے باخبر ہونا چاہیے۔

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ط ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ السّٰفِلِیْنَ"

(ہم نے انسان کو بہتر ساخت کا پیدا کیا اور پھر ہم اس کو (بوڑھا کر کے) کمتر سے کمتر مخلوق کے درجے میں لوٹا لائے۔)

---

[1] نفحات الانس۔ از مولانا جامیؒ ص ۲۸۱

معرفت کی امانت کے بوجھ کا سوائے انسان کے اور کوئی متحمل نہ ہو سکا۔
خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

"انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا۔

(ہم نے امانت آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کو پیش کی تو انھوں نے انکار کر دیا۔ لیکن انسان نے جو ظلوم و جہول تھا اُسے اٹھا لیا۔)

پس جیسا کہ حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ فرماتے ہیں[1]

"ظلومی اور جہولی انسان کے لازم حال ثابت ہوتی ہے، کیونکہ امانت کے بوجھ کو ظلومی اور جہولی کی قوت کے بغیر اٹھا ہی نہیں سکتے۔ اگرچہ اُسے روحانی صفائی اور نور کے سوا نہیں دیکھ سکتے۔ فرشتوں نے روحانی صفائی اور نور سے اسے دیکھ تو لیا تھا لیکن ان میں جسمانی استعداد اور قوت نہ تھی، اس لیے بارِ امانت نہ اٹھا سکے۔ حیوانات میں جسمانی قوت اور استعداد تو موجود تھی لیکن روحانی صفائی اور نور نہ تھا اس لیے ان کو بھی یہ شرف حاصل نہ ہوا۔ چونکہ انسان روحانی اور جسمانی دونوں عالم کا مجموعہ تھا اس لیے اسے اس شرف سے مشرف کیا جیسا کہ "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ" (ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی) سے ظاہر ہوتا ہے۔"

معرفت کی تین قسمیں ہیں۔

معرفتِ عقلی، معرفتِ نظری اور معرفتِ شہودی۔ معرفت عقلی تو سب کو حاصل ہے۔ معرفتِ عقلی میں "حواس ظاہری اور قوائے بدنی اور نظم عقلی کے مدرکات کی ضرورت ہے تاکہ ظاہری حواس سے عالمِ محسوسات کو دیکھ سکے[2]"

---

[1] مرصاد العباد۔ ص ۲۸

[2] مرصاد العباد۔ ص ۷۸

معرفت نظری خاص خاص لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ حجاب کا نقاب چہرے سے اٹھا دیا جاتا ہے۔" ہر ایک شے میں اُس کے لیے نشانی ہے اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خدا ایک ہے۔ یہ مرتبہ بہت بلند ہے۔ یہ خواص کا مقام ہے۔

" مَا نظرت فی شیئٍ الا ورایت اللہ فیہ "

(جس چیز کو میں نے دیکھا اس میں مجھے اللہ تعالیٰ دکھائی دیا۔)

معرفتِ شہودی کی خاطر کائنات کو پیدا کرنے کا خیال ہوا۔ جیسا کہ فرمایا ہے:

"پس میں نے خلقت کو اس واسطے پیدا کیا کہ میں پہچانا جاؤں۔"

ہر راہ چلنے والے کو راہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ راستہ بغیر رہبر کے طے کرنا دشوار ہے۔ اسی لیے راہِ دین کو طے کرنے اور عالمِ یقین میں پہنچنے کے لیے کامل شیخ، صاحبِ ولایت اور صاحبِ تصرف کی ضرورت ہے۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ

(شیخ کا مرتبہ اپنی قوم میں وہی ہے جو نبی کا اس کی امّت میں ہے۔)

پس مرید کو شیخ واصل اور کامل کی ضرورت ہے۔ حضرت خواجہ نجم الدّین کبریٰؒ فرماتے ہیں کہ:[1]

"نفس۔ ہوا۔ شیاطین اور انس و جن سب راہ زن ہیں۔ کسی صاحبِ ولایت کو بدرقہ بنائے بغیر یہ راہ طے نہیں ہو سکتی۔"

شیخ اسی وقت مرید کو راہ طریقت و حقیقت دکھانے کے قابل ہو سکتا ہے جب اس میں حسبِ ذیل صفات ہوں۔

---

[1] مرصاد العباد۔ ص ۱۴۷

علمِ شریعت سے بقدرِ ضرورت واقف ہو۔
اعتقاد نیک ہو۔
عقل رکھتا ہو۔
سخاوت بدرجۂ اتم ہو۔
شجاعت میں کم نہ ہو۔
پاک دامنی کے ساتھ ساتھ پاک نفس ہو۔
علو ہمت ہو۔
شفقت سب پر کرتا ہو۔
علم سے آراستہ ہو۔
عفو اور درگذر اس میں ہوں۔
خلق کی خوبی ہو۔
ایثار ہو۔
کرم اس کا عام ہو۔ ولایت کا کرم مریدوں کو بخشے۔
تسلیم و رضا کا پیکر ہو۔
وقار کو ہاتھ سے نہ دیتا ہو۔
سکونت اس میں ہو۔ جلدی نہ کرتا ہو۔
ہیبت بھی ضروری ہے۔ شیخ باہیبت ہو۔

ارادت کے متعلق حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ رحؒ فرماتے ہیں کہ:[۱]
"ارادت ایک بڑی دولت ہے اور تمام نیک بختیوں کا بیج ہے۔ ارادت

---

[۱] مرصاد العباد۔ ص ۱۶۲

کوئی انسانی صفت نہیں ہے بلکہ مُریدی حق کی صفت کے انوار کا پرتو ہے۔ جیسا کہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ :

" جس نے ہمیں چاہا اس نے اللہ تعالیٰ کو چاہا۔ مُرید ذاتِ حق کی صفات سے ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ اس صفت سے بندے کی روح پر تجلی نہیں کرتا اس وقت تک بندے کے دل پر ارادت کے نور کا عکس نہیں پڑتا۔"

مرید کے لیے ضروری ہے کہ حسبِ ذیل اوصاف سے موصوف ہو۔

۱۔ اوّل مقام توجہ ہے۔ اس کو چاہیے کہ نصوح کی سی توبہ کرے۔

۲۔ دوم ۔ زہد۔ دنیا اور دنیا کے مال و مرتبہ سے منہ پھیرلے۔

۳۔ سوم ۔ تجرید۔ تمام سببی اور نسبی تعلقات کو چھوڑ دے۔

۴۔ چہارم۔ عقیدہ۔ عقیدہ درست ہو۔

۵۔ پنجم ۔ تقویٰ ۔ پرہیزگار ہو۔

۶۔ ششم۔ صبر۔ ہر حالت میں صبر کرے۔

۷۔ ہفتم ۔ مجاہدہ۔ بغیر مجاہدہ کے مشاہدہ مشکل ہے۔

۸۔ ہشتم۔ شجاعت۔ دلیر ہو اور باہمت ہو۔

۹۔ نہم ۔ بذل۔ بذل اور ایثار ہو۔

۱۰۔ دہم۔ فتوت۔ حق گذاری اور انصاف کرے۔

۱۱۔ یازدہم۔ صدق۔ جھوٹ اور خیانت سے دُور رہے۔

۱۲۔ دوازدہم۔ علم۔ علم ضروری ہے۔

۱۳۔ سیزدہم۔ نیاز۔ نیاز کو نہ چھوڑے۔

۱۴۔ چہاردہم۔ ہوشیاری۔ قدم اٹھائے تو سنبھال کر۔

۱۵۔ پانزدہم۔ ملامت۔ ملامتی صفت ہو، اور قلندر سیرت۔

۱۶۔ شانزدہم۔ عقل۔ عقل تصرف سے اس کی حرکات مضبوط ہوں۔ کوئی کام شیخ کی رضا اور اس کے فرمان کے خلاف نہ کرے۔

۱۷۔ ہفدہم۔ ادب۔ ادب کا خیال رکھے۔

۱۸۔ ہژدہم۔ خلق کی خوبی۔ ہمیشہ خوش رہے اور خوش طبع ہو۔

۱۹۔ نوازدہم۔ تسلیم۔ ظاہر و باطن میں ولایتِ شیخ کے تصرفات کو تسلیم کرے

۲۰۔ بیستم۔ تفویض۔ مرید کو چاہیے کہ خود کو راہِ خدا میں سونپ دے۔

صوفیائے کرام کا مشغلہ ذکر ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

"فاذکرونی اذکرکم" (تم مجھے یاد کرو میں تجھے یاد کروں گا۔)

اور

"واذکر اللہ کثیرا لعلکم تفلحون"

(اللہ تعالیٰ کی یاد کثرت سے کرو، شاید تمھاری بہتری ہو جائے۔)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:۔

افضل الذکر لا الہ الا اللہ و افضل الدعاء الحمد للہ۔

(سب ذکروں سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے اور سب دعاؤں سے افضل دعا الحمد للہ ہے۔)

صوفیائے کرام ذکر لا الہ الا اللہ سے غافل نہیں رہتے۔ اور الحمد للہ کہے بغیر نہیں رہتے۔ ذکر خفی اور ذکر جلی، فکر، مراقبہ، مجاہدہ، چلّہ کشی ان کے یہاں ضروری ہیں۔

تصوف باطنی صفائی مراد ہے اور ذکر لا الہ الا اللہ اس کے لیے مجرب ہے تصوف ایک درخت ہے اور توکل، قناعت، امید و بیم، صبر، استقلال،

حلم، بردباری، شجاعت، مخلوق سے بے نیازی، انوار کے مشاہدات، خلوت، خاموشی، تقویٰ، پرہیزگاری، زہد، پرہیزگاری، خوف، خشوع و خضوع، تواضع، مخالفتِ نفس، شکر، یقین، رضا، عبودیت، ارادہ، استقامت، اخلاص، صدق، حیا، حرّیت، فراست، خلق، جود و سخا، غیرت، ولایت، فقر، ادب، ذوق و شوق، توحید، معرفت، اس کے سدا بہار پھول اور خوشنما پھل ہیں۔

قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی خاص سلسلے ہیں، جن کے پیرو دنیا کے ہر حصے میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا پیغام حافظ شیرازیؒ نے اس طرح پہنچایا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

مولانا جلال الدین رومیؒ اولیائے کرام کی شان میں فرماتے ہیں: ؎

خاصانِ خدا خدا نباشند
لیکن ز خدا جُدا نباشند

اور ؎

یک زمانِ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ زہدِ بے ریا

اور ؎

گر تو سنگِ خارہ مرمر شدی
چوں بصاحب دل رسی گوہر شدی

اور ؎

دست مردے گیر تا مردے شدی
جز بمردان نیست را ہے رہبری۔

اور ؎

قال را بگذار مردِ حال شد
پیشِ مردِ کاملِ پامال شد

ان لوگوں سے جو دنیا کے مال و متاع اور جاہ و منصب کے جال اور زنجیروں

میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان سے مولانا رحؒ فرماتے ہیں۔ ؎

بند بگسل باش آزاد اے پسر
چند باشی بندِ میم و بندِ زر

باب ۲

گجرات میں تصوّف کی روشنی

گجرات میں تصوف اجنبی کی طرح آیا۔ حاکم کی طرح رہا اور تسخیر قلوب کر کے لازوال سلطنت چھوڑ گیا۔

گجرات میں جس شہر کو صوفیائے کرام نے سب سے پہلے اپنی رشد و ہدایت کا مرکز اور اپنی روحانی سلطنت کا دارالخلافت بنایا وہ نہروالہ (یا انہلواڑہ) پٹن ہے۔ یہ شہر گجرات کے ہندو راجاؤں کا دارالسلطنت تھا اور ایک بڑا اور پُررونق شہر تھا۔ احمد آباد کی تعمیر کے بعد پٹن کی اہمیت اور رونق کم ہونے لگی۔

صوفیائے کرام کے پیغام کو شہر میں رہنے والوں سے زیادہ دیہات میں رہنے والوں نے اور اونچی ذات والوں سے زیادہ نیچی ذات والوں نے گوشِ ہوش سے سنا اور قبول کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ[1]

---

[1] سر ڈبلو۔ ڈبلو، ہنٹر منقولہ در پریچنگ آف اسلام از سر ٹامس آرنلڈ۔ ص ص ۲۸۰-۲۷۹

"ان لوگوں کے لیے جن میں مفلس ماہی گیر، شکاری قزاق اور ادنیٰ قوم کے کاشتکار تھے، اسلام ایک اوتار تھا، جو اُن کے لیے آکاش سے اترا تھا۔ وہ حکمراں قوم کا مذہب تھا۔ اس کے پھیلانے والے باخدا بزرگ تھے، جنھوں نے توحید و مساوات کا مژدہ ایسی قوم کو سنایا جس کو سب ذلیل و خوار سمجھتے تھے، اس کی تعلیم نے خدا اور اسلامی اخوت کا بلند تر تخیل پیدا کر دیا۔۔۔۔۔۔۔ اور کثرت سے بڑھنے والی قوموں کو، جو صدیوں سے ہندوؤں کے طبقے سے تقریباً خارج ہو کر بڑی ذلّت و خواری کے دن کاٹ رہی تھیں، اسلام نے بلا تامل اپنی اخوت کے دائرے میں شامل کر دیا۔"

صوفیائے کرام کی صحبت، رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین سے عوام و خواص میں جو جلا ہوئی اس کے اثرات آج تک تاباں و نمایاں ہیں۔ ان کے فیض و کرم کا دائرہ کسی ایک طبقہ یا جماعت کے لیے مخصوص نہ تھا۔ ان کا دائرہ محدود نہ تھا، بلکہ اتنا وسیع تھا کہ اس میں ہر ایک کے لیے گنجائش تھی۔ معاشی، سماجی، روحانی اور اخلاقی اصلاحات کا جب ان کو خیال آتا تو وہ سب ہی انسانوں کی خوشحالی فلاح و بہبود اور بہتری کی تدابیر سوچتے تھے۔ اُن کا فیض عام تھا۔ رنگ و نسل، ذات پات، اور اعلیٰ و ادنیٰ کے امتیازات سے وہ بالاتر تھے۔

انھوں نے اپنی گفتار سے اور اپنے کردار سے ایک معیاری زندگی کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ زندگی کا ہر ایک شعبہ خواہ مذہب ہو، ادب ہو، خواہ سیاست ہو ان کے اثرات قبول کیے بغیر نہ رہ سکا۔ شگفتگی، امید اور امنگ کا ایک عجیب عالم نظر آنے لگا۔

تصوف کے مختلف سلسلوں میں جس سلسلے کو برّصغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش میں زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی وہ چشتیہ سلسلہ ہے۔ اس سلسلہ میں بعض باتیں

ایسی ہیں جو عوام و خواص کا دل جیت لیتی ہیں۔ محبت، خلوص، رواداری، سماع شعر و شاعری سے لگاؤ اس سلسلہ کی خاص خصوصیات ہیں۔

سلطان الہند خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیریؒ، قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلویؒ، فرید الملّت حضرت خواجہ فرید الدّین گنج شکرؒ، محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت علاؤالدین علی احمد صابر کلیری، چشتیہ سلسلے کے ممتاز بزرگ ہیں جنھوں نے خود بھی سلسلہ کی اشاعت کی اور جن کے خلفاء نے بھی اس کام کو بحسن و خوبی انجام دیا۔

سہروردی سلسلہ کو بھی کافی عروج ہوا۔ سہروردی سلسلہ میں ذکرِ جلی اور ذکرِ خفی پر زور دیا جاتا ہے۔ سماع سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔ تلاوتِ قرآن ضروری ہے۔ اللہ ہو کا وِرد سانس بند کر کے کیا جاتا ہے۔

حضرت بہاءالدین زکریا ملتانیؒ نے سہروردی سلسلہ کی ہند و پاک و بنگلہ دیش میں اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔ یہاں تک کہ حضرت بابا فرید الدّین گنج شکرؒ سندھ، مغربی پنجاب اور بلوچستان کو ان کی روحانی سلطنت اور ولایت کا حصہ مانتے تھے[1]

اس سلسلہ کے اور ممتاز اور نامور بزرگوں میں حضرت صدرالدین عارفؒ، حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح، حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ، حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ حضرت شاہ جلال یمنی، حضرت مخدوم سماءالدینؒ، حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کا نامِ نامی اسمِ گرامی سرِ فہرست ہے۔

قادری سلسلہ میں درود شریف کو کافی اہمیت دی جاتی ہے۔ ذکرِ خفی اور ذکرِ

---

[1] سیر العارفین۔ ص ۱۱۵

جلی دونوں جائز ہیں۔ سماع بالمزامیر ان کے یہاں جائز نہیں۔ یہ سلسلہ حضرت پیرانِ پیر غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے شروع ہوا۔ اس سلسلہ کے ممتاز بزرگ برّصغیر میں حضرت شاہ نعمت اللہ قادریؒ۔ حضرت مخدوم عبدالقادر ثانیؒ حضرت سید حامدؒ، حضرت میاں میرؒ اور حضرت پیر محمد شاہؒ ہیں۔

نقشبندیہ سلسلہ ذکرِ جلی کے موافق نہیں۔ ان کے یہاں ذکرِ خفی ہوتا ہے۔ سماع جائز نہیں۔ احکامِ شریعت کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ ان کے یہاں بیعت ایک نئی روحانی اور اخلاقی زندگی کا آغاز ہے۔[1]

حضرت خواجہ باقی باللہؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، شیخ احمد سرہندیؒ، اور حضرت خواجہ دانناؒ اس سلسلہ کے مشہور بزرگ برّصغیر میں ہیں۔

گجرات پر چشتیہ سلسلہ کی ایک شاخ نظامی سے منسلک بزرگوں نے اور سہروردی سلسلے کے بزرگوں نے خاص توجہ دی۔ پٹن سے شعاعیں پھیلیں۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے تین خلفاء یعنی سید موسیٰ وراق الحسنی والچشتی، مخدوم سید حسین خنگ سوار اور حضرت شیخ حسام الدینؒ نے پٹن کو اپنی رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ حضرت حسام الدینؒ کے بھانجے شیخ صدرالدین ملتان سے ناگور تشریف لائے۔ کچھ عرصے ناگور میں رہے۔ بعدازاں حضرت حسام الدین نے اپنی بہن اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کو پٹن بلا لیا۔ ایک دوسرے بزرگ شیخ جمال الدین اچی پٹن تشریف لائے، اور پندرہ سال تک رشد و ہدایت میں مشغول رہ کر ۷۴۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔

محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے وصال کے بعد حضرت

---

[1] رپورٹ مردم شماری متعلقہ پنجاب از ابڈورڈ میکلیگن ۱۸۹۲ء ص ص ۱۹۶-۱۹۳۔

نصیر الدین چراغ دہلیؒ اُن کے سجادہ پر رونق افروز ہوئے۔ انھوں نے بھی گجرات پر خاص توجہ دی۔ ان کے عزیز مرید اور قریبی رشتہ دار شیخ الاسلام حضرت شیخ سراج الدینؒ پٹن تشریف لائے اور سیکڑوں کو راہِ حق دکھائی۔ پٹن ہی ان کی آخری آرام گاہ ہے۔

گجرات میں سہروردیہ سلسلہ کو چشتیہ سلسلہ سے زیادہ فروغ ہوا۔ سہروردیہ سلسلہ کے دو اہم مرکز ملتان اور آچہ تھے۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے ملتان میں رہ کر اس سلسلہ کی کافی اشاعت کی۔ اس سلسلہ کا عروج ان کے پوتے حضرت شیخ ابو الفتح کے زمانہ میں ہوا۔ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت آچہ میں رہتے تھے۔ انھوں نے بھی اس سلسلہ کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔ ان کے بھائی حضرت راجو قتالؒ نے گجرات میں سہروردیہ سلسلہ پھیلانے میں جو کارہائے نمایاں کیے وہ پوشیدہ نہیں۔ حضرت سید راجو قتالؒ کی گجرات پر خاص توجہ رہی۔ ان کے مرید سید محمد خدا بخشؒ اور سید احمد مخدوم جہاں شاہ نے اس سلسلہ کی کافی تبلیغ کی۔ پٹن ان دونوں کی رشد و ہدایت کا مرکز تھا اور پٹن ہی میں ان کے مزارات ہیں۔

حضرت راجو قتالؒ نے ہی حضرت قطب عالمؒ اور ان کی والدہ کو گجرات جانے اور رہنے کی ترغیب دی۔ حضرت قطب عالم اپنی والدہ کے ساتھ پٹن میں رونق افروز ہوئے اور پھر سلطان احمد شاہ کی درخواست پر پٹن سے احمد آباد تشریف لے گئے۔ احمد آباد کے قریب بٹوہ کو انھوں نے اپنی تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ حضرت قطب عالمؒ نے سہروردیہ سلسلہ کو گجرات میں صرف پھیلایا ہی نہیں بلکہ اس سلسلہ کو دوام و استحکام بھی بخشا۔ وہ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے پوتے ہیں۔ اُن سے پہلے حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے ایک مرید سیّد سکندر گجرات پہنچ چکے تھے۔

منگرول کی فتح کی غرض سے فیروز شاہ تغلق نے جو فوج ۱۳۷۵ء میں بھیجی تھی وہ اس میں شریک تھے۔ وہ فوج کے ایک دستہ کے سپہ سالار تھے۔ فتح اور کامیابی کے بعد ان کی خدمات کے صلہ میں ان کو ایک گاؤں دیا گیا[۱] جس کی آمدنی ان کے لیے کافی تھی۔ آخر کار انھوں نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔

حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت رح کو گجرات کا مُربّی اور والی سمجھا جاتا تھا۔ ظفر خاں سے انھوں نے گجرات کی سلطنت کا وعدہ کیا تھا۔ وہ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت رح کا مرید، معتقد اور منقاد تھا۔ وہ مظفر شاہ کے لقب سے مشہور ہوا۔

حضرت قطب عالم مع اپنی والدہ ماجدہ کے جب پٹن تشریف لائے تو اس نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔

سلطان احمد شاہ بانی احمد آباد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رح کے نبیرہ حضرت رکن الدین کا مرید تھا[۲]۔ لیکن اس کو حضرت شیخ احمد کھتو رح اور حضرت سید برہان الدّین قطب عالم سے بھی عقیدت تھی۔ اس نے احمد آباد کا سنگِ بنیاد حضرت شیخ احمد کھتو رح کے دستِ مبارک سے رکھوایا۔ احمد نام کے دو اور بزرگ بھی اس میں شامل تھے۔ ایک کا نام قاضی احمد تھا اور دوسرے کا نام مولانا احمد[۳]۔ اور چوتھا احمد وہ خود تھا۔

سلطان احمد شاہ نے حضرت قطب عالم سے احمد آباد میں رہنے کی درخواست کی۔ حضرت قطب عالم کی حمایت اور نوازش سے سلطان احمد شاہ کو کافی فائدہ پہنچا۔

---

[۱] ہسٹری آف گجرات از کمیساریٹ ص ص ۷۷-۷۶ بمبئی گزیٹیڈ جلد ۸۔ ص ۵۴۵

[۲] تاریخ سلاطینِ گجرات از محمود بخاری ص ۲۲

[۳] تاریخ سلاطینِ گجرات۔ ص ۲۱۔

سلطان احمد شاہ کو جو قطب عالم سے عقیدت تھی اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس نے حضرت قطب عالم کی شان میں ایک قصیدہ لکھا اور اس کو حضرت قطب عالم کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھا۔ قصیدہ کا پہلا شعر یہ ہے۔[1]

قطبِ زمانہ مابُرہان بس است مارا
بُرہانِ اُو ہمیشہ چوں نامش آشکارا

قصیدہ جب پڑھ چکا تو اس نے حضرت قطبِ عالم سے انعام مانگا۔ حضرت نے فرمایا:۔

"میرے دادا نے تم کو پہلے ہی سے اپنے فیوض و برکات سے مالا مال کر دیا ہے"

سلطان احمد شاہ نے عرض کیا:۔

"یہ صحیح ہے، لیکن ان کی دعا اور ان کے کرم نے میری سلطنت اور میرے خاندان کو ہی نوازا ہے۔ اب میں اس شہر (یعنی احمد آباد) کے لیے دعا کا متمنّی ہوں"

یہ سن کر حضرت قطبِ عالم نے فرمایا کہ:

"یہ شہر خداوندِ تعالیٰ کی مہربانی سے تا ابد آباد رہے گا"

سلطان احمد شاہ ایک فقیر دوست بادشاہ تھا۔ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ:[2]

"واز جملہ خوبی ہائی سلطان احمد بانی احمد آباد ایں است کہ در عہدِ سلطنتِ اُو سیّد برہان الدین المخاطب من عند اللہ بقطب العالمین در تبوہ بودہ و حضرت سید محمد المخاطب بشاہ عالم در رسول آباد و حضرت شرف الدین مشہدی در بروج و در تپن حضرت رکن الدین نبیرۂ حضرت فرید الدین گنج شکر"

---

[1] مراۃِ احمدی (ضمیمہ) ص ۲۷

[2] تاریخ سلاطینِ گجرات۔ ص ۲۲۔

(جملہ خوبیوں میں سے سلطان احمد بانیِ احمد آباد کی خوبی یہ ہے کہ اس کے عہدِ حکومت میں سید برہان الدین المخاطب بہ قطب عالم بتوہ میں اور حضرت سید محمد المخاطب بہ شاہ عالم رسول آباد میں اور حضرت شرف الدین مشہدی بھڑوچ میں اور حضرت فرید الدین گنج شکر کے نبیرہ حضرت رکن الدین پٹن میں (شمعِ ہدایت) تھے۔"

سلطان محمد شاہ دوم کو بھی حضرت شیخ احمد کھتوؒ سے گہری عقیدت تھی۔ وہ ان کا معتقد تھا۔

سلطان قطب الدین جس نے کانکریہ تالاب اور باغِ فردوس بنایا حضرت قطب عالم کا مرید تھا۔[1]

پٹن میں بہت سے اولیائے کرام آسودہ ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ پٹن کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:[2]

"پٹن میں جو ولایتِ گجرات کا قدیم شہر ہے بہت سے مشائخ آسودہ ہیں۔ ان سب میں بڑے اور مشہور جو اس دیار کے صاحبِ ولایت ہیں، شیخ حسام الدین ملتانیؒ ہیں جو شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے خلفاء میں سے ہیں..... درحقیقت اس سرزمین سے عشق و محبت کی خوشبو آتی ہے اور اس کے ویرانوں سے برکت۔ و ولایت کا نور چمکتا ہے، اور اب بھی یہ شہر اہلِ دل کے وجود سے خالی نہیں۔ اور نہ کبھی ہوا ہے۔ ؎

بہر زمیں کہ نسیمے ز زلفِ او زدہ است
ہنوز از سرِ آں بوئے عشق می آید"

---

[1] تاریخ سلاطینِ گجرات۔ ص ۲۷

[2] انوارِ صوفیہ اردو ترجمہ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار۔ ص ۳۳۵۔

حضرت شیخ محمد طاہرؒ نے پٹن میں رہ کر تمام عمر بدعات، اور شرک وکفر کو مٹانے میں گذار دی۔

وہ "صرف عالم ہی نہ تھے، بلکہ مبلّغ اور قاطع بدعت بھی تھے۔ اور انھوں نے ردِّ بدعت کی کوششوں میں شہادت پائی"[1]

وہ بوہرے تھے اور وہ اپنی قوم سے بدعتیں دور کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے ایک مرتبہ یہ عہد کیا کہ جب تک ان کی قوم گمراہیوں اور بدعتوں سے پاک وصاف نہ ہو جائے وہ ہرگز سر پر عمامہ نہ باندھیں گے۔ جب وہ دوسرے علماء کے ساتھ شہنشاہ اکبر کے پاس گئے تو اکبر نے سر برہنہ ہونے کی وجہ دریافت کی۔ جب اس کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا تو اُس نے (شہنشاہ اکبر) نے خود ان کے سر پر عمامہ باندھا۔ انھوں نے علمِ حدیث کو گجرات میں پھیلایا۔

حضرت شاہ وجیہہ الدّینؒ کی رشد و ہدایت کا مرکز احمد آباد رہا۔ ان کے علم وفضل کا دریا احمد آباد میں بہتا تھا اور دور دراز کے علاقوں کو سیراب کرتا تھا۔ ان کا مدرسہ مینارۂ روشنی تھا جہاں سے علم وفضل کی شعاعیں نمودار ہوئیں اور ظلمت وتاریکی کو روشنی میں بدل دیا۔

حضرت خواجہ دانّاؒ نے سورت کو اپنا مرکزِ رشد و ہدایت بنایا۔

شطّاری سلسلہ کو عہدِ وسطیٰ میں جو فروغ حاصل ہوا اس کے اثرات سے گجرات بھی نہ بچ سکا۔ شطّاریہ طریقِ تصوف کو گجرات میں بھی کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری شطّاری نے اس سلسلہ کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔ ان کو اور ان کے بھائی کو شیخ ظہور حاجی حمید نے اپنی

---

[1] رود کوثر۔ از شیخ محمد اکرام۔ ص ۳۳۶۔

فرزندی میں لیا اور ان کو سلوک کی راہیں طے کرائیں اور باطن کی تعلیم بھی دی۔ "نامور خانوادوں کے مشائخ جو کمالات اور حالات رکھتے ہیں اُن کے اطوار اور اسرار بالخصوص شطّاریہ مشرب کی رفتار، دعوت کا فن، افکار کی طرز اور اشغال و تصوف کی سندیں، غرض کہ کل چیزیں دو سال کے اندر تعلیم و تلقین فرما دیں۔" [1]

حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری شطّاری کے تعلقات مغل بادشاہوں سے اچھے تھے۔ شہنشاہ بابر اور ہمایوں دونوں ان کا احترام کرتے تھے۔ شیر شاہ سوری ان کے درپے آزار ہوا۔ وہ گجرات چلے گئے اور اٹھارہ سال گجرات میں گذارے۔ چانپانیر، بھڑوچ اور احمد آباد میں وقت گزارا۔ اس زمانہ کے ایک مشہور عالم شیخ علی متقیؒ نے ان کی تصنیفات کو اسلامی تعلیمات کے خلاف قرار دیا اور ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔ حضرت شیخ وجیہہ الدّینؒ سے جب پوچھا گیا تو انھوں نے اس فتویٰ پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ وہ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔

شطّاری سلسلہ گجرات میں کافی پھیلا۔ حضرت شاہ وجیہہ الدّین کے ذریعہ یہ سلسلہ گجرات اور بالخصوص احمد آباد میں کافی مقبول ہوا۔ حضرت شاہ وجیہہ الدین کے ایک عزیز شاگرد شیخ صبغت اللہ بھڑوچی نے مدینہ منوّرہ میں رہ کر اس سلسلہ کو اسلامی ممالک میں پھیلایا۔ غرض کہ

"سولھویں صدی میں ہندوستان بالخصوص بنگال، بہار، مالوہ، گجرات میں اس طریقے کی اہمیت باقی مشہور قدیمی سلسلوں سے کم نہ تھی۔ اس نے غوثی منڈوی جیسے باخبر اور متوازن الطبع تذکرہ نگار اور شیخ عبد النبی جیسے فاضل پیدا کیے جن کی بچاس سے زاید کتابوں کی فہرست "تذکرۂ علمائے ہند" میں درج ہے ...." [2]

---

[1] منقولہ در رودِ کوثر۔ ص ۳۶۔ [2] رودِ کوثر۔ ص ۴۰۔

کچھ مدّت تک گجرات مہدوی تحریک کا بھی مرکز رہا۔ اس تحریک کے بانی سید محمد جونپوری تھے۔ وہ شیخ دانیال چشتی جونپوری کے مرید تھے۔ سید محمد جونپوری نے چالیس سال کی عمر میں وطن کو چھوڑا اور دانا پور پہنچے، پھر کالپی، چاندیری، چانپانیر، مانڈو ہوتے ہوئے احمد نگر اور بیدر پہنچے۔ بیدر اور چانپانیر میں ڈیڑھ سال رہے۔ گلبرگہ اور بیجاپور گئے اور پھر ڈابول پہنچے۔ مکّہ معظمہ پہنچ کر حج کیا۔ بعدہٗ آپ نے حجر اسود اور رکن کے درمیان مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر کھمبات واپس آئے۔ پھر احمد آباد پہنچے۔ احمد آباد سے پٹن گئے۔ پٹن سے برلی پہنچ کر مہدی موعود ہونے کا دوبارہ اعلان کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مہدی موعود ہونے کا سب سے پہلے آپ نے دعویٰ برلی میں جو نہروالہ پٹن کے قریب ہے، کیا۔

مہدوی تحریک کو جو فروغ ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ :[۵۱]

"مہدویت کی تنظیم و اشاعت کا بڑا ذریعہ ان کے "دائرے" تھے جو مختلف مقامات پر قائم ہوئے۔ ان میں یہ لوگ مل کر رہتے۔ جو کچھ ایک کے پاس ہوتا سب میں برابر بانٹ دیا جاتا۔ شرع کی سختی سے پیروی ہوتی۔ سب مل کر ذکر میں شریک ہوتے جس پر بڑا زور دیا جاتا تھا۔ جماعت کا نظام بڑا سخت تھا۔"

مہدوی تحریک بڑے زوروں سے گجرات میں پھیلی۔ مولانا سید ابوظفر ندوی لکھتے ہیں کہ :[۵۲]

حضرت سید محمد جونپوری کی وفات کے بعد جب اُن کے مقلدین گجرات

---

۵۱ رودِ کوثر۔ ص ۲۵۔

۵۲ تذکرہ علامہ شیخ محمد طاہر محدث پٹن۔ ص ۶۔

آئے تو ان لوگوں نے اصلی تعلیم اتباعِ سنتِ نبوی کے مقابلہ میں دعویٰ مہدویت کی تبلیغ میں بڑے مبالغہ سے کام لینا شروع کیا۔ عوام جہلاء بعض علماء، اہلِ حرفہ اور لشکر کے سپاہیوں نے اس کو قبول کر لیا۔

غرض تھوڑے ہی دنوں میں طاقتور جماعت ہو گئی۔ پھر تو اس مسئلہ میں اس قدر غلو سے کام لیا گیا کہ منکرینِ مہدی کو کافر کہہ دیا اور آخر میں جرأت اس قدر بڑھ گئی کہ جو اہلِ فہم اس کا انکار کرتا اس کو قتل کر ڈالتے اور ہر ایک ان میں سے اپنی جان قربان کرنے کو مذہب کی خدمت اور کارِ ثواب سمجھتا۔"

مکہ معظمہ سے احمد آباد واپس آکر حضرت شیخ علی متقی نے اس تحریک کی سخت مخالفت کی۔ بہت سے مہدوی گجرات چھوڑ کر چلے گئے۔ اور جو لوگ گجرات میں رہے وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ دوبارہ پھر جب اس تحریک نے گجرات میں طاقت پکڑی تو حضرت علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنی نے اس تحریک کے خلاف جدوجہد شروع کی۔ اور دلائلِ عقلی و نقلی اس تحریک کے خلاف پیش کیے۔ انھوں نے اس تحریک کے خلاف ایک رسالہ "نصیحۃ الولاۃ" بھی لکھا۔ غرض علامہ شیخ طاہر پٹنی کی زندگی اس تحریک کے خلاف جدوجہد میں گذری۔

غرض صوفیائے کرام نے گجرات ہی میں کیا بلکہ پورے برّصغیر ہند و پاک اور بنگلہ دیس میں ایک ذہنی انقلاب پیدا کیا۔ آج تمدن و معاشرت کے جو خیالات موجود ہیں وہ سب گذشتہ واقعات و حالات کے نتائج ہیں۔ انھوں نے اپنی ذات والاصفات اور اپنے جمالِ جہاں آرا سے برصغیر اور خاص طور سے گجرات کو نورانی بنانے کی کوشش کی۔

صوفیائے کرام کی زندگی کا ہر لمحہ ملت کی زندگی کے لیے ایک نیا پیام لاتا تھا۔

وہ توحیدِ خالص کے پرستار تھے۔ دینِ کامل کے علمبردار تھے اور تجدیدِ ملت کے طلبگار تھے۔ ان کے پاس نہ کوئی خزانہ تھا اور نہ ہی اُن کے ساتھ کوئی لشکر تھا اور نہ ہی فوج۔ انھوں نے بغیر تیر و کمان اور تیغ و تفنگ کے لوگوں کے دل جیت لیے اور ایسی روحانی سلطنت کا سنگِ بنیاد رکھا کہ جس کو صدیوں کے بعد بھی زوال نہیں ہے

نہ اُن کے ساتھ خیمے تھے نہ سامانِ رسد کوئی
نہ اُن کی پشت پر تھا جز خدا بہرِ مدد کوئی

اور ؎

نہ زرہیں تھیں نہ ڈھالیں تھیں نہ خنجر تھے نہ شمشیریں
فقط خاموش تسبیح تھی فقط پرجوش تکبیریں

صوفیائے کرام کے باطنی تصرفات اور روحانی و اخلاقی عادات نے اپنا کام کیا۔ انھوں نے دباؤ اور جبر کو جائز نہیں سمجھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ

لا الٰہ الا اللہ

(کوئی اللہ نہیں ہے سوائے اللہ کے۔)

کے ذکر سے فضا گونج اٹھی۔

اور کلمۂ شہادت

لا الٰہ الا اللہ محمداً رسول اللہ

(کوئی اللہ نہیں ہے سوائے اللہ کے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔)

پڑھ کر لوگ جوق در جوق اسلامی برادری میں داخل ہوئے۔ تفسیر و حدیث کا چرچا ہوا۔ قرآنی تعلیم اور فرمانِ رسالت لوگوں تک پہنچے۔

بادشاہوں کی عقیدت جو صوفیائے کرام سے تھی اس نے ان کو حق و انصاف کی طرف

مائل کیا۔ چھوت چھات کم ہونے لگی۔ اونچے نیچے کا امتیاز مٹنے لگا۔ بڑا آدمی وہ ٹھہرا جس کے کام اچھے ہوں۔ عمل نیک ہو۔ اطوار و کردار پسندیدہ ہوں۔ صوفیائے کرام کی مجالس میں ہر طبقہ کے لوگ نظر آتے تھے۔ اور وہ ایک دوسرے سے قریب تر ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ مختلف قسم کے لوگ، مختلف نظریات کے لوگ، مختلف زبانیں بولنے والے لوگ ان کی خانقاہ میں جمع ہوتے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہونے کی کوشش کرتے تھے۔

ان بزرگوں نے اپنی خاموش زندگی اور بے لوث خدمتِ خلق سے عوام و خواص سب ہی کو متاثر کیا۔ انھوں نے حق گوئی کا جذبہ پیدا کیا۔ وہ بساطِ سیاست کے مہرے نہیں بنے۔ انھوں نے اپنے اصلی کام کو فراموش نہیں کیا اور نہ ہی مذہب اور مذہبی اقتدار کو سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا۔ وہ مذہبی، روحانی، علمی اور اصلاحی کاموں میں منہمک رہتے تھے۔ شاہانِ وقت کا فکری مزاج بدلنے میں اُن کا بڑا ہاتھ تھا۔

وہ برّصغیر میں اور خصوصاً گجرات میں صوفیانہ تہذیب کے بانی اور حامی تھے۔ صوفیائے کرام کی توجہ سے برّصغیر میں گنگا جمنی تہذیب وجود میں آئی۔

برّصغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش کے اختلاط سے ایک ایسی دلکش و دلفریب تہذیب وجود میں آئی کہ جس کی زمین تو یہاں کی تھی مگر اس کے گل و بوٹے، آب و رنگ اور نقش و نگار خراسانی تھے۔ آگے چل کر یہی تہذیب معیاری تہذیب قرار پائی۔ اُس کے اثرات آج بھی اتنے گہرے ہیں کہ مٹائے نہیں مٹتے۔

اس تہذیب کی خصوصیات انسانی زندگی کی معراج ہیں۔ قناعت، توکّل، امید و بیم، استقامت، محبت، خلوت، مجاہدہ، شکر، مراقبہ، خلوص، صدق، خُلق، ادب، سفر، معرفت، دعا، محاسبہ، مراقبہ، مجاہدہ، ذکر و فکر، صبر اور یقین، اس

تہذیب کے درخت کے پھل اور پھول ہیں۔

صوفیائے کرام ہی نے سب سے پہلے قومی یک جہتی کا نظریہ پیش کیا اور اس کو عملی جامہ پہنایا۔

صوفیائے کرام کو جو حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ وہ مذہبی تعصب اور تنگ نظری سے پاک وصاف تھے۔ ان کی وسیع النظری، انسان دوستی، جمہوری نظریات، ان کا اخوت ومساوات کا پیغام اور ان کے خلوص اور ان کی محبت نے لوگوں کو اُن کا گرویدہ بنا دیا۔ روحانی تربیت کے علاوہ انھوں نے لوگوں کے ساتھ ہمدردی کے جذبہ کو بھی برقرار رکھا اور زندگی کے ہر موڑ پر ان کی دست گیری کی۔

اُن کا کہنا تھا کہ ؎

طاعت آں نیست کہ بر خاک نہی پیشانی
صدق پیش آر کہ اخلاص بہ پیشانی نیست

(طاعت یہ نہیں ہے کہ پیشانی خاک پر رکھے۔ صدق اختیار کر، اخلاص پیشانی سے نہیں ہے۔)

اُن کا مسلک یہ تھا جیسا کہ حافظ شیرازی نے کہا ہے۔ ؎

آسایشِ دو گیتی تفسیر ایں دو حرف ست
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

(دونوں جہان کا آرام ان دو کلموں میں ہے۔ دوستوں کے ساتھ نرمی اور دشمنوں کے ساتھ خاطر مدارات (کرو)۔

ان کا مشرب یہ تھا جیسا کہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔ ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

(ہم نے سکندر اور دارا کا قصہ نہیں پڑھا ہے۔ ہم سے محبت اور وفا کی حکایت کے سوا مت پوچھ۔)

روضۂ خلدِ بریں خلوتِ دُرویشانست
مایۂ محتشمی خدمتِ درویشانست

آنچہ زر میشود از پرتوِ آں قلبِ سیاہ
کیمیائیست کہ در صحبتِ درویشانست

دولتی را کہ نباشد غم از آسیبِ زوال
بے تکلف بشنو دولتِ درویشانست

خسرواں قبلۂ حاجاتِ جہانند ولی
از ازل تا بابد فرصتِ درویشانست

حافظ اینجا باادب باش کہ سلطان و ملک
ہمہ در بندگیِ حضرتِ درویشانست

حصّہ دوم

باب ۳

حضرت امام شاہ

حضرت امام شاہ پیشوائے اہل یقین تھے۔

آپ پیرانہ میں جو احمد آباد سے جنوب و مغرب کی طرف دس میل کے فاصلہ پر ہے رہتے تھے۔[۱] آپ رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین، اور تبلیغ میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ کچھ اور گجرات میں آپ کی تبلیغ کے اثرات آج تک نمایاں ہیں۔ پندرھویں صدی کے آخری نصف حصہ میں آپ نے تبلیغ اور تعلیم و تلقین اس جوش و خروش سے کی کہ بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔[۲]

وفات

آپ ۱۵۱۲ء میں جوارِ رحمت میں داخل ہوئے اور پیرانہ میں آپ کا مزار مرجعِ خاص و عام ہے۔ مسلمان اور ہندو دونوں آپ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں۔[۳]

---

[۱] دی پریچنگ آف اسلام از سر ٹامس ارنلڈ (انگریزی) ص ۲۷۷

[۲] دی پریچنگ آف اسلام از سر ٹامس ارنلڈ (انگریزی) ص ۲۷۷

[۳] دی پریچنگ آف اسلام (انگریزی) ص ۲۷۷

سیرت

آپ اسلام کے علمبردار اور سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرستار تھے۔ رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین اور تبلیغ کی خاطر ہر قسم کی تکلیف اٹھاتے تھے۔ لیکن پھر بھی پیچھے نہ ہٹے۔ عالم باعمل تھے اور درویشِ بے ریا تھے۔ توکل آپ کا شعار تھا۔ لوگوں کے ساتھ محبت اور ہمدردی سے پیش آتے تھے۔

کرامات

آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دو سال تک بارش نہ ہوئی۔ کاشتکار عاجز و پریشان ہو کر آپ کے پاس آئے۔ آپ نے دعا کی۔ آپ کی دعا سے بارش ہوئی۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے کاشتکاروں نے آپ کا مذہب قبول کیا اور آپ کے معتقد ہوئے۔[1]

آپ کی ایک اور کرامت سے متاثر ہو کر کئی لوگوں نے اپنا مذہب چھوڑ کر آپ کا مذہب اختیار کیا۔

ہوا یہ کہ کچھ ہندو زائرین پیرانہ ہوتے ہوئے بنارس جا رہے تھے۔ اتفاقاً آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ وہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ اشنان کرنے کی غرض سے بنارس جا رہے ہیں اور گنگا ندی میں اشنان کر کے وہ پاک و صاف ہوں گے۔

یہ سن کر آپ نے ان سے فرمایا کہ چلو، میں لے چلوں۔ وہ راضی ہو گئے۔ ایک لمحہ میں وہ بنارس پہنچ گئے جہاں انھوں نے گنگا میں اشنان کیا اور پوجا کی اور جب وہ جاگے تو انھوں نے اپنے کو پیرانہ میں پایا۔[2]

---

[1] دی پریچنگ آف اسلام۔ ص ۲۷۷

[2] دی پریچنگ آف اسلام ص ۲۷۷

باب ۴

حضرت احمد بن محمد

حضرت احمد بن محمد صاحبِ حال وقال بزرگ تھے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام نامی اسمِ گرامی محمد ہے۔

نام

آپ کا نام احمد ہے۔

بیعت

آپ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے مُرید تھے۔

پٹن میں آمد

آپ گجرات آکر پٹن میں مقیم ہوئے اور رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔ بہت سے لوگ آپ سے مستفید و مستفیض ہوئے۔

مزار

آپ کا وصال ۸ جمادی الاول کو ہوا۔ مزار پٹن میں ہے۔

باب ۵

حضرت باوا ریحان

حضرت باوا ریحان برگزیدہ بارگاہِ رحمٰن ہیں۔

باوا ریحان کے نام کا آج تک پتہ نہ لگ سکا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا وطن ماوراء النہر تھا[1]۔ بعض کتابوں میں آپ کے متعلق صرف اتنا ملتا ہے کہ[2]:

"اپنے بھائی بابا احمد اور چالیس فقراء کے ساتھ پانچویں صدی ہجری میں بھروچ تشریف لائے اور راجہ سے معرکے کے بعد ۴۳۰ھ میں مدرسہ اور خانقاہ کی تعمیر کی۔ بعد میں ایک گجراتی سردار عماد الملک نے آپ کے مزار پر گنبد تعمیر کروا دیا۔"

آپ کے متعلق جتنا بھی پتہ چل سکا اس کو ایک اور پیرائے میں اس طرح لکھا گیا ہے کہ[3]:

"سنہ ۱۰۷۸ء اور سنہ ۴۲۲ھ میں جب بھروچ کے علاقے میں ہندوؤں کا راج تھا بغداد سے ایک بزرگ باوا ریحان مشائخ اور فقراء کی بڑی تعداد کے ساتھ اشاعتِ اسلام کی غرض سے یہاں وارد ہوئے۔ لیکن راجہ نے ان کی مخالفت کی اور اپنے بیٹے رائے کرن کو ایک بڑی فوج دے کر باوا ریحان کے مقابلے کے لیے بھیجا۔

---

[1] آبِ کوثر از شیخ محمد اکرام۔ ص ۳۳۴

[2] آبِ کوثر ص ۳۳۴

[3] اورینٹیل میمائرس (انگریزی) از فاربس۔

رائے کرن باوا صاحب کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے باوا صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ اور ملک محمد اپنا نام رکھا۔
ان دونوں کی کوششوں سے راجہ کی بیٹی بھاگ دیوی اور اس کے علاوہ بے شمار دوسرے ہندو اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر باوا ریحان کے مرید ہو گئے۔
لیکن رائے کرن کے باپ نے ان کی مخالفت کی اور بالآخر باپ اور بیٹے میں بڑا سخت معرکہ ہوا۔ باپ کامیاب ہوا اور رائے کرن، اس کی بہن اور نو مسلموں کی بھاری تعداد لڑائی میں شہید ہوئی۔ اس کے بعد راجہ نے باوا صاحب سے صلح کر لی اور جب ان کی وفات ہوئی تو وہ بھروچ سے باہر ایک بلند ٹیلے پر دفن ہوئے۔"
آپ کا عرسِ مبارک بھروچ سے کچھ دور ۶ شعبان کو ہوتا ہے۔[1]

باب ۶

حضرت بابو چشتی

کھنبائت میں بہت سے عرب آکر آباد ہو گئے تھے۔ کھنبائت کی بندرگاہ بہت مشہور تھی۔ اس بندرگاہ سے عرب ہندوستان آتے اور ہندوستان سے عرب جاتے تھے۔
کھنبائت میں ابنِ بطوطہ ۷۴۳ھ میں آیا۔ یہاں کی مسجدیں اسے بہت پسند آئیں۔

---

[1] مراۃِ احمدی

کھنبائت کے متعلق اس کے علاوہ اور کچھ نہیں معلوم ہو سکا کہ:

"واضح ہو کہ بندر کھنبائت ایک پرانی آبادی ہے اور بزرگانِ دین بے شمار قدیم ایّام سے آج تک وہاں آرام فرما رہے ہیں۔ ان تمام لوگوں کا حال لکھنا ایک مشکل کام ہے، کیونکہ کتنے ایسے ہیں جن کے حالات سے آگاہی نہیں ہوتی۔"[۵۱]

حضرت بابو چشتی نے اشاعت اسلام کھنبائت میں نہایت گرمجوشی سے کی۔ بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ آپ چشتی سلسلہ سے وابستہ تھے۔ عالم باعمل تھے۔ کامیاب مبلغ تھے اور کامل درویش تھے آپ کا وصال ۸۷۱ھ میں ہوا۔[۵۲]

باب ۷

حضرت بابا غور رفاعی

حضرت بابا غور صاحب الکرامات تھے۔

نام

آپ کا نام مبارک میدی نبی تھا۔

لقب

آپ کا لقب بابا غور ہے اور اسی لقب سے آپ مشہور ہیں۔

---

۵۱ تذکرۂ اولیائے گجرات (ترجمہ مراۃِ احمدی)

۵۲ آبِ کوثر۔ ص ۳۳۶

ملازمت

آپ محمد غوری کی فوج میں ملازم تھے۔ ملازمت کے باوجود اللہ کی یاد سے غافل نہ رہتے تھے۔ عبادت اور ریاضت میں کوئی کمی نہ کرتے تھے۔ جب سلطان محمد غوری کو یہ بات معلوم ہوئی تو اُس نے آپ کو ملازمت کے فرائض سے سبکدوش کر دیا تاکہ آپ یادِ الٰہی میں اپنا پورا وقت گذاریں۔ آپ کو نہایت عزت و احترام سے رخصت کیا۔

حرمین شریف کی زیارت

ملازمت سے سبکدوش ہو کر آپ حج کرنے کی غرض سے مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں حج کا فریضہ ادا کیا۔ آپ نے کئی حج کیے۔

بیعت و خلافت

مکہ معظمہ سے آپ مدینہ منورہ پہنچے اور دربار رسالت میں حاضر ہوئے اپنی عقیدت اور نیازمندی کے پھول پیش کیے۔ مکہ کے قیام کے دوران آپ حضرت اسمٰعیل جبروتی احمدیہ رفاعیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور ان سے خرقۂ خلافت پا کر صاحب اجازت ہوئے۔

مدینہ منورہ میں آپ نے بابا قنبد سے روحانی فیوض و برکات حاصل کیے۔ وہ مجذوبیہ اویسیہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں سینگ پھونکنے اور خاک منہ پر ملنے کا عام رواج ہے۔ بابا قنبد نے روحانی دولت بابا اقبال سے حاصل کی تھی۔ بابا اقبال ذکی مجذوب تھے۔

روحانی فیوض

آپ نسبتِ اویسیہ سے ممتاز تھے۔ حضرت اویس قرنی سے آپ نے روحانی فیض پایا۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بھی آپ کو روحانی فیض پہنچا۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ کے روحانی فیوض و برکات سے بھی آپ مستفید ہوئے۔

آپ بہت سے درویشوں سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ملے اور ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔

شجرہ

آپ کا شجرہ ۲۸ واسطوں سے سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور چودہ واسطوں سے حضرت سید احمد کبیر رفاعی تک پہنچتا ہے۔ شجرہ حسب ذیل ہے:۔

سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ۔ حضرت حبیب عجمیؒ۔ حضرت معروف کرخیؒ۔ حضرت سری سقطیؒ۔ حضرت جنید بغدادی۔ حضرت ابوبکر شبلی۔ حضرت شیخ علی عجمیؒ۔ شیخ علی البازیؒ۔ شیخ ابوالفضل بن قاسمؒ۔ حضرت ابوعلی غلام بن طرفان۔ حضرت شاہ قادر واسطی۔ حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی۔ حضرت عثمان ابن تنجیؒ۔ حضرت یوسف الدینؒ۔ حضرت محض زین الدین عبدالرحیمؒ۔ حضرت محی الدین ابراہیمؒ۔ حضرت شمس الدینؒ۔ حضرت سید قطب الدین ابی۔ حضرت نجم الدین اخ زرؒ۔ حضرت سیّد احمد۔ حضرت تاج الدین۔ حضرت حسن رفاعی۔ حضرت سیّد شریف محمد حسن رفاعی۔ حضرت شیخ برہان علوی۔ حضرت مولانا اسمٰعیل جبروتی رفاعی۔ بابا غور۔

بشارت اور ہندوستان کو روانگی

حضرت غوث الاعظم اور حضرت سید احمد کبیر رفاعی نے آپ کو ہندوستان جانے کی بشارت دی لیکن یہ نہیں بتایا کہ ہندوستان میں کس جگہ جائیں۔ بہرحال آپ نے ہندوستان کا ارادہ کر لیا۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت اسمٰعیل جبروتی احمدیہ رفاعی سے ہندوستان جانے کی اجازت چاہی۔ انھوں نے بخوشی اجازت دے دی۔

سرورِ عالم کا فرمان

مکہ معظمہ سے آپ مدینہ منورہ آئے اور دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور بعد عجز

و نیاز آداب بجالائے۔ آپ پر غنودگی طاری ہوئی۔ خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سرورِ عالم نے آپ کو حکم دیا کہ:

"تم یہاں سے ہندوستان جاؤ اور گجرات میں قیام کرو۔ وہاں ایک دیوی ہے جو جادوگرنی ہے اس پر قابو پاؤ اور وہاں رشد و ہدایت کا کام انجام دو"۔

روانگی

صبح ہوتے ہی آپ اپنے وطن روانہ ہوئے۔ سو مرید آپ کے ساتھ تھے۔ وطن پہنچ کر اور سب سے رخصت ہو کر آپ ہندوستان روانہ ہوئے۔ سمرقند پہنچ کر کچھ دن قیام کیا۔ پھر بخارا ہوتے ہوئے پنجاب میں داخل ہوئے۔ سلطان شہاب الدین غوری سے ملے۔ سلطان شہاب الدین نے آپ کی ہر طرح سے ہمت افزائی کی اور ایک لشکر آپ کے ساتھ کیا۔ پنجاب سے آپ گجرات روانہ ہوئے اور رتن پور پہنچ کر وہاں قیام کیا۔ آپ کے ساتھ مریدوں اور لشکر کے علاوہ آپ کی بہن بی بی مصرا بھی تھیں اور بابا حبش اور بابا رہن بھی تھے۔

پیغام

رتن پور میں پہنچ کر آپ نے اپنی بہن اور بابا حبش کو اُس دیوی کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ صلح لڑائی سے بہتر ہے۔ اسلام میں داخل ہونا بہتر ہے جادو اور بت پرستی سے۔ آخری حل لڑائی ہے۔

جواب

دیوی نے سخت جواب دیا اور آپ کی پیش کش رد کر دی۔

لڑائی

آپ نے پہاڑی پر حملہ کر دیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ آپ کو فتح حاصل ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ دیوی کو ڈبو دیا۔

وفات

سو سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ مزار رتن پور میں ہے۔

خلیفہ

آپ نے اپنی وفات سے قبل اپنے بھائی حضرت بابا جیران کو بھڑوچ روانہ کیا۔ اور یہ تاکید فرمائی کہ وہ بھڑوچ میں رہ کر رشد و ہدایت و تبلیغ کریں۔

حضرت بابا حبش خان غازی آپ کے خلیفۂ اول ہیں۔ حضرت بابا حبش خان غازی کے بعد اس سلسلہ کے ممتاز بزرگ و خلیفہ شیخ بابا سعید رومی۔ شیخ مجذوب۔ شیخ عبدالرحیم ثمرقندی۔ حضرت فیض اللہ۔ ابراہیم مدنی اور سیّد احمد ہوئے۔

سیرت

آپ زہد و تقویٰ کے لیے مشہور تھے۔ متقی، پرہیزگار، بہادر اور بے باک تھے۔ مجاہدانہ زندگی تھی۔ کئی حج کیے۔ ایثار پسند تھے۔

کرامات

آسیب زدہ آپ کے مزار پر جاتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔ وہاں پانی نہیں تھا۔ آپ نے اس جگہ پر جہاں چشمہ ہے اپنی انگلی رکھی اور بسم اللہ پڑھی، چشمہ جاری ہوگیا۔

حاجت براری کے لیے لوگ ناریل لے جاتے ہیں۔ اگر مراد پوری ہوگی تو ناریل زیادہ نکلیں گے، اگر دو ہوں گے تو تین نکلیں گے۔

چور جب آپ کے مزار پر لایا جاتا ہے تو وحشت اس پر غالب ہوتی ہے اور اگر اس نے چوری کی ہے تو وہ قبول لیتا ہے۔

باب ۸

حضرت بابا علی شیر

حضرت بابا علی شیر کا مشرب رندانہ تھا۔ آپ کا شمار قلندر فقیروں میں ہوتا ہے۔ آپ ان بارہ برگزیدہ ہستیوں میں ہیں جنھوں نے احمد آباد کا سنگِ بنیاد رکھنے میں امداد دی۔ آپ ان چار بزرگوں کے علاوہ ہیں جن کا نام احمد تھا اور جنھوں نے احمد آباد کا سنگِ بنیاد رکھا۔

آپ مجذوبوں کی طرح استغراق کی حالت میں رہتے تھے۔ آپ پر وجدانی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ایک سے باخبر تھے اور سب سے بے خبر تھے۔ غلبۂ شوق اس قدر تھا کہ آپ کو جان، تن اور کپڑوں کی بھی فکر نہ تھی۔

آپ ننگے رہتے تھے۔ جب حضرت شیخ احمد کھٹوؒ آپ کے پاس آتے تو آپ تن ڈھک لیتے تھے اور فرماتے:۔

"ارے جلدی کرو۔ کوئی کپڑا لاؤ۔ کپڑا نہ ہو تو کپڑے کا ٹکڑا ہی لاؤ۔ دیکھو۔ دیکھو۔ وہ شریعت کا ستون آرہا ہے۔"

آپ کا وصال ۱۰ جمادی الاوّل کو ہوا۔ آپ کا عرس ہوتا ہے۔ آپ کا مزار سرکھیج میں واقع ہے۔ آپ کی درگاہ میں کسی کو رات کے رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ کی درگاہ کشادہ ہے۔ ایک بڑے گنبد کے نیچے آپ آرام فرما رہے ہیں۔

مزار شریف حضرت بابا علی قلندرؒ (احمد آباد)

باب ۹

حضرت پیر محمد شاہ

حضرت پیر محمد شاہ پیرِ لاثانی ہیں۔ عارفِ اسرار و معارفِ الٰہی ہیں۔

خاندانی حالات

آپ غوث الاعظم میراں محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے ہیں[1]۔ آپ کے دادا کا نام شاہ علاؤالدین ہے۔ وہ قادری، حسنی اور حسینی ہیں۔ حضرت امام حسنؓ کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے حسنی اور حضرت امام حسینؓ کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے حسینی ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کے آبا و اجداد بغداد میں رہتے تھے۔ بغداد سے ان میں سے کچھ لوگ سکونت ترک کر کے ہندوستان آئے، اور ہندوستان آکر بیجاپور میں رہنے لگے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نامِ نامی اسمِ گرامی امین الدین ہے۔ ان کے تین بھائی تھے۔ ایک کا نام سیّد عبدالرحمٰن تھا جو سیّد عَلّا کے لقب سے مشہور تھے۔ یہ سب سے بڑے تھے۔ اور آپ کے والد شاہ امین الدین سے بڑے تھے۔ آپ کے دوسرے بھائی کا نام شاہ حسن ہے جو حضرت صاحب کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کے تیسرے بھائی کا نام سید شاہ حسین ہے جو "ننھا میاں" کے لقب سے مشہور تھے۔ شاہ حسن اور شاہ حسین آپ کے والد سے چھوٹے تھے۔

---

[1] تذکرۂ اقدس از سید ابوظفر ندوی۔ ص ۴۷

آپ کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام شاہ بی بی ہے۔ وہ حسینی تھیں اور حضرت سید محمد گیسو دراز رح کے خاندان سے تھیں۔ اس طرح سے آپ کو حسنی اور حسینی ہونے کا فخر حاصل ہے۔

ولادت

آپ ۱۵ شعبان ۷۱۱ھ کو بیجاپور میں پیدا ہوئے۔

نامِ نامی

آپ کا نام سید محمد ہے۔

خطاب

آپ پیر محمد کے خطاب سے مشہور ہیں۔

لقب

آپ کا لقب حبیب اللہ ہے۔

بچپن کا صدمہ

ابھی آپ سن بلوغ کو نہ پہنچنے پائے تھے کہ والدہ ماجدہ کی محبت اور شفقت سے محروم ہو گئے۔ آپ کی والدہ کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش کا بار آپ کی پھوپھی پر پڑا۔

تعلیم و تربیت

والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ کی پھوپھی نے آپ کی پرورش کی۔ اور

"اورا، ہیچ برادر نیست و پرورش بخانۂ عمہ یافتہ و پدرش در زمانِ حمل شریف وفات یافت"

(اور اُن کے کوئی بھائی نہ تھا۔ اور ان کی پرورش پھوپھی کے گھر ہوئی اور ان کے والد کا

انتقال جب کہ وہ شکمِ مادر میں تھے، اس وقت ہوا۔)

آپ کی اصلی تعلیم و تربیت آپ کے عم مکرم حضرت سید عبدالرحمٰن کے کنارۂ عاطفت میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کیا۔ اس پر سب کو حیرت تھی۔ اور ایک دوسری بات یہ ہوئی کہ جس نے لوگوں کو حیرت میں ڈالا کہ ۱۱۰۷ھ میں آپ نے رمضان کے مہینے میں تراویح خود پڑھائی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد مزید علم حاصل کرنے کی غرض سے آپ مکہ معظمہ و مدینہ منوّرہ گئے اور وہاں کے مشہور اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا۔

بیعت و خلافت

آپ کے عم مکرم حضرت سیّد عبدالرحمٰن نے آپ کو ۱۱۰۹ھ میں اپنی بیعت سے سرفراز فرمایا اور سلسلۂ قادریہ میں منسلک کر کے آپ کو رموز معرفت کی تعلیم دینا شروع کی۔ آپ نے خود "پیرنامہ" میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

چنیں یاد دارم من از پیر خویش
کہ او قادری حق نمائیش کیش
بدہ سیّد و عبدرحمٰن بہ نام
بہ سید علی عرف او در انام
کہ یک روز فرمود تلقین مرا
باسرار پیران واز ما جرا
مرا کرد از چار پیر و در پیر
ہم از چار دہ خانوادہ خبیر

ترجمہ:۔ مجھے یاد ہے کہ میرے مرشد جو حقائق اشیا کے دکھلانے والے سیّد عبدالرحمٰن قادری تھے جن کو لوگ سید علی کہتے تھے۔ ایک دن مجھکو سلسلۂ قادریہ کی تلقین کی اور تمام راز سے

آگاہ کیا اور پھر جو دادہ خانوادوں کا حال مجھ سے بیان کیا۔

پیر و مرشد کی ھدایت

آپ کے چچا پیر و مرشد نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ آپ مکہ معظمہ جائیں اور وہاں کچھ عرصے رہ کر علم حاصل کریں۔

شجرۂ بیعت

آپ کا شجرۂ بیعت حسبِ ذیل ہے:-

حضرت پیر محمد شاہ۔ حضرت سیّد عبدالرحمٰن علی قادری بیجاپوری۔ مولانا سید محمد مدرس بیجاپوری۔ شیخ عبدالعظیم مکی۔ سید شاہ صبغۃ اللہ بھروچی۔ حضرت شاہ وجیہہ الدین گجراتی۔ حضرت سیّد محمد غوث گوالیاری۔ شیخ حمید الحق حاجی حضور، "ابوالفتح سرمست"، شیخ قاضن قادری۔ شیخ عبدالوہاب۔ شیخ عبدالرؤف۔ شیخ محمود قادری۔ شیخ عبدالغفار۔ سیّد محمد قادری۔ سیّد علی قادری حسینی۔ سیّد جعفر احمد۔ شیخ ابراہیم۔ شیخ عبداللہ قادری۔ تاج الدین سیّد عبدالرزاق۔ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی۔ شیخ ابوسعید علی۔ شیخ ابوالحسن علی۔ شیخ یوسف طوسی۔ شیخ عبدالعزیز یمنی۔ ابوالقاسم احمد۔ ابوبکر عبداللہ شبلی۔ ابوالقاسم جنید بغدادی۔ حضرت شیخ سری سقطی۔ حضرت شیخ معروف کرخی۔ حضرت علی موسیٰ رضا۔ حضرت موسیٰ کاظم۔ حضرت جعفر صادق۔ حضرت محمد باقر۔ حضرت علی زین العابدین۔ حضرت امام حسین۔ حضرت امام الاولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ۔ حضرت محبوبِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دیگر سلسلوں سے وابستگی

قادری سلسلے میں منسلک ہونے کے باوجود آپ کو حسبِ ذیل سلسلوں میں شرف بیعت حاصل تھا۔

شطاریہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ۔ فردوسیہ۔ خلوتیہ۔ ہمدانیہ۔ نقشبندیہ۔ مداریہ۔ اویسیہ۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ قادری سلسلے سے آپ کو خاص لگاؤ تھا، اور آپ کو زیادہ فیض بھی اسی سلسلے سے پہنچا۔

مکّہ کو روانگی

پیر و مرشد کا حکم پاکر آپ بیجاپور سے سورت تشریف لائے اور سورت سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ اس وقت شجاعت خاں گجرات کے صوبہ کا حاکم تھا اور بندرگاہ سورت کے پورٹ کمشنر امانت خاں کے انتقال کے بعد نظر علی عارضی پورٹ کمشنر مقرر ہوئے۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے دیانت خاں کو مستقل حاکم مقرر کر کے بھیجا۔

مکّہ میں آمد

آپ قافلہ کے ساتھ مکّۂ معظّمہ پہنچے، اور وہاں پہنچ کر اپنے پیر و مرشد کی ہدایت کے مطابق تحصیلِ علم میں مشغول ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو یہ بھی ہدایت فرمائی تھی کہ تجوید، تفسیر اور تصوف کو خاص طور سے حاصل کرو اور ان پر خاص توجہ دو۔ چنانچہ مکّہ معظّمہ پہنچ کر آپ نے ان علوم کو خاص طور سے اور کافی محنت سے حاصل کرنے کی کوشش کی اور آخر کار کامیاب ہوئے۔

مکّہ کے علماء

مکّہ معظّمہ میں اس وقت بلند پایہ استادانِ فن موجود تھے جو تشنگانِ علم کی پیاس بجھاتے تھے۔ خاص خاص کے نام حسبِ ذیل ہیں :-

عبدالرحمٰن بن محمد ذہبی۔ عبداللہ بن طرفہ۔ عبدالملک بن حسین عصامی۔ ابوعبداللہ جمال الدین۔ محمد بن احمد بن سعید عقیلہ۔ محمد بن شیخان بن عمر سالم۔ مصطفےٰ ابن فتح اللہ مکّی۔ شیخ عیسیٰ جعفری۔ شیخ محمد بن سلیمان۔ شیخ محمد شرنبلالی۔ علامہ جمال عبداللہ ابن سالم بصری۔ شہاب احمد بن محمد نخلی۔ بدر حسن بن علی عجمی۔ تاج الدین بن احمد مکّی۔ ملّا الیاس بن ابراہیم کورانی۔ شیخ حسین بن عبدالرحیم نملی۔ شہاب احمد بن محمد دمیاطی۔ سید

محمد بن علی الاحمدی ۔ سید عبداللہ بن علی باحسین مقاف ۔ شیخ قاسم بن محمد بغدادی ۔ شیخ محمد ابوالواہب بن عبدالباقی ۔ شہاب الدین بن عبداللہ مکّی ۔ علی بن جمالی ۔ سید محمد شلی ۔ محمد بن سلیمان مغربی ۔

استفادہ

آپ چھ سال مکّہ میں رہے اور سیّد عبدالرحمٰن کے علاوہ عبداللہ بن طرفہ ۔ محمد بن احمد بن سعید ۔ محمد بن شیخان بن عمر سالم ۔ مصطفےٰ ابن فتح اللہ مکّی سے آپ نے علم حاصل کیا اور دیگر علماء کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے ۔

مدینہ میں آمد

آپ نے مکّہ میں چھ سال قیام کر کے ۱۱۱۵ھ میں مدینہ کو کوچ فرمایا ۔ مدینہ پہنچ کر آپ نے وہاں سات سال قیام فرمایا اور اس سات سال کے عرصے میں آپ علم حاصل کرنے میں ہمہ تن مشغول رہے ۔

مدینہ اُس وقت علوم وفنون کا گہوارہ تھا ۔ بلند پایہ اور مشہور علماء وفضلاء وہاں رہتے تھے ۔ اُن میں سے خاص خاص کے نام حسبِ ذیل ہیں :

احمد یکدست ۔ مولانا اسعد اسکداری ۔ مولانا عبدالرحمٰن سمہوری ۔ مولانا عبدالکریم خلیفتی ۔ مولانا سید عبداللہ الحداد ۔ مولانا علی بن ابراہیم شروانی ۔ علی بن احمد قریشی مغربی ۔ محمد ابراہیم بری ۔ علامہ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کورانی ۔ شیخ ابوطیب محمد بن ابی حسن ۔ محمد خلیفتی عباسی ۔ محمد بن عبدالہادی سندھی ۔ مولانا یحییٰ ابن ابراہیم بن احمد ۔ مولانا سیف بن ابراہیم بن محمد اکمل الدین شروانی ۔ یوسف خطیب مدنی ۔

آپ نے اِن اساتذہ، علماء اور فضلاء کی صحبت سے فائدہ اٹھایا اور بعض سے علوم وفنون حاصل کرنے میں مدد لی ۔

ذوق وشوق

علمی ذوق وشوق آپ کو بے چین رکھتا تھا۔ ہر چشمہ پر جاتے اور سیراب ہوتے تھے۔ مدینہ میں جن علماء سے آپ نے خاص طور سے علم حاصل کیا ان کے نام حسب ذیل ہیں:۔

مولانا احمد یک دست۔ مولانا احمد اسکداری۔ مولانا عبدالکریم خلیفتی۔ سیّد عبداللہ الحدادی۔ علی بن ابراہیم شروانی۔ محمد بن عبدالہادی سندھی۔ یوسف بن ابراہیم شروانی۔ یوسف خطیب مدنی۔

حج

قیامِ مکّہ اور مدینہ کے دوران آپ نے ایک سے زیادہ حج کیے۔

ہندوستان میں آمد

مدینہ منوّرہ میں سات سال قیام فرما کر آپ ہندوستان تشریف لائے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب بہادر شاہ کی لاہور میں وفات ہو چکی تھی اور جہاندار شاہ دہلی کے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس وقت گجرات کا گورنر آصف الدولہ اسد خاں تھا اور اس کا نائب یعنی نائب حاکم سربلند خاں تھا۔ اور اس وقت بندرگاہ سورت کا پورٹ کمشنر یعنی مصدی محمد بیگ خاں تھا۔

احمد آباد میں سکونت

ہندوستان آکر آپ احمد آباد تشریف لے گئے۔ آپنے احمد آباد آکر شہر سے باہر راج پور محلہ بی بی کی مسجد میں قیام کیا۔ اس وقت راج پور کا محلہ بہت آباد اور بارونق تھا۔ راج پور محلہ کے متعلق علی محمد خاں نے لکھا ہے کہ:۔

"راج پور بسیار کلاں مشابہ شہرے آباد بود و تجارت پیشگاں و اہلِ کار و خدمات و کاسب پیشہ و جماعت کبیر بواہیر و جماعہ خرد بیشترے بہ تجارت براری و بجارمی می پرداختند، ساکن بودند، و عمارات مطبوع دلکش عالی کہ بہ صرف مبلغہا عمارت شدہ بود۔"[1]

---

[1] ضمیمہ مراۃ احمدی۔

ترجمہ: راج پور ایک بڑا محلہ مثل شہر کے آباد تھا اور ہر قسم کے اہلِ صنعت و حرفت اور تاجر یہاں رہتے ہیں۔ سنّی بوہرے اور داؤدی جو خشکی اور تری کی تجارت میں مشغول ہیں، اسی جگہ رہتے ہیں۔ لوگوں نے بڑی بڑی بلند، عالیشان، خوبصورت عمارتیں بنا رکھی ہیں۔

ایک واقعہ

ایک دن آپ ایک معتقد کے کارخانہ میں تشریف لے گئے اور ایک لکڑی کے تختہ پر ٹیک دے کر بیٹھ گئے۔ اُس شخص نے آپ کو کسی اچھی جگہ بٹھانے کی کوشش کی لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہے۔ بات چیت کرتے رہے پھر اپنی قیام گاہ کو تشریف لے گئے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص کی نظر اچانک اس لکڑی کے تختہ پر پڑی۔ اس کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ اس لکڑی کے تختہ پر آپ کے جسم مبارک کا نشان پڑ گیا تھا۔ اس بات کا چرچا ہوا اور لوگوں کا اژدہام ہونے لگا۔

سکونت میں تبدیلی

آپ شہرت پسند نہ کرتے تھے۔ آپ راج پور سے سکونت ترک کر کے کالو پور میں رہنے لگے۔

اظہارِ کرامت

ایک دن آپ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک دوکان پڑی۔ وہاں ایک شخص بیٹھا ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ آپ وہاں جا کر کھڑے ہو گئے۔ دوکان دار نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے۔ اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ پانی پلاؤ۔ اس نے آپ کو پانی پیش کیا۔ آپ پانی پیتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کا حل فلاں صفحہ پر اور فلاں بحث میں ہے۔ اُس شخص نے وہ صفحہ اور وہ بحث نکالی تو واقعی حل موجود تھا۔ یہ دیکھ کر اس کو آپ سے محبت اور عقیدت

پیدا ہوئی۔

اُس شخص کا نام محمد فاضل تھا، اور جو کتاب وہ پڑھ رہا تھا اس کا نام نصوص الحکم تھا جس کے مصنف حضرت محی الدین ابنِ عربی ہیں اور جو تصوف کی ایک مشہور کتاب ہے۔ محمد فاضل جب پیالہ اندر رکھ کر باہر آئے تو دیکھا کہ آپ (حضرت پیر محمد شاہ) وہاں نہیں ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ دوکان کھلی چھوڑ کر آپ کی تلاش میں نکلا۔ اور گلی کوچے آپ کا پتہ لگاتا ہوا اور لوگوں سے پوچھتا ہوا کہ اس اس حلیہ کا کوئی آدمی ادھر سے تو نہ گذرا۔ ناکام واپس اپنی دوکان پر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ وہاں کھڑے مسکرا رہے ہیں اور دوکان کھلی ہے۔

آپ کی یہ کرامت دیکھ کر محمد فاضل نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور آپ کو لے کر گھر آئے اور ماحضر پیش کیا۔ آپ اکثر دوکان پر جاتے اور محمد فاضل سے تصوف کے مسائل پر گفتگو کرتے۔ ایک دن آپ نے محمد فاضل سے فرمایا کہ میں نے تمہارا نام محمد ظہور رکھا ہے۔ اس نام نے کچھ ایسی شہرت حاصل کی کہ محمد فاضل آج تک محمد ظہور کے نام سے ہی مشہور ہیں۔

چلّہ کشی

آپ نے ۱۱۲۳ھ کے آخر میں درگاہ حضرت شاہ وجیہہ الدینؒ میں شب و روز چالیس دن تک چلّہ کشی فرمائی۔ دنیا اور دنیا والوں سے ان ایام میں بالکل کنارہ کش رہے اور حضرت شاہ وجیہہ الدینؒ کی روحانی دولت سے مالا مال ہوتے رہے اور اُن کی روح پُرفتوح سے فیض پاتے رہے۔ غرض

"سید پیر محمد شطاری، سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث الصمدانی کی اولاد میں ہیں۔ ولی کامل عامل درجات تھے شاہ وجیہہ الدین گجراتی اور ان کے جانشین شاہ عبداللہ گجراتی سے فیوضات ظاہری اور باطنی اخذ کیے۔"[1]

[1] برکات الاولیاء ص ۱۵۲

جامع مسجد میں قیام

آپ کالوپور سے سکونت ترک فرما کر جامع مسجد میں رہنے لگے۔ اور بقیہ عمر جامع مسجد میں گذاری۔ کہیں آتے جاتے نہ تھے۔ البتہ حضرت شاہ وجیہہ الدینؒ کی درگاہ پر پابندی سے حاضری دیتے تھے۔ جامع مسجد آپ کی رشد و ہدایت کا مرکز بن گیا۔ رشد و ہدایت فرماتے اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ پس

"در مسجد جامع احمد آباد سکنا مدزیدند و تا آخر زندگی ہمانجا بسر بردہ وصاحب طریقت و سلوک بودند، و اکثرے را تلقین و ارشاد نمودند و گوشہ نشینی و عزلت گزینی اختیار کردند و ہیچ جا آمد و رفت نہ می کردند مگر در جناب حضرت شاہ وجیہہ الدین ہر روز بلا ناغہ برائے قدم بوسی می آمدند"

ترجمہ:۔ احمد آباد کی جامع مسجد میں قیام فرمایا اور آخر عمر تک اسی جگہ رہے۔ آپ صوفی واقفِ طریقت و شریعت تھے۔ اکثر لوگوں کو آپ نے ہدایت فرمائی۔ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور کسی جگہ آتے جاتے نہ تھے مگر درگاہ حضرت شاہ وجیہہ الدینؒ پر روزانہ بلا ناغہ فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوتے۔

خدمت

یہ خدمت آپ کے سپرد مراقبہ میں روحانی طریقہ سے کی گئی تھی کہ مسجد میں جو لوگ آئیں آپ اُن کے پیر دھلائیں۔ آپ نے یہ خدمت بخیر و خوبی انجام دی۔ ہر جانے والے کے جوتنگے پیر ہوتا آپ پیر دھلاتے تھے۔

انور خاں کی باریابی

جواں مرد خان بابی نے احمد آباد پر مستقل قبضہ کر کے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ جواں مرد خاں بابی تین بھائی تھے۔ ان کے ایک بھائی کا نام انور خان تھا۔ انور خاں کو درویشوں اور فقیروں سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ اہلِ علم کی بھی قدر کرتا تھا اور

علماء کی عزت کرتا تھا۔

ناظمِ گجرات مبارز الملک کے زمانہ میں ۱۱۴۴ھ میں انور خاں کو صفدر خاں کا خطاب ملا اور پانصدی منصب اور رادھن پور کی فوجداری بھی دی گئی اور جوان مرد خاں کی شرکت میں ان کو تیس ہزار بیگھہ زمین بھی ملی۔ انور خاں نے ۱۱۴۷ھ میں پرگنہ موندہ، ماترا اور تریاڈ ٹھیکہ پر لیا لیکن مرہٹوں کی یورش سے ان کو ٹھیکہ میں نقصان ہوا۔ انور خاں ۱۱۴۹ھ میں پٹن کے نائب فوجدار ہوئے۔ اپنے بھائی جوان مرد خاں بابی کے احمد آباد پر قبضہ کرنے کے بعد سے یعنی ۱۱۵۶ھ سے وہ بھائی کو سہولت پہنچانے اور اس کی مدد کرنے کی غرض سے احمد آباد میں رہنے لگے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ آپ (حضرت پیر محمد شاہ) کا چاروں طرف شہرہ تھا اور مخلوق آپ کے چشمۂ فیض سے مستفید ہو رہی تھی۔ انور خاں کو چونکہ درویشوں سے بے حد عقیدت تھی آپ کا شہرہ سن کر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ پہلی ہی ملاقات میں وہ آپ کا ایسا گرویدہ ہوا کہ وقت نکال کر آپ کی خدمت میں پابندی سے حاضر ہونے لگا۔

انور خاں کی استدعا

انور خاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ ایک دن اُس نے عرض کیا کہ:

"حضور سے ایک درخواست ہے اگر قبول ہو تو زہے قسمت۔ حضور اپنے دستِ مبارک پر بیعت فرما کر اس عاجز اور گنہگار کو شرف بخشیں۔ اگر حضور اپنے غلاموں میں مجھے شامل کریں تو اس سے بڑھ کر میری کیا خوش قسمتی ہوگی"۔

جواب

حضرت نے انور خاں کو جواب دیا کہ:

"فقیری اور درویشی آسان نہیں۔ یہ ہر ایک کے بس کا کام نہیں۔ تم اس کے

اہل نہیں اور نہ یہ کام تم انجام دے سکو گے۔ بات یہ ہے کہ فقیروں کا کام فقیر ہی کر سکتا ہے۔ تم امیر ہو۔ صاحب دولت ہو، صاحبِ ثروت ہو۔ تم جیسے لوگوں سے بھلا یہ کام کیوں کر اور کیسے ہو گا۔"

اصرار

انور خاں اپنی دھن میں لگا رہا اور برابر عرض کرتا رہا۔ ایک دن اس نے نہایت عاجزی سے غلاموں میں شامل کرنے کے لیے عرض کیا۔

شرط

حضرت نے اس مرتبہ بجائے صاف انکار کرنے کے ایک شرط رکھی کہ اگر انور خاں وہ شرط پوری کرے تو مرید بن سکتا ہے۔ آپ نے انور خاں سے فرمایا کہ تم کو ایک شرط پر بیعت کر سکتا ہوں۔ اور وہ شرط یہ ہے کہ ایک دن تم سارے احمد آباد میں گلی کوچے میں جاؤ اور در در بھیک مانگو۔

حکم کی بجا آوری

انور خاں نے ایک سچے اور مخلص طالب کی طرح بغیر کسی پس و پیش کے شرط قبول کی۔ دوسرے ہی دن وہ کشکولِ گدائی ہاتھ میں لے کر گھر سے نکلا اور احمد آباد کی سڑکوں پر، گلیوں اور محلوں میں در در بھیک مانگتا پھرا۔ لوگوں نے انور خاں کو جب اس حال میں دیکھا تو ان کو سخت تعجب ہوا۔ بعض کہنے لگے کہ عجیب بات ہے کہ حاکمِ شہر جوان مرد خاں بابی کا بھائی بھیک مانگ رہا ہے۔ اس میں کوئی مصلحت معلوم ہوتی ہے۔ وہ ضرورت مند تو نہیں ہے۔ سب لوگوں نے انور خاں کو بڑی بڑی رقمیں پیش کیں لیکن انور خاں نے وہ رقمیں لینے سے انکار کیا اور کہا کہ وہ صرف ایک بادام یا ایک پیسہ کشکول میں ڈالیں۔ اس سے زیادہ وہ نہ لے گا۔

دن بھر بھیک مانگنے کے بعد شام کو کشکول گدائی ہاتھ میں لیے آپ کے حضرت

پیر محمد شاہ) کے دربار میں حاضر ہوئے اور پیروں پر گر گئے اور دست بستہ عرض کیا کہ حکم کی تعمیل میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

بیعت

آپ نے انور خاں کو راسخ العقیدہ دیکھ کر اور اس کے ذوق و شوق سے متاثر ہو کر اس کو اپنے دستِ حق پرست پر بیعت فرما کر سرفراز فرمایا۔

جوان مرد خاں بابی کی مخالفت

انور خاں کے بھائی جوان مرد خاں بابی حاکم شہر کو جب اس بات کا علم ہوا کہ اس کے بھائی نے در در بھیک مانگی ہے تو اس کو سخت ناگوار ہوا اور جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ اس کے بھائی نے آپ کے (حضرت پیر محمد شاہؒ) کے حکم سے ایسا کیا ہے تو وہ سخت غصہ ہوا اور آپ کی مخالفت پر آمادہ ہوا۔ اُس نے آپ کی گرفتاری کا حکم صادر کیا، لیکن جب سپاہی آپ کو گرفتار کرنے کی غرض سے جامع مسجد میں آیا تو اس پر آپ کا ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ ناکام واپس گیا۔ جوان مرد خان بابی کچھ سپاہی لے کر جامع مسجد میں آیا لیکن وہ بھی آپ کو گرفتار نہ کر سکا اور شرمندہ ہو کر واپس چلا گیا۔

انور خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اپنے بھائی جوان مرد خاں بابی سے ناراض ہو کر اودے پور چلا گیا۔ اس کے بھائی جوان مرد خاں بابی نے اس کو راضی کر کے احمد آباد بلایا اور اس کو اپنا قائم مقام بنایا یعنی نائب صوبہ دار کا عہدہ اس کے سپرد کیا۔

ایک اہم واقعہ

ایک شخص زین العارفین بن اخوند عبد العزیز سنّی بوہروں کی جماعت میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ وہ سنّی بوہروں میں وعظ کہا کرتے تھے۔ ان کو آپ کا اقتدار ناگوار تھا۔ اکثر آپ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرتے تھے۔ آپ کے معتقدوں اور مریدوں کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ ان کے خلاف ناراضگی اس حد تک پھیلی کہ

خیال ہوا کہ کہیں جھگڑا بڑھ کر فتنہ و فساد کی صورت اختیار نہ کرلے۔ اکابرینِ قوم نے یہ طے کیا کہ اس جھگڑے کو آپس میں بیٹھکر طے کرلیا جائے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ حضرت شاہ وجیہہ الدینؒ کی درگاہ میں بیٹھ کر اس کو خوش اسلوبی کے ساتھ طے کرلیا جائے۔ حضرت شاہ وجیہہ الدینؒ کی درگاہ میں سب جمع ہوئے۔ وہاں زین العارفین بن اخوند عبدالعزیز کو بھی بلایا گیا۔ وہ اپنے لڑکے کو ساتھ لے کر آئے۔ معاملات زیرِ بحث آئے۔ ان کی طرف سے جو شبہ تھا کہ وہ آپ کے (حضرت پیر محمد شاہؒ) کے مریدوں کو آپ سے بدظن کرنے کی کوشش کریں گے اور آپ کے معتقدین کو ورغلا کر اپنا مرید بنانے کی کوشش کریں گے اس کا بھی حل تلاش کیا گیا۔ جب سب معاملات بخیر و خوبی طے پا گئے تو یہ طے پایا کہ ایک اقرار نامہ یا عہد نامہ تیار کیا جائے جس پر اس کے زین العارفین بن اخوند کے دستخط ہوں۔ وہ اس بات پر راضی ہو گئے۔ عہد نامہ پر زین العارفین بن اخوند عبدالعزیز نے بخوشی دستخط کیے اور اس کے لڑکے عبدالرحیم نے بھی دستخط کیے۔ اس عہد نامہ پر اکابرین قوم و مشائخِ عظام نے بھی دستخط کیے۔ عہد نامہ حسب ذیل ہے:۔

"باعثِ تحریر ایں سطور آنکہ منکہ زین العارفین بن ملان عبدالعزیز بن عبدالرحیم از قوم بوا ہیر بحضور عیان مشائخ عظام و جماعت مسلمین در روضۂ متبرکہ حضرت العارفین زبدۃ الواصلین حضرت شاہ وجیہہ الدین قدس اللہ سرہٗ الیقین، اقرار صحیح کردم و اعتراف معتبر نمودم بریں معنی کہ من مقرر مدت العمر شجرۂ ارادت بکسے ندادہ ام و آئندہ کسے را نخواہم داد و مریدم نکردہ ام و نخواہم کرد و منصب وعظ فقط امید دارم و بمردم میمن پندد نصیحت می کنم، و نیز تنکیر سیادت حقانی و معارفِ آگاہ حضرت سیّد محمد شاہ صاحب مدظلہ و خلافت مختلف از سلسلۂ بندگی حضرت میانجی صاحبِ

سطور دنیستم و در نہان بحضور کسے نگفتم و نخواہم گفت و نگویم اگر خلاف نوشتہ مافی الصدور ایں معنی بہ وقوع آید مجرم و گنہگار شرع شریف باشم۔ بنابرآں ایں چند کلمات بطریق دست آویز و بند نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال عندالوقت بکار آمد۔ تحریر فی التاریخ پانزدہم شہر ربیع الثانی ۱۱۶۳ھ

(۱۵ ربیع الثانی ۱۱۶۳ھ)

(۱) العبد ملان زین العارفین آنچہ سطور است در متن منظور است۔

(۲) العبد عبدالرحیم بن ملان زین العارفین ولد ملان عبدالعزیز آنچہ در متن مسطور است قبول است

(۳) ملان زین العارفین کتبہ نوشتہ دادہ در روضۂ مبارک حضرت شاہ وجیہہ الدین قدس اللہ کہ مرید نہ کنم و در جناب حضرت شاہ محمد صاحب سخنہائے بے ادبی نکنم، مطلع صلاح الدین۔

(۴) من الشاہدین فقیر عطاء اللہ بن سیّد رحمت اللہ

(۵) ذالک کذالک اطلعت علی ذالک حررہ محمد باقر بن سیّد غنی محمد عفی اللہ عنہا۔

(۶) من الشاھدین علیہم، محمد بدرالدین بن ملک بن محمد صادق مرحوم

(۷) مطلع علی مافیہ عبدالکریم بن محمد عبدالرحیم عفی عنہا۔

(۸) متن اطلع باقرار والمقر... نور محمد بن حامد ولد علاء الدین عفی عنہا۔

(۹) عمر بھائی کریم بھائی (بزبانِ گجراتی)

(۱۰) سیٹھ محمد عظمت (بزبانِ گجراتی)

بابی کا غصہ

جوان مردخاں بابی کو جب اس عہد نامہ کی خبر ہوئی تو وہ بہت غصے ہوا۔ وہ یہ سمجھا کہ یہ عہد نامہ نہیں ہے بلکہ مچلکہ ہے اور مچلکہ لینا عدالت کا کام ہے اس لیے آپ وہ عہد نامہ لکھانے کے مجاز نہ تھے۔ اس نے یہ بھی سمجھا کہ یہ عہد نامہ خود آپ نے

لیا ہے، حالانکہ آپ کو اس کی خبر نہ تھی۔ غرض جوان مرد خاں بابی نے حکم دیا کہ آپ کو گرفتار کر کے بھدرلایا جائے۔

حکم کی منسوخی

انور خاں کو جب اس حکم کی خبر ہوئی تو وہ اپنے بھائی کے پاس گیا اور اصل حقیقت سے اس کو آگاہ کر کے اس کا سابقہ حکم منسوخ کرایا۔

عہد نامہ کا اردو ترجمہ

"اس تحریر کا سبب یہ ہے کہ میں زین العارفین بن ملّا عبدالعزیز بن عبدالرحیم قوم بوہرہ بزرگوں، مشائخوں اور مسلمانوں کے سامنے حضرت شاہ وجیہہ الدین قدس سرہٗ کے روضہ میں صدق دل سے اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نے عمر بھر میں کسی کو آج تک شجرۂ بیعت نہیں دیا ہے اور نہ آئندہ کسی کو دوں گا اور میں نے آج تک کسی کو مرید نہ کیا ہے نہ آئندہ کروں گا۔ میں صرف ایک واعظ کا عہدہ رکھتا ہوں اور مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہوں اور میں حضرت سید پیر محمد شاہ اور ان کے مختلف سلسلوں کا بالکل منکر نہیں ہوں اور ظاہر اور باطن میں کسی سے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا ہے اور نہ آئندہ کہوں گا نہ فی الحال کہتا ہوں۔ مگر اس لکھے ہوئے کے خلاف کبھی ظہور میں آئے تو میں مجرم اور گنہگار شرع شریف (یعنی خدا و رسول) کا ہوں۔ اس لیے یہ چند کلمے بطور دستاویز کے لکھ دیے کہ وقت پر کام آئے۔ ۱۵ ربیع الثانی ۱۱۶۳ھ۔

الزام

اسی واقعہ کو جوان مرد خاں بابی کے خوف اور اثر سے مرعوب ہو کر دوسری طرح لکھا گیا ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ عہد نامہ آپ کی تحریک، مرضی اور ایما سے لکھا گیا اور اس کا آپ کو پورا علم تھا

یہ عہد نامہ اس طرح دیا گیا ہے:۔ [۱] (۱ مراۃ احمدی۔ ص ۱۰۴۔ خاتمہ)

"چوں اکثر قوم بواہیر مرید سیّد گردیدہ اعتقاد بدیشاں آوردہ بودند و زین العارفین پسر اخوند عبدالعزیز نیز شیوۂ مشیخت اختیار کردہ اکثر بواہیر را مرید می گرفت، ایں معنی بر سید و مریداش بسیار شاق آمد، بنا بر آں بعضے مریدان و معتقدان سیّد بموجب استمزاج ایشان زین العارفین را بہ بے حرمتی تمام کشیدہ آوردہ مچلکہ گرفتند کہ من بعد کسے را مرید نہ گیرد و باز گرد ایں کار سخت نہ گردد۔"

ترجمہ: چونکہ قوم بواہیر کے لوگ سیّد محمد شاہ کے مرید تھے اور حسن اعتقاد ان کے ساتھ رکھتے تھے اور زین العارفین پسر ملا عبدالعزیز نے بھی طریقہ پیری مریدی کا اختیار کر کے اکثر بوہروں کو مرید بنایا اور یہ بات سیّد پیر محمد شاہ اور ان کے مریدوں کو سخت ناگوار گذری۔ اس سبب سے بعض مرید اور معتقد سیّد پیر محمد شاہ کے آپ کی مرضی کے مطابق زین العارفین کو بڑی بے عزتی کے ساتھ پکڑ لائے اور مچلکہ لیا کہ آج کے دن سے ہرگز کسی کو مرید نہ بنائیں گے اور پھر کبھی اس کام کے پیچھے نہ پڑیں گے۔

آخری ایام

وصال سے کچھ دنوں قبل سے آپ پر وجد اور شوق کا غلبہ طاری رہتا تھا! اضطراب اور بیقراری کی حالت میں آپ از خود رفتہ رہتے تھے۔ آپ کی اس حالت کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ:[1]

"غلبۂ جلال کے وقت حضرت پیر محمد شاہ قدس سرہٗ العزیز تین تین روز تک مدہوش رہتے۔ مریدین باصفا سرد پانی ڈالتے مگر آپ ہوش میں نہ آتے کیونکہ آپ پر تو جلالی"

---

[1] برکات الاولیاء۔ ص ۱۵۲

تھے۔ اس لیے جمال کے بجائے جلال کا اثر زیادہ تر تھا۔"

وصال

آپ ۲۶ جمادی الاوّل ۱۱۶۳ھ کو بوقت شب رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔ آپ کی تاریخ وفات

"زہے ذات پاک بودہ"

سے ۱۱۶۳ھ برآمد ہوتی ہے۔

آپ کی وفات کے متعلق علی محمد خاں نے اس طرح لکھا ہے:[1]

"اما از وقوع ایں واقعہ نا ملائم (مراد واقعہ اخوند وجوان مرد خاں بابی) آتشِ غیرت در نہاد سیّد جوش زد۔ پرتوِ صفت جلالی بر انیشاں غلبہ آورد، بمرتبہ کہ حرارت در تمام بدن سرایت کرد و قلق و اضطراب پیدا شد و می غلطیدند و پہلو بہ پہلو میگردیدند، ہر چند خادمان آب سرد در گوش و بر بدن سیدی ریختند لیکن ہرگز انطفاء حرارت نمی شد، تا سہ چہار روز ہمیں حالت ماند۔ آخر بہ ہمیں حالت بست و ہفتم جمادی الاوّل سنہ یکہزار یک صد و شصت و سہ برحمتِ حق پیوستند۔"

ترجمہ:۔ لیکن اس ناگوار واقعہ سے سیّد پیر محمد شاہ کی آتش غیرت بھڑک اٹھی اور جلالی اوصاف کا ان پر غلبہ ہوگیا، یہاں تک کہ اُن کا تمام بدن گرمی سے شعلہ ہوگیا اور اس درجہ بے چینی و بے قراری بڑھ گئی کہ ہر لحظہ پہلو بدلتے اور لوٹتے تھے، مگر قرار نہ آتا تھا۔ خادموں نے بار بار سرد پانی سے غسل دیا لیکن گرمی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ تین چار روز تک یہی حالت رہی۔ آخر اسی حالت میں ۲۷ جمادی الاوّل ۱۱۶۳ھ

---

[1] مراۃِ احمدی۔ ص ۱۰۴ (خاتمہ)

کو رحمتِ الٰہی سے جا ملے۔"

مدفن کے متعلق آپ کی پیشن گوئی

آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنی آخری آرام گاہ کے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔ حضرت شاہ وجیہہ الدینؒ کے مزار پُرانوار پر نہایت پابندی سے حاضر ہوتے تھے۔ جہاں اب آپ کا مزار ہے وہاں ایک جھونپڑی تھی۔ اس میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ جب وہ بڑھیا آپ سے جھونپڑی میں تشریف رکھنے کی درخواست کرتی تو آپ فرماتے:

"ہاں ہاں جب اس جگہ آؤں گا تو پھر اسی جگہ رہوں گا۔"

تجہیز و تکفین

آپ کے مریدوں کا آپ کو موسیٰ سہاگ کے قبرستان میں دفن کرنے کا خیال تھا۔ جب جنازہ لے کر چلے تو اس جگہ پر جہاں اب آپ کا مزار ہے جنازہ رکھ کر نمازِ جنازہ ادا کی۔ پھر جو جنازہ اٹھایا تو جنازہ اُٹھ نہ سکا۔ بعض سمجھدار مریدوں کو آپ کے وہ الفاظ یاد آئے کہ:

"ہاں ہاں جب اس جگہ آؤں گا تو پھر اسی جگہ رہوں گا"۔ چنانچہ آپ کو اسی جگہ دفن کیا گیا۔ جہاں اب آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ کا عرسِ مبارک ہر سال بڑے تزک و احتشام سے احمد آباد میں ہوتا ہے۔

احمد آباد میں آپ کا مزار پُرانوار مرجع خاص و عام ہے۔ بعد میں ایک عالیشان گنبد تعمیر ہوا اور ایک مسجد بھی تعمیر ہوئی۔

مریدین

آپ کا حلقۂ مریدین وسیع تھا۔ آپ کے خاص خاص مریدوں کے نام حسبِ ذیل ہیں:۔

محمد ظہور۔ غلام محمد۔ محمد شریف۔ محمد شجاعت۔ محمد اسحاق۔ محمد فاضل۔ انور خاں۔

سیرت

آپ نے عمر بھر شادی نہیں کی۔ آپ کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے۔ بزرگوں کی صحبت اور خدمت کو غنیمت سمجھتے تھے۔ آپ توکل اور قناعت کی دولت سے مالا مال تھے۔ لوگوں سے بے نیاز رہتے تھے۔ لوگ آپ کو نذر پیش کرتے تو آپ یہ کہہ کر انکار فرماتے کہ "فقیروں کے کس کام کی۔ جاؤ لے جاؤ"۔ ایک شخص نے ایک تھیلی اشرفیوں کی آپ کو پیش کی۔ آپ نے قبول نہیں فرمائی۔ اس شخص سے آپ نے فرمایا کہ:

"بھائی! ہم فقیروں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ کے خزانہ میں کیا کمی ہے۔ اپنے جس بندہ کو جس قدر چاہتا ہے دیتا ہے۔ جاؤ اپنی تھیلی لے لو، اور دوسرے مصرف میں لاؤ۔ فقیروں کو اس کی ضرورت نہیں ہے"۔

آپ ہر کس و ناکس کو مرید نہیں کرتے تھے۔ جس کو اہل پاتے اور جس میں ذوق و شوق دیکھتے اس کو شرفِ مریدی بخشتے تھے۔

اپنے پیر و مرشد سے والہانہ عشق تھا۔ حضرت شاہ وجیہہ الدینؒ کے مزارِ پُرانوار پر پابندی سے حاضری دیتے تھے، لیکن اندر نہیں جاتے تھے۔ باہر سے فاتحہ پڑھ کر واپس آجاتے تھے۔ لوگوں نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ:

"نہیں بھائی۔ ترکِ ادب ہوگا"۔

آپ کے مزار سے اب تک فیض جاری ہے۔ آپ کے معتقدین میں یہ رسم اب تک چلی آتی ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی ماں ایک چلہ کے بعد مع بچہ کے آپ کے مزار پر حاضر ہوتی ہے اور آپ کے مزار کے پائیں بچہ کو رکھا جاتا ہے اور پھر فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔

آپ نے خلافت کسی کو نہیں دی۔ آپ کے اس شعر کے مطابق جو آپ سے عقیدت

اور ارادت رکھتا ہے وہی آپ کا مرید ہے ۔ شعر یہ ہے ۔ ؎

گر کسے در پیرِ خود فانی شدہ
مثلِ اقدس ہست شاہِ بے وزیر

آپ ایک بلند پایہ عالم تھے ، اور علومِ ظاہری و باطنی دونوں سے آراستہ تھے ۔

شعر و شاعری

آپ ایک خوش گو شاعر بھی تھے ۔ آپ فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے ۔ آپ نے فارسی میں اپنا تخلص "اقدس" رکھا ، اور اردو میں "شہید" تخلص ہے بعض فارسی نظموں میں آپ کا تخلص "تراب القدم" ہے بعض نظموں میں بجائے تخلص کے آپ نے اپنا نام دیا ہے ۔

آپ کے فارسی کلام کے کئی مجموعے ہیں جن کے نام ذیل میں دیے جاتے ہیں :

(۱) خلعت شرف (۲) خلعت درر ۔ (۳) خلعت سمند ۔ (۴) پیر نامہ (۵) پیر گنج ۔ (۶) شجرہ عروجیہ و نزولیہ ۔ (۷) شجرۂ قادریہ (۸) شجرۂ قادریہ بہ سند دیگر مختصر ۔ (۹) شجرۂ قادریہ بہ سند دیگر (۱۰) شجرۂ قادریہ در نظم صغیر ۔ (۱۱) قادریہ بہ سند دیگر (۱۲) شجرۂ چشتیہ (۱۳) شجرۂ چشتیہ بہ سند دیگر (۱۴) شجرۂ چشتیہ بہ سند دیگر (۱۵) شجرۂ چشتیہ بہ سند دیگر (۱۶) شجرۂ سہروردیہ (۱۷) شجرۂ اویسیہ (۱۸) سہروردیہ بہ سند دیگر (۱۹) اویسیہ بہ سند دیگر (۲۰) فردوسیہ (۲۱) فردوسیہ بہ سند دیگر (۲۲) شطاریہ (۲۳) خلوتیہ اوّل (۲۴) مداریہ (۲۵) شجرۂ ہمدانیہ (۲۶) چشتیہ بہ سند پنجم (۲۷) نقشبندیہ ۔ (۲۸) نقشبندیہ بہ سند دیگر ۔ (۲۹) مداریہ بہ سند دیگر (۳۰) فردوسیہ بہ سند سوم (۳۱) فردوسیہ بہ سند چہارم (۳۲) شجرۂ مغربیہ (۳۳) شجرہ شاہ عالم (۳۴) نقشبندیہ سند سوم (۳۵) نقشبندیہ بہ سند چہارم ۔ (۳۶) نور الشیوخ ۔ یہ مختلف سلسلوں کا مجموعہ ہے ۔ اس میں قادریہ ۔ شطاریہ ۔ چشتیہ ۔ سہروردیہ ۔ فردوسیہ ۔ خلوتیہ ۔ ہمدانیہ نقشبندیہ ۔

مداریہ، اویسیہ کا ذکر ہے۔ (۳۷) مکاشفات۔ (۳۸) معمہ وغزلیات۔

ذیل میں آپ کے فارسی کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

غیر ذاتم کجا خالق گفتار کجا　　غیر احمد کجا، ناطق اسرار کجا
شمع حسنم کجا بلبل ہر بار کجا　　مہر و جہم کجا قوتِ دیدار کجا
عین احول کجا وحدت ذاتش کجا　　دام ماہی کجا لولو شاہوار کجا
زلف شاہد کجا شانۂ فطرت کجا　　چشمِ زاہد کجا چہرۂ دلدار کجا
یار عقل کجا کوچۂ دلبر کجا　　مست میخانہ کجا شیخی و دستار کجا
عبدالرحمٰن کجا اقدس فدوی کجا　　ابر نیساں کجا قطرۂ دربار کجا

من وجود بے نشان در شان گرفتارم ہنوز　　لامکانم جائے من در جان بیمارم ہنوز
من بہ جہل کنہ ذاتِ خود در آزارم ہنوز　　بر ظہور کنز خویشم عاشقِ زارم ہنوز
نالہ کز اخفاء ذاتم داشتم دارم ہنوز

جز وجودِ ذات بحتم نیست اے دلدارِ من۔　　سوز کہنہ یا فتن و سینۂ افگار من
از برائے ستر شدم ہست حالِ زارِ من　　از برائے جوش شانم در ظہور آزار من
ذات بحتم در تشخص ہست او یارم ہنوز

من شراب و نیز ساقی نیز رندِ بادہ نوش　　اے تو اقدس عین مطلق سرِ وحدت را نبوش
چوں شود مخفی کہ من تسبیح زنارم ہنوز

کلام اُردو

اردو کلام میں آپ کی ایک کتاب "عشق اللہ" بہت مشہور ہے (۲) مرثیہ (۳) رباعی۔

اُردو کلام کا نمونہ

کچھ سکھ نہیں دنیا میں دنیا سے اب جانا بھلا
دو روز کی دنیا میں جینے سے ہے مرنا بھلا

دنیا سراسر نیند ہے آرام چوں سپنا نمن
سپنے کے فانی عیش پر ہنسی ہمیں ہے رونا بھلا

لالن کی ہستی سیں سدا ہے نار مست و نور مست
یک مئی بینی کہ خم سین فرعون مست منصور مست
قاضی قضا میں مست ہے دعویٰ میں مست ہے مدعی
شاہد شہادت مست ہے، دیکھو مزور زور مست

تیرا عشق مجکوں ہے آبِ حیات نہ آوے مجھے موت تیرے سنگات

تو ہے صبح میرا تیرا شمع میں تیرے بن میں جلتا ہوں اے نازنیں

شہیدا تیرا جلوہ منجکوں دیکھا فنا اور بقا کا سبق منجھ سکھا

پیاز ہر قاتل امام حسینؓ میرا دل ہوا تب سے زیر و زبر

امام حسنؓ اور امام حسینؓ سدھارے ہیں تب سوں نہیں کس کو چین

تعلیمات

آپ نے وحدت الوجود کو مثالوں کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی ہے۔
ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ: ؎

ظہورِ الٰہی بہر ذرہ دان
نخستیں تجلی محمد بخوان

نفی اور اثبات تصوف میں دو مقامات ہیں۔ کمالِ نفی کی حالت طاری ہونے پر کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ سکوت کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ اصل میں یہ سکر کی ایک قسم ہے۔ جب طالب اس حالت سے نکل کر اثبات کے درجہ میں آتا ہے تو ہر چیز میں ایک ہی صورت نظر آتی ہے۔ کمال اثبات کے درجہ پر پہنچنے پر صرف خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔ یہ بھی سکر کی ایک قسم ہے۔ عابدوں اور زاہدوں کی زندگی انہی دو درجوں میں ختم ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جن لوگوں پر خداوند تعالیٰ کرم فرماتا ہے اور مرشد کی نظرِ عنایت ان پر ہوتی ہے وہ اس مقام سے نکل کر حالتِ صحو (یعنی ہوش کی حالت میں) آجاتے ہیں اور وہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ اور باطن میں اللہ کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔

کشف و کرامات

آپ صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ بہ نظرِ اختصار یہاں چند پیش کی جاتی ہیں:

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کو سخت پیاس لگی۔ آس پاس کہیں پانی نہ تھا۔ آپ تھوڑی دور چل کر ایک کنوئیں پر پہنچے اور اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر پی لیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔

آپ نے جوان مرد خاں بابی کے بھائی انور خاں کو اس شرط پر بیعت کرنا طے کیا کہ وہ دربدر بھیک مانگے اور اس نے وہ شرط پوری کی اور اس بات کا علم جب جوان مرد خاں بابی کو ہوا تو وہ سخت غصہ ہوا اور آپ سے ناراض ہوا۔ وہ سپاہی لے کر آپ کو گرفتار کرنے کی غرض سے مسجد میں آیا۔ آپ وضو کر رہے تھے اور بہت سے آدمی وہاں موجود تھے۔ جب وہ قریب آیا تو حیرت میں رہ گیا۔ ہر شخص اسے ایسا نظر آتا تھا کہ گویا

مزار شریف حضرت بابا محمد شاہ صاحب رح (احمد آباد)

آپ ہی ہیں۔ وہ شرمندہ ہو کر ناکام واپس چلا گیا۔

ایک دن انور خاں احمد آباد کی جامع مسجد میں جو آپ کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ کچھ پودے چھوٹے بڑے اکھیڑ رہے ہیں۔ انور خاں نے حیرت زدہ ہو کر دریافت کیا کہ کیا شغل فرما رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا:

"کچھ نہیں۔ بابیوں کی جڑ اکھیڑ رہا ہوں"

یہ سُن کر انور خاں نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور میں بھی تو بابی ہوں۔ آپ نے فرمایا "اگر ایسا ہے۔ اچھا تو جانے دو" پودے اکھیڑنا بند کر دیے۔ کچھ چھوٹے پودے باقی رہ گئے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ احمد آباد سے بابیوں کا اقتدار ختم ہو گیا جو چھوٹے پودے باقی رہ گئے تھے وہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی صورت میں قائم رہے۔

آپ نے اپنی جائے مدفن کے متعلق فرمادیا تھا کہ "ہاں ہاں۔ جب اس جگہ آؤں گا تو پھر اسی جگہ رہوں گا" ایسا ہی ہوا۔

باب ۱۰

حضرت پیر غیبن شاہ

حضرت پیر غیبن شاہ بادشاہِ عالمِ مشاہدات ہیں۔ آپ کا مزارِ پُر انوار فیضان کا چشمہ ہے۔ آپ کے مزار سے کرامتیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ گیارہویں شریف کے موقع پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ ایک عقیدت مند پھول پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ اس کو یہ دیکھ کر بہت ڈر لگا اور بہت تعجب بھی ہوا کہ مزارِ مبارک میں یکایک جنبش پیدا ہوئی۔ مزارِ مبارک ہل

رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ مزار سانس لے رہا ہے۔

اس نے جب اس بات کا تذکرہ کیا تو ایک صاحب نظر نے اس کو بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آفت یا مصیبت آنے والی ہے۔ ابھی زیادہ دن نہ گذرنے پائے تھے کہ دریا میں طغیانی آئی اور سیکڑوں آدمی بے گھر ہو گئے۔ جان و مال کا کافی نقصان ہوا۔

لیکن اس کے باوجود دریا کا پانی آپ کے مزار تک نہ پہنچ سکا۔ مزارِ مبارک محفوظ رہا۔

آپ کا مزار پُرانوار بیلی مورا کے پاس مرجع خاص و عام ہے۔

باب ۱۱

حضرت پیر کلی شاہ

حضرت پیر کلی شاہ صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سورت میں بارش نہیں ہوئی۔ قحط سالی کے آثار نمودار ہوئے۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دعا کی اور آپ کی دعا سے ایسی بارش ہوئی کہ خشک سالی دور ہوئی۔

مزارِ مبارک سورت میں ہے۔

باب ۱۲

حضرت پیر علم قرآن

پٹن میں دو بزرگوں کے مزارات مشہور ہیں۔ یہ مزارات نام سے مشہور نہیں ہیں بلکہ پیر علم قرآن کہلاتے ہیں۔ دونوں مزارات خان سرور تالاب کے مغرب کی طرف حضرت شاہ عبداللطیف کے مزار کے قریب واقع ہیں۔

مزار

مزار پٹن میں ہے۔

کرامت

آج بھی اِن مزارات سے فیض جاری ہے۔ جن بچوں کی زبان لکنت کرتی ہے یا وہ بچے جو بول نہیں سکتے ان کو شکر اور گڑ ان مزارات پر لگا کر چٹاتے ہیں۔ ایک مزار پر شکر لگائی جاتی ہے اور دوسرے پر گڑ لگایا جاتا ہے اور پھر ان بچوں کو چٹایا جاتا ہے۔ وہ بچے اچھے ہو جاتے ہیں۔ اگر لکنت ہے تو دور ہو جاتی ہے اور اگر بول نہیں سکتے تھے تو بولنے لگتے ہیں۔

باب ۱۳

حضرات تابعین

حضرات تابعین کے مزارات کا صحیح پتہ نہیں چلتا۔ صحابۂ کرام کو جن لوگوں نے

دیکھا وہ تابعین کہلاتے ہیں۔ سورت میں حضرت سید فتح اللہ جیلانی کا مزار ہے۔ آپ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ عرب سے سورت آئے اور وہاں تبلیغ کی۔ تابعین کے مزارات کا پتہ درویشوں کو بذریعہ کشف معلوم ہوا۔ تابعین کا مزار سورت میں ہے۔

باب ۱۴

حضرات تبع تابعین

راندیر یا راندھیر ایک قدیم بستی ہے۔ سورت سے کوئی تین یا ساڑھے تین میل دور ہے۔ دریائے تاپتی کے دوسری طرف ہے۔

راندیر کا ذکر البرونی نے اپنی تصانیف میں کیا ہے۔ وہاں ۱۲۲۵ء میں جینیوں کی حکومت کا دور دورہ تھا۔ عرب سے کچھ تاجر اور ملاح آکر وہاں آباد ہوئے اور انھوں نے جینیوں سے لڑ کر اور ان کو شکست دے کر خود حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اِن عربوں کو نوائط کہتے تھے[1]۔

راندیر میں تبع تابعین کا مزار بھی ہے۔ تبع تابعین وہ لوگ ہیں جنھوں نے صحابہ کرام کو نہیں بلکہ تابعین کو دیکھا۔ اور صحابۂ کرام کو جن لوگوں نے دیکھا وہ تابعین کہلاتے ہیں۔

---

[1] آبِ کوثر۔ ص۔ ۳۳۴

باب ۱۵

حضرت جلال الدّین حسین شاہ

حضرت جلال الدین حسین شاہ شیخ الزماں ہیں۔ محبوبِ جہاں ہیں۔

خاندانی حالات

آپ مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے خاندان سے ہیں۔ آپ حضرت قطبِ عالم کے پوتے ہیں۔

والد

آپ کے والد ماجد حضرت شاہ محمود عرف شاہ بولا دنیا اور دنیا کے معاملات سے بے نیاز اور بے پروا رہتے تھے۔ جو فتوحات ہوتیں غریبوں اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے یہاں مٹکا خالی ہو گیا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو دریافت فرمایا کہ مٹکا نیا تھا یا پرانا۔ جب آپ کو بتایا گیا کہ مٹکا پرانا تھا تو آپ نے فرمایا کہ فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ نیا مٹکا پانی چوس لیتا ہے۔ اور پرانا مٹکا دولت چوس لیتا ہے۔

ولادت

آپ ۸۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔

جشنِ ولادت

آپ کی پیدائش پر سب کو خوشی ہوئی خصوصاً حضرت قطب عالم کو جنھوں نے شاہ محمود سے اپنی خوشی کا اظہار اس طرح کیا کہ:

"خوش ہو محمود! آج کا دن خوشی کا ہے۔ آج ہمارے اور تمھارے گھر میں

ہمارے اور تمھارے بزرگ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت تشریف لائے ہیں۔

ھدایت

حضرت قطب عالم نے اپنی ایک چادر شاہ محمود کو دی اور یہ ہدایت کی کہ اس میں سے اس بچے کے کپڑے بنانا۔

نام

آپ کا نام جلال الدین حسین ہے۔

لقب

آپ شیخ جیو کے لقب سے مشہور ہیں۔

لقب کی وجہ تسمیہ

ایک دن حضرت شاہ عالم زمین پر چت سو رہے تھے۔ آپ اُدھر آئے تو حضرت شاہ عالم نے آپ سے ان کے سینے پر بیٹھنے کو کہا۔ آپ ان کے سینہ پر بیٹھ گئے۔ حضرت شاہ عالم نے آپ کو اپنے سینۂ مبارک سے لگایا اور پیار کیا اور فرمایا کہ:

"خوش ہو جاؤ جلال۔ جو کچھ مجھے ملا ہے وہ آج میں نے تم کو بخش دیا۔"

اس دن سے آپ شیخ جیو کے لقب سے پکارے جانے لگے۔

بھائی

آپ کے بڑے بھائی شاہ پیارن گھر کا سارا کاروبار سنبھالتے تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت حضرت قطب عالم، حضرت شاہ محمود اور حضرت شاہ عالم کی نگرانی اور سرپرستی میں ہوئی۔ علومِ ظاہری سے فراغت پاکر آپ علومِ باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔

ارادت

بچپن سے ہی آپ حضرت قطبِ عالم، حضرت شاہ محمود دریانوش اور حضرت شاہ عالم کے فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض تھے۔ ان بزرگوں کی توجۂ خاص سے آپ درجۂ کمال کو پہنچے۔

پیشین گوئی

ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت شاہ عالم اور حضرت شاہ محمود بیل گاڑی میں بیٹھے رسول آباد جا رہے تھے۔ آپ بھی بیل گاڑی کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت شاہ عالم نے بیل گاڑی رکوائی اور آپ کو بٹھا لیا۔ انھوں نے خوش ہو کر فرمایا کہ "یہ بھتیجہ مجھے بہت عزیز ہے۔ میں اس خیال سے رنجیدہ رہا کرتا تھا کہ میرے بھائی کے گھر میں میرے بھائی کے بعد معرفت کی روشنی نہ رہے گی۔ لیکن اب جب سے یہ (شاہ جلال) پیدا ہوئے ہیں میں بہت خوش ہوں۔ انشاء اللہ میرے والد اور میرے بھائی کے گھر میں اور قبیلہ میں لاکھوں معرفت کے چراغ روشن ہوں گے اور مخلوق اُن کی روشنی میں چل کر کامیاب و کامران ہوگی۔"

سیرت

آپ ترک و تجرید میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ کی سخاوت مشہور تھی۔ زیادہ وقت یادِ الٰہی میں گذارتے تھے۔ تیس سال کی عمر میں آپ حضرت قطبِ عالم کی درگاہ کے سجّادہ نشین منتخب ہوئے۔

فرمان

ایک دن بادشاہ کے دربار کے دو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس دن آپ کسی کام میں مشغول تھے۔ ان درباریوں نے کہا کہ اتنے کام میں ہوتے ہوئے

حضرت یادِ الٰہی میں کیسے ہو سکتے ہیں۔ دنیاوی کام کی وجہ سے یادِ الٰہی سے غافل ہیں۔ حضرت کو یہ بات ناگوار گذری۔ ان درباریوں کی طرف دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ:

"ہمارے ذمہ بڑی اور اہم ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اُس ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دینا ہمارا فرض ہے۔ فقیر کسی وقت بھی یادِ الٰہی سے غافل نہیں رہتا ہے۔ دنیا والے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا کے کام میں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے کاموں میں رہ کر بھی وہ یادِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ وہ "دل بیار و دست بکار" کا مصداق ہوتا ہے۔ فقیر کو تجارت، کاروبار اور دنیا کے دیگر امور کسی حالت اور کسی صورت میں یادِ الٰہی سے غافل نہیں کر سکتے۔"

سلطانِ گجرات سے تعلقات

گجرات کا بادشاہ مظفر شاہ دویم آپ کا معتقد اور منقاد تھا۔ ایک مرتبہ جو احمد آباد جاتے ہوئے وہ بٹوہ میں رُکا تو اس نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے حضرت قطب عالم کے مزارِ مبارک پر فاتحہ پڑھی۔ آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔

کچھ دنوں بعد سلطان مظفر شاہ دویم بیمار ہوا۔ اس نے سرکھیج جا کر حضرت شیخ احمد کھٹوؒ کے مزار پر حاضر ہو کر صحت کے لیے دعا مانگنا سوچا۔ اُسی رات کو اس نے حضرت قطب عالم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں:

"اے مظفر! یہ کیا بات ہے۔ تم نے اپنے باپ دادا کے قانون کو کیوں توڑا۔ تم ہمارے گھر کیوں نہیں آتے ہو۔؟"

سلطان مظفر نے متعجب ہو کر دریافت کیا کہ

"آپ کا گھر کون سا ہے اور کہاں ہے؟"

حضرت قطب عالم نے بتایا کہ:

"شیخ جیو کا گھر وہ میرا ہی گھر ہے جو ٹبوہ میں ہے۔ جو اُن کے گھر آئے گا وہ در اصل ہمارے ہی گھر آئے گا۔" حضرت قطب عالم نے خواب میں اتنا فرمایا اور سلطان کو صحت کا مژدہ سنایا۔

سلطان مظفر دوئم نے دوسرے دن ٹبوہ جانے کا ارادہ کیا۔ اُسی دن رات کو حضرت قطب عالم نے حضرت شیخ جیو سے فرمایا کہ سلطان مظفر ان کے پاس آرہا ہے۔ اس کے سر پہ ہاتھ رکھنا تاکہ وہ صحت پائے۔ سلطان مظفر نے بٹوہ پہنچ کر حضرت قطب عالم کے مزار مبارک پر فاتحہ پڑھی اور پھر آپ (حضرت شیخ جیوؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سلطان کو دیکھ کر مسکرائے۔ پھر گلے ملے اور پھر فرمایا کہ:

"جس طرح قطب عالمؒ نے بادشاہ کو درویش کی ملاقات کا حکم دیا ہے اسی طرح درویش کو بھی سلطان کی ملاقات کا حکم ملا ہے۔"

آپ نے سلطان کی صحت کے لیے دعا کی۔ کچھ ہی دنوں میں وہ تندرست ہو گیا۔

ایک مرتبہ سلطان مظفر دوئم وضو کر رہا تھا۔ بہت پانی خرچ کیا لیکن وضو ختم نہ ہوا۔ اس نے علماء سے وضو کے بارے میں مشورہ کیا لیکن اس کا وہم دور نہ ہوا۔ آخر کار آپ (حضرت شیخ جیوؒ) سے رجوع کیا۔ آپ نے سلطان سے اپنے سامنے وضو کرایا اور سمجھایا۔ سلطان کا وہم دور ہوا۔

ایک دن سلطان مظفر کی بیوی نے سلطان مظفر کو اور اپنے لڑکے سکندر کو حضرت کے پاس بھیجا اور کہا کہ حضرت سے سکندر کے لیے دعا کرانا کہ وہ تخت پر بیٹھے۔

سلطان مظفر کی دوسری بیوی سے جو لڑکا تھا اس کا نام بہادر خاں تھا۔ بہادر خاں حضرت کی خدمت میں رہتا تھا اور حضرت کا پرستار تھا۔ جب سلطان مظفر

حضرت کی خدمت میں پہنچا تو اُس نے سکندر کو حضرت کے پاس بٹھایا حضرت نے اس وقت فرمایا کہ "آؤ سلطان بہادر"۔

واپسی پر سلطان نے سکندر کی والدہ کو سب حال سنایا۔ سکندر کی والدہ کو تشویش ہوئی۔ سلطان نے لاکھ سمجھایا لیکن وہ مطمئن نہ ہوئی۔ دوبارہ حاضری پر حضرت نے پھر وہی الفاظ دہرائے۔

ایک دن حضرت نے بہادر خاں کو بلایا اور پاس بٹھایا اور حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ بہادر گجرات کا بادشاہ ہے۔ یہ خبر اڑتے اڑتے جب سکندر کی والدہ کو پہنچی تو اس نے سلطان سے کہا کہ حضرت کی خدمت میں پھر جاؤ اور سکندر کے لیے دعا کراؤ۔ سلطان نے ہر چند کہا کہ اس نے سکندر کو اپنی حیات ہی میں گدّی دے دی ہے اور اختیارات منتقل کر دیے ہیں۔ بہادر خاں کو سلطان نے جاگیر دے دی تھی۔ بیگم کے اصرار پر سلطان پھر سکندر کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت بہادر خاں بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے والد کے برابر پہلی صف میں بیٹھ گیا۔ بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے سلطان کو بہادر خاں کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔

تھوڑی دیر کے بعد سلطان نے بہادر خاں کا ہاتھ پکڑا۔ وہ اس خیال میں تھا کہ اس کا دوسرا لڑکا سکندر اُس کے برابر بیٹھا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے بہادر کا ہاتھ پکڑ کر حضرت سے عرض کیا کہ اس کے لیے دعا فرمائیے کہ یہ گجرات کا بادشاہ ہو۔

یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ:

"گھبراؤ مت۔ یہ بھی گجرات کا بادشاہ بنے گا"۔

تھوڑی دیر کے بعد جب بھیڑ بھاڑ کم ہوئی تو سلطان مظفر کی نظر بہادر خاں پر پڑی۔ نظر کا پڑنا تھا کہ اس کے چہرہ کا رنگ مردہ ہونا تھا۔ اُس نے سوچا کہ اس نے بہادر خاں کی سفارش کی ہے۔ آپ نے جب سلطان کو رنگ مردہ اور پریشان دیکھا تو آپ نے

سلطان کو تسکین دیتے ہوئے اُس سے فرمایا کہ :

"فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ سکندر کے ہاتھ میں راج گدّی رہے گی۔"

حاضرین نے جب یہ سنا تو سمجھ گئے کہ سکندر زیادہ دن حکومت نہ کر سکے گا، اور بہادر خاں ہی عنانِ حکومت ہاتھ میں لے گا اور وہ ہی کچھ مدت تک گجرات کے تاج و تخت کو زینت بخشے گا۔

حضرت کے پاس سے واپس آکر سلطان مظفر نے دربار منعقد کیا اور یہ اعلان کیا کہ سکندر کو ولی عہد مقرر کیا گیا ہے، اس لیے لوگوں کو چاہیے کہ اس کا حکم مانیں۔ بہادر خاں بے یار و مددگار ادھر سے ادھر پھرتا تھا۔ حضرت کے سوا اس کا کوئی سہارا نہ تھا۔ اُس نے حضرت سے اجازت لی کہ وہ دہلی چلا جائے۔ چاپانیر کے راستہ سے وہ دہلی روانہ ہوا۔

حضرت کے وصال کے بعد حضرت کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور بہادر خاں گجرات کا بادشاہ ہوا۔

وفات شریف

آپ سنہ ۹۳۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۵ سال اور چھ مہینے کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی عمر ۷۸ سال کی تھی۔

باب ۱۶

حضرت جلال شہیدؒ

پٹن میں آپ جلال شہید کے نام سے مشہور ہیں۔ مزارِ مبارک شہر کے اندر واقع

ہے۔ خان سرور دروازے سے نکلتے ہی آپ کا مزار ہے۔

باب ۱۷

حضرت چاند پیر

حضرت چاند پیر صاحبِ صدق و صفا تھے۔ حق و صداقت کے علمبردار تھے۔ آپ نے کفر و شرک کو دور کرنے میں انتھک کوشش کی اور آخر کار جامِ شہادت نوش فرمایا۔ سورت میں رانی تالاب کے پاس ایک مسجد ہے جو آپ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے پہلو میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

باب ۱۸

حضرت حاجی ناصر

حضرتِ حاجی ناصر کی خانقاہ کھنبائت میں بہت مشہور تھی۔ ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ حضرت حاجی ناصر عراق کے رہنے والے تھے۔ عراق کے شہر دیار بکر سے ہندوستان آئے اور کھنبائت میں سکونت اختیار کی۔[1] آپ نے کھنبائت میں حلقۂ درس و تدریس قائم کیا اور ساتھ ہی ساتھ خانقاہ بنا کر اپنے

---

[1] آبِ کوثر۔ ص ۳۳۵۔

مریدین و معتقدین کے ساتھ خانقاہ میں ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ مراقبہ پر بہت زور دیتے تھے۔ رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین سے بھی بے خبر نہیں رہتے تھے۔ آپ مبلغ بھی تھے اور آپ کی تبلیغ کے اثرات سے بہت لوگ متاثر و مستفید ہوئے۔

باب ۱۹

حضرت خواجہ دانا

حضرت خواجہ داناؒ دانائے راز ہیں۔ یگانۂ روزگار ہیں۔ بادشاہِ عالمِ راز ہیں۔ عارفِ مقامِ جبروتی ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کے آبا و اجداد موضع جنوق کے جو خوارزم سے کچھ ہی دور ہے، رہنے والے تھے۔[1] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ جونک نام کے گاؤں میں رہتے تھے۔ آپ کے دادا کا نام حضرت سید خواجہ اسمٰعیل ہے۔

نسب نامہ پدری

نسب نامہ پدری حسب ذیل ہے:

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہٗ۔ حضرت سید جعفر ثانی۔ حضرت سید علی اصغر۔ حضرت سید اسمٰعیل۔ حضرت سید عبداللہ۔

---

[1] برکات الاولیاء۔

حضرت سید سلیمان۔ حضرت سید محمدؒ۔ حضرت سیّد حسین۔ حضرت سید احمد مشہور بہ خواجہ عطا۔ حضرت خواجہ عبداللہ زربخش۔ حضرت سید ولایت۔ حضرت سید قریش۔ حضرت سید خواجہ اسمٰعیل۔ حضرت خواجہ سید بادشاہ۔ حضرت سید جمال الدین عرف خواجہ داناؒ۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام سید خواجہ بادشاہ پردہ پوش ہے۔

ولادت

آپ جونک یا جنوق نامی گاؤں میں جو بخارا میں خوارزم سے کچھ ہی دور ہے پیدا ہوئے۔

نام نامی

آپ کا نام نامی اسمِ گرامی جمال الدین ہے۔

لقب

آپ کا لقب خواجہ دانا ہے۔

بچپن کے صدمات

ایام طفولیت میں ہی آپ کے سر سے ماں باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ ۴ ماہ کی عمر تھی کہ آپ کے والد ماجد حضرت سید بادشاہ پردہ پوشؒ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ شاہ اسمٰعیل صفوی کی جنگ میں شریک تھے۔

بشارت

آپ کے والد ماجد حضرت سید بادشاہ پردہ پوشؒ نے اپنے مرید خواجہ بابا عرف خواجہ حسن عطاؒ کو عالم رویا میں یہ تاکید فرمائی کہ وہ اُن کے شیر خوار صاحبزادے حضرت جمال الدین (خواجہ داناؒ) کی تعلیم و تربیت معقول طریقے سے کریں اور ان کی

پرورش سے غافل نہ رہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ نے بھی خواجہ بابا عرف خواجہ حسن عطارؒ کو اسی قسم کا حکم عالمِ رویا میں دیا تھا۔[1]

تلاش

یہ حکم پاکر خواجہ حسن عطارؒ آپ کی تلاش میں نکلے۔ بہت تلاش کے بعد انھوں نے آپ کو ایک جھونپڑی میں دیکھا۔ خدا کا شکر بجالائے۔ وہ آپ کو کھاوراں کے جنگل میں لے گئے اور ایک تالاب کے پاس ٹھہرایا۔

اب حضرت خواجہ سید حسن عطاؒ کو یہ فکر ہوئی کہ حضرت کو دودھ پلانے کا کوئی معقول انتظام ہو۔ چنانچہ وہ دایہ کی تلاش میں سرگرداں پھرنے لگے۔ بہت تلاش کرنے پر بھی کوئی دایہ نہ ملی۔ مجبوراً واپس آئے اور بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ:

"اے پروردگار! اے رازق! اے مسبب الاسباب! اس معصوم شیرخوار بچے کی پرورش اور نگہداشت میرے ذمہ ہے۔ بغیر دودھ پیے یہ شیرخوار بچہ کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ اے میرے مولا! تو اس شیرخوار بچے کے لیے دودھ کا انتظام فرما۔ میں نے دایہ تلاش کی لیکن کوئی نہ ملی۔ اب میں کیا کروں۔ اس شیرخوار بچے کی زندگی تیرے ہاتھ ہے۔

بچپن کی کرامت

مایوسی کی حالت میں آپ واپس اس مقام پر آرہے تھے جہاں وہ حضرت کو چھوڑ گئے تھے۔ ابھی کچھ فاصلہ پر ہی تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی خوفناک جانور حضرت کو کھا جانے کی کوشش میں ہے۔ انھوں نے تیزی سے قدم بڑھائے اور حضرت کے پاس پہنچ کر یہ دیکھ کر بہت متعجب ہوئے کہ ایک لولی ہرنی حضرت کو دودھ پلا

---

[1] برکات الاولیاء۔

رہی تھی۔ وہ خداوند تعالیٰ کا شکر بجالائے اور سمجھ گئے کہ ان کی دعا بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی۔ اس ہرنی کا یہ طریقہ تھا کہ صبح و شام مقررہ وقت پر یہ ہرنی آتی اور حضرت کو دودھ پلاتی اور چلی جاتی۔ جب تک حضرت کی دودھ پینے کی عمر رہی ہرنی پابندی سے دودھ پلاتی رہی۔ اس طرح سے وقت گذرتا گیا۔

نصیحت

حضرت خواجہ سید حسن عطاؒ نے اپنی وفات سے قبل آپ کو یہ نصیحت فرمائی کہ:

"اے میرے فرزند دلبند! اے میرے عزیز اور اے میرے پیارے۔! اور اے بزرگوں کے سچے اور کامل خلیفہ! اور اس عالم کے ایک مہمان! میری نصیحت ہوش گوش سے سنو اور اس کو یاد رکھو۔ یہ دنیا ایک مہمان خانہ ہے۔ ایک آتا ہے ایک جاتا ہے۔ جو آیا ہے اس کو جانا ہوگا۔ جس طرح مہمان ایک مختصر قیام کے لیے آتا ہے اسی طرح سے ہم سب اس دنیا میں چند روز کے لیے آئے ہیں۔ وقت آئے گا چلے جائیں گے۔ نہ کوئی رہا ہے نہ رہے گا۔ یہ دنیا بے وفا ہے۔ اس نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔ یہ دنیا مکر و فریب کی جگہ ہے اور یہ سنسار فتنہ و فساد کی جا ہے۔ یہاں حقیقی چین اور آرام نہیں۔ سکون اور اطمینانِ قلب حاصل نہیں۔ یہاں تو بلا و مصیبت اور دکھ اور درد سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور بہت سے صدمات برداشت کرکے اور بہت سی تکالیف اٹھا کر آخر کار کوچ کرنا پڑتا ہے۔

موت ہر ذی روح کو آنا ہے۔ موت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ موت کا کڑوا پانی سب کو پینا ہے۔ موت سر پر سوار ہے۔ بھاگ کر کہاں جائیں اور چھپیں تو کس جگہ چھپیں۔ ہر جگہ موت کی دسترس ہے۔ پس تم کو چاہیے

کہ موت سے نہ گھبراؤ اور موت کے وقت اور خود کی مراد پر پہنچتے وقت اپنے کو پریشانی میں نہ ڈالنا اور نہ ہی اپنے دل کو حیران اور پریشان کرنا۔"

صدمۂ جانکاہ

اتنا فرما کر حضرت خواجہ حسن عطاؒ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ سجدہ کی حالت میں جانِ شیریں جان آفریں کے سپرد کر دی۔

غیب سے انتظام

آپ کی زندگی میں اس قسم کا پہلا واقعہ تھا۔ والدہ اور والد نے جب آپ کو داغ مفارقت دیا تو اس وقت آپ کی عمر ہی کیا تھی۔ ایام طفولیت میں ہی آپ والدہ اور والد کی شفقت اور محبت سے محروم ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ آپ کے ہوش میں ہوا۔ آپ سخت پریشان تھے کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ آپ اکیلے تھے۔ جنگل تھا۔ نہ کوئی معاون تھا اور نہ کوئی مددگار۔ آپ رنجیدہ خاطر بیٹھے سوچ رہے تھے کہ تجہیز و تکفین کا کیا ہوگا۔ نماز جنازہ کیسے ہوگی۔ ان ہی خیالات میں غلطاں و پیچاں تھے۔ آپ نے دیکھا کہ قبلہ کی طرف سے ایک نورانی گروہ آرہا ہے۔ آپ دیکھ کر خوش ہوئے۔ سمجھ گئے کہ یہ نورانی گروہ فرشتوں کا ہے اور یہ غیب سے انتظام ہے۔ وہ نورانی گروہ حضرت خواجہ سید حسن عطاؒ کی نعش کے پاس آیا۔ نعش کو تالاب کے صاف و پاک پانی سے غسل دیا۔ کفن پہنا کر جنازہ تیار کیا اور نماز جنازہ پڑھی۔ دفن کے بعد آپ کو تسلی و تشفی دے کر وہ نورانی گروہ غائب ہو گیا۔

دوسری بشارت

حضرت خواجہ سید حسن عطاؒ کی وفات کے بعد حضرت کے والد ماجد حضرت سید بادشاہ پردہ پوشؒ نے خواجہ سید محمدؒ کو عالم رویا میں یہ حکم دیا کہ ان کے صاحبزادے (حضرت خواجہ دانا) کو مزید تعلیم و تربیت دیں۔ ابھی ان میں کمی ہے۔ آپ کے والد ماجد نے

ان سے فرمایا کہ:

"میرا لڑکا (حضرت خواجہ دانا رح) ابھی پورے طور پر تعلیم سے بہرہ مند نہیں ہوا ہے۔ اس کو مزید تعلیم کی ضرورت ہے۔ اور اس کی تربیت بھی خاطر خواہ نہیں ہوئی ہے۔ تم کو چاہیئے کہ اس کی تعلیم و تربیت سے غافل نہ ہو۔ میں اس کو تمہارے سپرد کرتا ہوں اس کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری تم پر ہے۔ تم کو چاہیئے کہ اس فرض کو بخیر و خوبی انجام دو۔"

تلاش

یہ حکم پاکر حضرت خواجہ سیّد محمّد حضرت کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ تلاش کرتے کرتے کھاورال کے جنگل میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت ہرنوں کے ٹولے میں رونق افروز ہیں۔ ہرن حضرت سیّد محمّد کو دیکھ کر بھاگنے لگے اور حضرت بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔ کئی دن تک ایسا ہی ہوا کہ جب خواجہ سیّد محمّد وہاں پہنچتے تو حضرت ہرنوں کے ساتھ نکل پڑتے۔ ایک دن حضرت خواجہ سیّد محمّد بہت آزردہ خاطر ہوئے کہ آخر وہ کب تک ان سے بھاگیں گے اور وہ (حضرتِ خواجہ سیّد محمّد) کب تک ان کا پیچھا کریں گے۔ انہوں نے حضرت کو عاجزی، منّت اور محبّت سے روک کر کہا کہ:

"آپ مجھ سے واقف نہیں۔ میں کوئی اجنبی نہیں ہوں۔ آپ کے والد ماجدؒ نے مجھے آپ کی تعلیم و تربیت پر مامور فرمایا ہے۔ پھر آپ مجھ سے کیوں بھاگتے ہیں۔" یہ سُن کر حضرت رک گئے اور وہیں رہنے لگے اور تعلیم حاصل کرنے لگے۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والدِ ماجدؒ کے حکم کے مطابق جو انہوں نے عالمِ رویا میں دیا تھا، حضرت خواجہ سیّد حسن عطارؒ نے آپ کو ابتدائی تعلیم دی اور آپ کی تربیت پر کافی دھیان دیا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت خواجہ سیّد محمّد کو حضرت کے والدِ ماجدؒ نے عالمِ رویا میں حکم دیا کہ وہ حضرت کو تعلیم و تربیت دیں۔ چنانچہ انہوں نے چھ سال تک

تعلیم دی۔ اس کے بعد وہ اپنے وطن لوٹ گئے۔

عبادت و ریاضت

حضرت خواجہ سیّد محمدؒ کے چلے جانے کے بعد آپ جنگل میں تن تنہا رہتے تھے اور عبادت کرتے تھے۔ آپ کی عبادت کا طریقہ یہ تھا کہ آپ ایک وسیع دائرہ کے بیچ میں بیٹھتے تھے اور آپ کے چاروں طرف جنگلی جانور ہوتے تھے۔ آپ جب اللہ اللہ کہتے تو جنگلی جانور بھی نقل کرنے کی کوشش کرتے۔ اس طرح سارا جنگل اللہ اللہ کے ذکر سے گونج اٹھتا تھا۔

جنگل کی زندگی

آپ جنگل کی قدرتی زندگی پسند فرماتے تھے جس میں کوئی تصنع یا بناوٹ نہ تھی۔ جانوروں سے مانوس اور انسانوں سے دُور رہ کر آپ جنگل میں اللہ اللہ کرنے میں خوشی پاتے تھے۔ انسان کو دیکھ کر آپ بھاگتے تھے۔ شہری زندگی سے آپ نابلد اور ناآشنا تھے۔ اگر اسی طرح آپ زندگی گزارتے اور اسی طرح جنگل میں رہتے تو مخلوق آپ سے کیسے اور کس طرح مستفید ہوتی۔

کایا پلٹ

بابا چوپال سے جنگل میں ملاقات آپ کی زندگی میں کایا پلٹ کا باعث ہوئی۔ آپ نے بابا چوپال کو دیکھ کر بھاگنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ انسان کا انسان سے بھاگنا چہ معنی میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں اور تم میری طرح ایک انسان ہو۔ یہ سُن کر آپ وہیں ٹھہر گئے۔ اتنے میں ایک درویش جن کا نام بابا مجذوب ترکستانی تھا، وہاں آپہنچے۔ تینوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔

حضرت چوپالؒ نے اپنی بغل میں سے تیس گرم گرم روٹیاں نکالیں اور اُن کے (حضرتِ خواجہ داناؒ اور حضرتِ مجذوب ترکستانیؒ) سامنے رکھ دیں۔ پھر ان میں سے ایک روٹی اُٹھا کر

اس کے تیس ٹکڑے کیے۔ ان تیس ٹکڑوں میں ایک تو انہوں نے خود کھایا اور ایک حضرت کو پیش کیا اور ایک حضرت مجذوب ترکستانی کو دیا۔ سب نے خوشی خوشی وہ ٹکڑے کھائے۔

حضرتِ چوپال کا دیا ہوا ٹکڑا کھا کر حضرت کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی واقع ہوئی۔ اب آپ شہری زندگی کی طرف مائل ہوئے۔ شہری زندگی سے نفرت دُور ہوئی اور جنگل کی زندگی سے لگاؤ ختم ہوا۔ آپ نے جنگل چھوڑ کر شہر میں رہنا شروع کیا۔

بلخ میں آمد

بلخ کے قیام کے دَوران حضرت خواجہ محمّد پارسارحؒ کے پوتے حضرت خواجہ عبدالہادی کی بیوی شاہ بیگم آپ کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ محبّت اور عقیدت کے ساتھ ساتھ وہ حضرت کی خدمت کو اپنے لئے باعثِ فخر اور باعثِ سعادت وعظمت سمجھتی تھیں۔ شاہ بیگم حضرت کو ہر طرح کا آرام پہنچانے میں مشغول رہتی تھیں۔ وہ حضرت کو کھانا اپنے ہاتھوں سے کھلاتی تھیں۔ حضرت بلخ کے قیام کے دَوران حضرت خواجہ عبدالہادی کے یہاں مہمان رہے۔

ملاقاتیں

جس وقت کہ حضرت بلخ میں رونق افروز تھے مولانا سعید ترکستانی بھی وہاں آئے۔ حضرت نے اُن کو ایک دن بلخ کے بازار میں بکریوں کے ساتھ دیکھا۔ بلخ میں حضرت کو حضرتِ خواجہ سلام جوئبار نقشبندی سے ملنے کا موقع ملا۔ حضرتِ خواجہ سلام جوئبار نقشبندی حضرت کے ساتھ بہت محبّت و شفقت واحترام سے پیش آئے۔ وہ حضرت کو اپنے گھر لے گئے اور حضرت کو علمِ ظاہری اور باطنی سے مالا مال کیا۔

بیعت وخلافت

حضرت نے حضرت خواجہ سیّد حسن عطارحؒ سے دولت ونعمت پائی۔ حضرت خواجہ سیّد

حسن عطاؒ نے آپ کی تعلیم و تربیت و رُوحانی نشو و نما پر کافی توجہ کی۔ اُن کے وصال کے بعد حضرت کے والدِ ماجد کے حکم کے مطابق حضرتِ خواجہ سیّد محمدؒ نے آپ کی تعلیم و رُوحانی تربیت کی ذمّہ داری اپنے ذمّہ لی۔

حضرت خواجہ اسلام جوئبار نقشبندیؒ سے حضرت نے خلافت پائی۔ حضرت خواجہ عبداللہ اشراقیؒ سے حضرت کو اویسیہ فیض پہنچا۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی روحانیت سے بھی حضرت مستفید و مستفیض ہوئے۔

حضرت خواجہ سیّد حسن عطا رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو کر آپ نقشبندی سلسلے سے منسلک ہوئے۔

شجرۂ بیعت

شجرۂ بیعت حسب ذیل ہے:

حضرت محمّد مصطفٰے صل اللہ علیہ وسلّم۔ حضرت سلمان۔ حضرت قاسم۔ حضرت جعفر صادق۔ حضرت بایزید۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی۔ حضرت خواجہ طوسی علی۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی۔ حضرت اسوی۔ حضرت سلیمان۔ حضرت جنگی۔ حضرت خواجہ احمد سیّد عطا۔ حضرت عبداللہ زرنجش۔ حضرت خواجہ سیّد ولایت۔ حضرت خواجہ سیّد قریشی۔ حضرت سیّد اسمٰعیل۔ حضرت سیّد بادشاہ پردہ پوش۔ حضرت خواجہ سیّد حسن عطا۔ حضرت خواجہ جمال الدین خواجہ دانا۔

ہندوستان میں آمد

بلخ سے آپ مع اپنی زوجہ اور چند رفیقوں کے ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے۔ ٹھٹہ پہنچ کر وہاں کچھ دن قیام کیا۔ پھر آگرہ میں رونق افروز ہوئے اور وہاں ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ آگرہ میں کچھ دن قیام کرنے کے بعد آپ بڑودہ روانہ ہوئے۔

بڑودہ میں مولانا نظیر بدخشی نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت کو خراجِ عقیدت

پیش کیا اور حضرت کو چند دن منّت وسماجت کر کے روکا۔ بڑودہ میں ڈاکوؤں نے حضرت کا سامان لُوٹ لیا۔ حضرت بجائے رنجیدہ ہونے کے خوش ہوئے اور فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ امانت، امانت والوں کو مِل گئی۔

سورت میں تشریف آوری

بڑودہ سے حضرت سورت میں رونق افروز ہوئے۔ حضرت کو سورت بہت پسند آیا۔ اس وقت سورت بندرگاہ تھا اور یہاں سے لوگ حج کو جاتے تھے۔ سورت بابل المکہ کہلاتا تھا۔ حضرت کی سورت سے وابستگی اور دلچسپی حضرت کے ان فارسی اشعار سے ظاہر ہے۔

کرد تحریر مصوّرِ قدرت　　باد آباد بندِ سُورت
پئے امداد کشتی ہائے این بحر　　وطن داریم اندر کنج این شہر
بریں خدمت زحق گشتیم مامور　　چہ خوش گفتند المامور۔ معذور

ترجمہ: مصوّرِ قدرت نے تحریر کیا ہے کہ سورت آباد ہے اور آباد رہے گا۔ یہاں کی کشتیوں کی امداد کے لئے، میں نے اس شہر کے گوشہ میں اپنا وطن بنایا ہے۔ خداوندِ تعالیٰ کی طرف سے میں بڑی خدمت پر مامور ہوا ہوں۔ کیا اچھا کہا ہے معذور اور بیکسوں کی خدمت کرنے کے لئے مقرر ہوا ہوں۔

بڑھان پور کو روانگی

سورت میں کچھ دن قیام کر کے آپ بڑھان پور تشریف لے گئے۔ وہاں سے پھر آپ سورت واپس تشریف لائے۔

سورت میں قیام

سورت میں آپ کا مستقل قیام رہنے لگا۔ سورت میں آپ رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین فرماتے تھے اور نقشبندیہ سلسلے کو پھیلاتے تھے۔ نقشبندیہ سلسلہ کو سورت میں کافی فروغ ہوا۔

شادی اور اولاد

بلخ کا بادشاہ پیر محمد خاں بن جانی بیگ خاں آپ کا مرید اور معتقد تھا۔ اس کی بہن کے ساتھ آپ کی شادی ہوئی۔ حضرت خواجہ سعید محمد ہاشم اور حضرت خواجہ انوار الحسن آپ کے دو صاحبزادے تھے جو آپ کے وصال کے بعد آپ کی گدی پر بیٹھے۔

مریدین و خلفاء

آپ کے دستِ حق پرست پر بہت سے لوگ بیعت ہوئے۔ تولک محمد خاں کوچین اور شاہ کلنگ خاں آپ کے خاص مرید، معتقد اور پرستار تھے۔ آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت خواجہ سعید محمد قاسم اور حضرت خواجہ سعید انوار الحسن آپ کے خلیفہ تھے۔ آپ کے بعد آپ کی گدی پر حضرت خواجہ سعید محمد قاسم بیٹھ کر رشد و ہدایت اور سلسلے کے لوگوں کی رہنمائی فرماتے تھے۔

وصال

بڑھان پور سے سورت واپس آکر آپ بیمار ہو گئے۔ ایک دن ایسے بیہوش ہوئے کہ سب رونے لگے۔ ہوش آیا تو آپ نے سورۂ یٰسین بلند آواز سے پڑھی۔ پھر کلمۂ طیبہ پڑھنا شروع کیا اور کلمہ پڑھتے پڑھتے آپ رحمتِ حق میں پیوست ہو گئے۔ یہ واقعہ ۵ صفر ۱۰۱۵ھ کا ہے۔ آپ کا مزارِ پُرانوار سورت میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

سیرت

آپ رات کو جاگتے تھے اور عبادت اور نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔ مخلوق سے بے نیاز رہتے تھے۔ غریبوں، مسکینوں اور معذوروں کی ہر طرح امداد کرتے تھے۔ آپ کو کھیتی باڑی کا بہت شوق تھا۔ زمین جوتتے اور جو اس سے آمدنی ہوتی، وہ ان کاشتکاروں میں تقسیم کر دیتے تھے جن کو کھیتی میں نقصان ہوا ہوتا۔

آپ سخاوت کے لئے مشہور تھے۔ سائل کو خالی نہ لوٹاتے تھے۔ اتباعِ سنّت کے سخت پابند تھے۔ میلاد النبی اور معراج النبی بڑی شان و شوکت سے مناتے تھے۔ لوگوں کو کھانا تقسیم

کرتے تھے اور اعلیٰ قسم کا عطر مہمانوں کو بطور تحفہ دیتے تھے۔ علمی جلسوں میں بھی شریک ہوتے تھے اور مشکل علمی نکات کو بہ آسانی حل کر دیتے تھے۔

آپ کو شہر سے زیادہ جنگل پسند تھا۔ روزانہ بلا ناغا جنگل میں جاتے تھے اور قدرتی مناظر، صاف آب وہوا، اور وہاں کے سکوت اور خاموشی سے لُطف اندوز ہوتے تھے۔ جنگل کے جانور اور پرند آپ سے ملے جُلے رہتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ پرندوں کی زبان میں پرندوں کے گانے گاتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ جانوروں اور پرندوں کی بولی سمجھتے تھے۔ جانوروں اور پرندوں پر زیادتی یا ظلم کرنا آپ کے نزدیک قہرِ خداوندی کو دعوت دینا ہے۔

مزدوروں کا آپ خاص طور سے خیال رکھتے تھے۔ جب کوئی عمارت بناتے تو اس کو کئی کئی مرتبہ گرِوادیا کرتے تھے تاکہ مزدوروں کو زیادہ مزدوری ملے۔

تعلیمات

آپ نے نقشبندی سلسلہ کی تعلیمات سے لوگوں کو بہرہ مند فرمایا۔ آپ نے لوگوں کو بتایا کہ مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کے تین راستہ ہیں۔ ایک تو ذکر ہے جس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نفی دوسرا اثبات ہے۔

۱۔ ذکر

نفی واثبات کے ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں لبوں اور دونوں آنکھوں کو بند کرے اور دم کو پیٹ میں روکے اور دل سے کہے لا۔ اس کو اپنی ناف سے داہنی طرف نکالے اور کھینچے یہاں تک کہ مونڈھے تک پہنچے۔ پھر مونڈھے کو سر کی طرف جھکائے اور ہلائے اور کہے الٰہ۔ پھر ضرب لگائے سختی سے اپنے دل میں الا اللہ۔

حبسِ نفس

حبسِ نفس یعنی سانس روکنے کی مشق کرنا چاہیئے۔

شمارِ طاق

اوّل کلمۂ توحید کو ایک بار ایک دم میں کہے۔ پھر تین بار ایک دم میں کہے۔ اس طرح اکیس بار تک پہنچے۔ طاق عدد کی مراعات کے ساتھ یعنی اوّل ایک بار اور دوسری بار تین بار اور تیسری بار پانچ بار اور چوتھی بار سات بار۔

اثباتِ مجرد

اثباتِ مجرد بھی مفید ہے۔ اثباتِ مجرد سے مُراد ہے کہ فقط اللہ کے لفظ کا ذکر کرے بدوں نفی اور اثبات کے۔ اثباتِ مجرد کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے لفظ کو اپنی ناف سے بشدّتِ تمام نکالے اور اس کو کھینچے، یہاں تک کہ اس کے دماغ کی جھلّی تک پہنچے حبسِ دم کے ساتھ اور اور اندک اندک زیادہ کرتا جائے۔[1]

۲۔ مراقبہ

خدا تک پہنچنے کا دوسرا طریقہ مراقبہ ہے۔ اور

"حقیقتِ مراقبہ بوجہیکہ شاملِ جمیع افراد آں باشد آنست کہ توجّہ قوتِ درّاکہ باقبالِ تمام بسوئے صفاتِ حضرتِ حق نمودن یا بسوئے حالتِ انفطاک روح از جسد یا مثلِ آں تا آنکہ عقل و وہم و خیال و جمیع حواس تابع آں توجّہ گردد و آنچہ محسوس نیست بمنزلۂ محسوس نصب العین گردد۔"

طریقۂ مراقبہ یہ ہے کہ دم کو ناف کے نیچے تھوڑا سا بند کرے۔ پھر اپنے جمیع حواسِ مدرکہ سے متوجہ ہو یعنی مجردِ بسیط کی طرف۔

۳۔ مرشد کے ساتھ رابطہ اور اعتقاد

---

[1] قول جمیل فی بیان سواء السبیل (اردو ترجمہ القول مع شرح شعاء العلیل۔ (از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

یہ راستہ اور راستوں سے آسان اور قریب تر ہے۔ اگر مرشدِ کامل شہودِ ذاتی کا واصل ہو تو تھوڑے ہی وقت میں اس کی توجہ سے وہ حاصل ہو جاتا ہے جو سالہا سال کی محنت سے حاصل نہیں ہوتا۔

رابطہ مرشد کی شرط کا یہ ہے کہ مرشد قوی التوجہ ہو۔ "یادداشت" کی مشق دائمی رکھتا ہو۔ جب مرشد کی صحبت اختیار کرے تو اپنی ذات کو ہر چیز کے تصوّر اور خیال سے خالی کرے۔ فقط اس کی محبت دل میں رکھے۔ اس کا انتظار کرے جس کا اس کی طرف سے فیض آوے۔ دونوں آنکھیں بند کرے یا کھلی رکھے اور مرشد کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں تکی لگائے۔ جب اس کو کوئی فیض محسوس ہو تو دل و جان سے اس کا شکر گزار ہو اور اس فیض کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

مرشد کی عدم موجودگی میں اُس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرتا رہے بطریق محبت اور تعظیم کے۔

کلماتِ نقشبندیہ

ذیل میں مشائخ نقشبندیہ کی چند اصطلاحات دی جاتی ہیں جن پر طریقے کی بنیاد ہے۔

ہوش در دم

ہر سانس کے ساتھ ہوشیار اور بیدار رہنا چاہیئے۔ ہوش در دم سے مُراد ہر دم کا محاسبہ ہے۔

نظر بر قدم

سالک کو چاہیئے کہ چلنے پھرنے کے وقت کسی چیز پر نظر نہ ڈالے سوائے اپنے قدم کے اور بیٹھنے کی حالت میں اپنے آگے دیکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ "نقوشِ مختلفہ کا دیکھنا اور تعجب انگیز رنگوں کا نظر کرنا سالک کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے اور اس سے روکتا ہے جس کی وہ طلب میں ہے۔"

سفر در وطن

سفر در وطن سے مراد ہے کہ سالک صفاتِ بشریہ خسیسہ سے نکلے اور اُن کو ترک کر کے صفاتِ ملکیہ کی طرف نقل کرے۔

خلوت در انجمن

خلوت در انجمن سے مُراد یہ ہے کہ طالب کو چاہیئے کہ ہر صورت اور ہر حالت میں خدا کے ساتھ مشغول رہے۔

یاد کرد

یاد کرد سے مُراد یہ ہے کہ اس ذکر کو جس کو مرشد سے سیکھا ہے ہمیشہ یاد رکھے اور اس کی تکرار کرتا رہے۔ ذکر چاہے وہ بہ نفی واثبات ہو یا باثباتِ مجرد ہو، نہ بھُولنا چاہیئے۔

بازگشت

بازگشت سے مُراد ہے رجوع کرنا اور پھرنا۔ تھوڑا ذکر کر کے مُناجات کی طرف متوجّہ ہو۔

نگہداشت

نگہداشت سے مُراد یہ ہے کہ طالب خطرات کو دُور کرتا رہے۔ ہر وقت بیدار اور ہوشیار رہے۔ خطرے کو فوراً دل سے نکال دے۔ ظاہر ہونے سے پہلے ہی ختم کر دے۔ ظاہر ہونے کے بعد نفس کا اس کی طرف مائل ہونا ضروری ہے، اس لئے اس کو جگہ نہ دے۔

یادداشت

یادداشت ذاتِ مقدّس کے دھیان کا نام ہے جو بلا ذریعہ الفاظ اور تخیّلات کے ہو۔

اصطلاحیں

تین اصطلاحیں ہیں یعنی وقوفِ زمانی۔ وقوفِ قلبی اور وقوفِ عددی۔

وقوفِ زمانی

وقوفِ زمانی سے مُراد یہ ہے کہ ذکر میں ہر ساعت کے بعد یہ سوچنا کہ غفلت آئی یا نہیں۔ اگر

یہ محسوس ہو کہ غفلت آئی تو ایسی صورت میں استغفار پڑھنا چاہیئے اور پوری ہمّت اور قوّت سے اس غفلت کا مقابلہ کرنا چاہیئے اور اس کو دُور کرنا چاہیئے۔

وقوفِ عددی

وقوف عددی سے مراد عددِ طاق کی محافظت کرنا ہے۔ ذکر کو طاق ذکر کرنا چاہیئے نہ کہ جُفت۔

وقوفِ قلبی

وقوفِ قلبی سے اشارہ ہے اس قلب کی طرف جو بائیں طرف ہے۔ اِس کا مقصد یہ ہے کہ خطرات بیرونی دل میں داخل نہ ہونے پائے اور ان کا دخل دل میں نہ ہونے پائے۔

کشف و کرامات

بڑھان پور سے جب سورت آنے لگے تو آپ کے معتقدین و مریدین نے یہ کوشش کی کہ حضرت آگرہ تشریف لے چلیں۔ آپ راضی نہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ:

"میں کہیں اور نہیں جاؤں گا، سورت جاؤں گا۔ ایک دوسرا سفر درپیش ہے۔"

چنانچہ آپ سورت آئے اور سورت میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت ایک وقت میں کئی جگہ دکھائی دیتے تھے۔ شہنشاہ اکبر کے صاحبزادے شہزادہ دانیال کے لڑکے تیمور کا بڑھان پور میں انتقال ہوا تو حضرت فاتحہ پڑھنے کی غرض سے شہزادہ دانیال کے یہاں تشریف لے گئے۔ شہزادہ دانیال نے تیمور کی نعش حضرت کی گود میں رکھ دی اور شہزادہ دانیال زار و قطار رونے لگا۔ حضرت کو اس پر رحم آیا۔ حضرت نے مرے ہوئے شہزادہ تیمور کے جسم پر ہاتھ پھیرا۔ شہزادہ زندہ ہو گیا۔ شہزادہ دانیال کا رنج خوشی میں تبدیل ہو گیا۔

حضرت معراج النبی بڑی دھوم دھام سے مناتے تھے۔ بڑا خرچہ کرتے تھے۔ ایک سال ایسا ہوا کہ بظاہر کوئی انتظام نہیں اور تاریخ قریب آپہنچی۔ خادم نے آپ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ:

"تم پریشان کیوں ہوتے ہو۔ جو خدا چاہے گا، وہ ہوگا۔ اگر خداوند تعالیٰ کی یہ مرضی ہوگی کہ اس کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شایانِ شان طور پر منائی جائے تو وہ خود انتظام کرے گا۔"

جب وقت بالکل قریب آیا تو خادم کو بیچینی ہوئی۔ اس نے پھر حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ اس مرتبہ بجائے جواب دینے کے حضرت خادم کو لے کر سی ہور گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک نالہ پڑا۔ وہاں حضرت رُک گئے۔ خادم کو حکم فرمایا کہ نالہ کے بیچ میں جاؤ اور خرچہ لے آؤ۔ خادم حکم کی تعمیل بجالایا۔ اُسے ایک تھیلی ملی جو بالکل خشک تھی۔ اُس کی مہر توڑ کر جو کھولا تو اس میں سے تین ہزار سکہ محمدی برآمد ہوئے۔ حضرت نے خادم سے فرمایا کہ خرچ تو مل گیا۔ آپ نے خادم کو یہ تاکید فرمائی کہ وہ اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرے۔

حضرت کو سپردِ خاک کرنے کے بعد ایسی سخت بارش ہوئی کہ حضرت کے مزار کا نشان غائب ہوگیا۔ سب رنجیدہ اور حیران و پریشان ہوئے۔ حضرت نے اپنے صاحبزادے کو عالمِ رویا میں بتایا کہ قبر فلاں جگہ اتنے فاصلہ پر ہے۔ صبح کو تلاش میں نکلے تو قبر تو مل گئی لیکن قبر میں آپ کی نعشِ مبارک نہ تھی، اس سے اور زیادہ پریشانی ہوئی۔ حضرت نے پھر عالمِ رویا میں اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد کو بتایا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ کل میں چلا گیا تھا۔ قبر میں نہیں تھا۔ اب آگیا ہوں۔

آپ کی قبر جب کھولی گئی تو آپ جس طرح تھے ویسے ہی پائے گئے۔ کفن پر داغ تک نہیں تھا۔ پھر قبر مبارک میں عطر، خوشبو اور گلاب پیش کیا گیا اور قبر بند کر دی گئی۔

باب ۲۰

حضرت خواجہ محمود دہدار

حضرت خواجہ محمود دہدار جام حبِ نبی پیکرِ عشقِ رسول میں سرشار تھے۔

وطن

آپ موضع دہدار کے رہنے والے تھے جو بخارا کے پاس ہے۔

والدِ ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام خواجہ محمدؒ ہے اور چونکہ دہدار کے رہنے والے تھے اس لئے خواجہ محمدؒ دہدار کہلاتے ہیں۔ وہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی کے شاگرد تھے۔

ولادت و نام نامی

آپ دہدار میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام خواجہ محمود ہے۔

سورت میں آمد

آپ سمرقند اور بخارا ہوتے ہوئے احمد آباد تشریف لائے اور پھر سورت میں آکر رہنے لگے۔

وفات

آپ نے ۱۰۱۶ھ میں وصال فرمایا۔ مزارِ مبارک سورت میں ہے۔

سیرت

آپ علومِ ظاہری و باطنی میں منفرد شان رکھتے تھے۔ فقر و فاقہ آپ کا شعار۔ توکل و قناعت کی دولت سے مالامال تھے۔ رشد و ہدایت و تعلیم و تلقین و تبلیغِ دین میں مصروف رہتے تھے۔ بہت سے لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔

موئے مبارک کا احترام

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک آپ کے پاس تھا۔ آپ اُس موئے مبارک

کو بڑی تعظیم و احترام سے رکھتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد جب آپ کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا تو اس وقت وہ موئے مبارک آپ کے مُنہ کے سامنے لایا گیا۔ خیال یہ تھا کہ موئے مبارک کی آخری زیارت آپ کو کرائی جائے گی۔

موئے مبارک جب آپ کے مُنہ کے سامنے لایا گیا تو آپ کی سیدھی آنکھ ایک دم کھُل گئی۔ حاضرین کو یہ دیکھ کر تعجّب ہوا۔ آپ کی سیدھی آنکھ کا کھُلنا تھا کہ وہ موئے مبارک آپ کی سیدھی آنکھ میں داخل ہو گیا۔ جوں ہی موئے مبارک سیدھی آنکھ میں آیا، آپ نے آنکھ بند کر لی۔ اور موئے مبارک آپ کی سیدھی آنکھ میں رہا۔ اور اس سے بہتر جگہ کونسی ہو سکتی تھی۔ کوئی دوسرا اس موئے مبارک کو رکھنے کے قابل نہ تھا۔

باب ۲۱

حضرت خواجہ سفر

حضرت خواجہ سفر فنِ تعمیر میں ماہر تھے۔ آپ خداوند خاں رومی کے نام سے مشہور ہیں۔ پہلے احمد آباد میں رہتے تھے۔ جب سلطان محمود شاہ دوئم نے سورت میں ایک قلعہ بنانے کا خیال کیا تو اس کی نگاہ آپ پر پڑی۔ اس نے احمد آباد سے آپ کو بُلایا اور قلعہ کی تعمیر کا کام آپ کے سپرد کیا۔

پرتگیز یعنی پرتگال کے لوگوں نے مزاحمت کی۔ وہ سورت کے بندرگاہ کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے تھے۔ سمندر پر اقتدار ہونے کے یہ معنی ہوئے کہ سمندر کے ذریعہ آمد و رفت اور تجارت اُن کے ہاتھ میں رہے۔

غرض آپ بحیثیت قلعہ دار کے سورت میں رہتے رہے اور پرتگیز سے ٹکر لیتے رہے۔ آخر تا بحے۔ شہید ہوئے۔

آپ کے وفادار اور جاں نثار نوکر مرجان شامی نے آپ کو موضع ٹنڈی میں دفن کیا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں دوسرا قلعہ بنانے کا خیال تھا۔ قلعہ تو نہ بن سکا لیکن آپ کا مزار وہاں بن گیا۔

باب ۲۲

حضرت خواجہ اسحٰق

حضرت خواجہ اسحٰق کی خانقاہ کھنبائت میں مشہور و معروف تھی۔ ابنِ بطوطہ نے آپ کی خانقاہ کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی خانقاہ کھنبائت میں رشد و ہدایت کا مرکز تھی۔

آپ کی خانقاہ میں ذکر و فکر، مراقبہ، عبادت اور دیگر اشغال کے لئے اوقات مقرر تھے۔ آپ کی رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین سے بہت لوگ بہرہ مند ہوئے اور آپ کے علمِ شریعت و طریقت سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے۔ آپ ایک درویشِ کامل تھے جو لوگوں کو حق کی طرف محبت سے بلاتے تھے۔

آپ کی خانقاہ میں لوگوں کا اژدہام رہتا تھا اور فقیروں کو لنگر تقسیم ہوتا تھا۔[1]

---

[1] آبِ کوثر۔ ص ۳۳۵

باب ۲۳

حضرت سیّد عثمان شمعِ برہانی رح

حضرت سیّد عثمان شمع برہانی عالمِ فیض و کرامت ہیں۔ شمعِ قصرِ ہدایت ہیں۔

نامِ نامی

آپ کا نام سیّد عثمان ہے۔

خطاب

آپ کا خطاب شیخ الاقطاب ہے۔

لقب

آپ کا لقب شمع برہانی ہے۔

تعلیم و تربیت

حضرت قطب عالم نے آپ کو تعلیم و تربیت سے آراستہ فرمایا۔

بیعت

آپ حضرت قطب عالم سے بچپن میں ہی بیعت ہوئے۔

ایک واقعہ

آپ کے پوتے حضرت سیّد عالم کی منگنی حضرت خواجہ رکن الدّین کانِ تسکر رح کے صاحبزادے حضرتِ خواجہ داؤد کی لڑکی سے طے ہوئی تھی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ان کے خادم نے آپ سے کہا کہ اب تو فقر و فاقہ میں زندگی گزرتی ہے لیکن اب آپ کو زندگی بدلنا ہوگی کیونکہ اب آپ کا حضرتِ داؤد سے قریبی رشتہ ہے۔

یہ سن کر آپ نے جواب دیا کہ:

"یہ تم نے کیا کہا۔ میرے لئے کسی دوسرے کی پیروی ضروری نہیں ہے۔ میرے لئے میرے

پیرومرشد کی پیروی بہت کافی ہے۔"

گذارش

آپ اپنے پیرومرشد کے مزار پر بٹوہ میں حاضر ہوئے اور سب بات کہہ سنائی۔

جواب

آپ کو آپ کے پیرومرشد نے جواب دیا کہ:

"ناامید ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ خوش رہو اور خوشی میں دن گزارو۔ تم کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ کارخانۂ الٰہی میں سے جتنا ہمارے لڑکے شاہ عالم کو ملا ہے، اُتنا ہی ہم نے تم کو دلایا ہے۔ پھر فکر کی کیا بات ہے۔"

خادم کو ھدایت

اپنے خادم کو بُلا کر آپ نے اس سے فرمایا کہ فکر کرنے کی ذرا ضرورت نہیں۔ آج سے یہ طریقہ اختیار کرو کہ جتنے خرچ کی ضرورت ہو اتنا ہی سابرمتی دریا کے کنارے جا کر روزانہ لے لیا کرو۔ خادم حکم کی تعمیل بجا لایا۔ اشرفیاں لاتا تھا اور روزانہ آپ کو حساب دیتا تھا۔ مدّت تک حضرت کے خاندان والوں کا اسی طرح گزارا ہوتا رہا۔

پیرومرشد کا فرمان

آپ کے پیرومرشد حضرتِ قطب عالم نے ایک دن آپ کو یہ مژدہ سنایا کہ تمہارے سپرد یہ خدمت کی گئی ہے کہ تم بہت سے لوگوں کو روشنی دکھاؤ اور اُن کو تاریکی اور ظلمت سے نکال کر راہِ راست پر لاؤ اور چلاؤ۔ لوگوں کو راہِ راست پر لانا تمہارے سپرد ہے۔ تم کو چاہیئے کہ اس فریضہ کو بحُسن و خوبی انجام دو۔ اس فرض کی انجام دہی کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ تم ایک مقام پر سکونت اختیار کرو۔ اور ایک خاص مقام پر بیٹھ کر رشد و ہدایت کرو۔

احمد آباد میں آمد

پیرومرشد کا یہ حکم پاکر آپ احمد آباد آئے اور بہاءالدّین پورہ میں سکونت اختیار کی۔ وہاں

رہ کر آپ رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین فرماتے تھے اور لوگوں کو راہِ راست پر لاتے تھے۔

سکونت میں تبدیلی

ابھی آپ کو بہاء الدین پورہ میں رہتے ہوئے کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ آپ کے دروازہ پر لوگوں کا ہجوم رہنے لگا۔ راستہ گیروں کو اکثر وہاں سے نکلنا دشوار ہو جاتا تھا۔ ایک ضعیف شخص نے ایک دن یہ شکایت کی کہ آپ کے (حضرت سیّد عثمان) دروازہ پر مجمع رہتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو اپنے گھر پانی لے جانا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ بات حضرت نے سُن لی۔ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ:

"ہمارا کام لوگوں کو تکلیف پہنچانا نہیں ہے۔ ہم اس لئے پیدا نہیں ہوئے ہیں کہ ہم لوگوں کو تکلیف پہنچائیں۔ یہ ہمارا سامان ہے۔ اس میں سے جو جس کو چاہیئے وہ لے لے۔"

حضرت وہاں سے عثمان پورہ تشریف لائے اور وہاں سکونت اختیار فرمائی۔

آبادی

وہ جگہ جو اب احمد آباد میں عثمان پورہ کہلاتی ہے، بالکل غیر آباد تھی۔ جب حضرت نے وہاں رہنا شروع کیا تو وہاں نہ تو کوئی آبادی تھی اور نہ کوئی آمد و رفت۔ ایک دن حضرت ندی پر وضو فرما رہے تھے۔ آپ کے پاس لوٹا نہیں تھا۔ آپ نے سوچا کہ اگر میرے پاس لوٹا ہوتا تو پانی بھر کر لے جاتا اور پھر دریا پر نہ آنا پڑتا۔ اتنے میں آپ نے دیکھا کہ ایک ہندو لڑکا دریا پر سے پانی بھر کر لے جاتا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے لئے اپنا برتن مجھے دیدو تاکہ میں پانی لے جا کر بھر لوں، پھر واپس کر دوں گا۔ اس لڑکے نے بخوشی وہ برتن آپ کو دے دیا۔ آپ نے اس میں پانی بھرا اور جائے مقام پر لے گئے اور خالی برتن لا کر اس لڑکے کو دیدیا۔

اس لڑکے نے متعجّب ہو کر آپ سے کہا کہ آپ ایسے گھنے جنگل میں رہتے ہیں جہاں دُور دُور آبادی نہیں اور نہ پانی۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں یہاں رہتا ہوں۔ کچھ دنوں میں یہ مقام آباد ہو جائے گا۔ اور

پھر اس لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم بھی یہاں ہی آکر رہنا۔ وہ لڑکا مسکرانے لگا۔

حضرت نے اس سے فرمایا کہ دیر نہ کر۔ دریا پر جا اور پانی بھر کر گھر لے جا۔ وہ لڑکا دریا پر پانی بھرنے گیا تو اس کو وہاں اشرفیوں کا ڈھیر دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ اُس نے وہ اشرفیاں اپنے پانی کے برتن میں بھر لیں۔ اور اشرفیاں لئے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دریا پر پانی تو روزانہ ملتا ہی تھا۔ آج تو پانی کے علاوہ اشرفیوں کا ڈھیر بھی ملا جو پانی کے برتن میں رکھ کر لایا ہوں۔ حضرت مسکرائے اور اس لڑکے کو تاکید فرمائی کہ گھر جا کر یہ سب اشرفیاں اپنے ماں باپ کو دینا تاکہ وہ یہاں رہنے کے لئے ضروری سامان خرید لیں۔ اس دن سے آبادی ہونے لگی۔ وہ غیر آباد مقام آج احمد آباد میں عثمان پورہ اور عثمان آباد کے نام سے مشہور ہے۔

مزار

آپ کا مزار پُر انوار احمد آباد میں مرجعِ خاص و عام ہے۔

سیرت

آپ فقر و فاقہ پر فخر فرماتے تھے۔ رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین فرماتے تھے۔ عبادت و ریاضت، ذکر و فکر میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ مخلوق کی خدمت بغیر اُجرت کے کرتے تھے۔ آپ صاحبِ کمال تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے سچے عاشق تھے۔ ہر ایک سے محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔

کشف و کرامات

ایک مرتبہ آپ نے اپنی ایک لکڑی لوہار کے پاس ٹھیک کرانے بھیجی۔ لوہار وہ لکڑی ٹھیک کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک جوگی وہاں اپنا لوٹا لے کر آپہنچا اور لوہار سے لوٹا ٹھیک کرنے کو کہا۔ لوہار نے کہا کہ وہ لکڑی ٹھیک کر کے لوٹا ٹھیک کرے گا۔ اس پر حجت ہوئی اور قریب تھا کہ کوئی جھگڑا ہو کہ حضرت کو یہ بات بذریعۂ کشف معلوم ہوئی۔ رفع شر کی غرض سے بہ نفسِ نفیس لوہار کی دوکان پر پہنچے اور اس کو سمجھانے لگے۔

باتوں میں باتوں میں کیمیا کا ذکر آیا۔ جوگی نے حضرت کو لالچ دیا کہ اگر اس کے ساتھ چلیں تو

مزار متبرک حضرت شیخ بہاؤالدین (احمد آباد)

ان کو بہت بڑا خزانہ ملے۔

حضرت مُسکرائے اور لوہار بھی اس گفتگو میں دلچسپی لینے لگا۔ حضرت نے لوہار سے اوزار سامنے رکھنے کو کہا۔ جب لوہار نے اوزار سامنے رکھے تو حضرت نے اُن پر تھوڑی سی مٹّی ڈال دی۔ وہ اوزار سونے کے ہو گئے۔ دیکھنے والوں کو سخت تعجّب ہوا اور وہ جوگی پشیمان ہوا۔

تعلیم

حضرت نے فرمایا کہ:۔

"خرچ کے واسطے اللہ کو بھولنا اور دوسری چیز کو قبول کرنا، یہ ہمارے یہاں جائز نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے مرشد کا راستہ ہے۔"

باب ۲۴

حضرت سیّد علی میراں داتار

حضرت سیّد علی میراں داتار غوّاص دریائے دین ہیں۔ دُرِّ بحرِ یقین ہیں۔

خاندانی حالات

آپ سیّد تھے۔ آپ کے دادا کا نام علم الدّین تھا۔ سنوسی ڈول میں رہتے تھے۔ وہاں سے سکونت ترک کر کے مانک پور جونا آئے اور وہیں رہنے لگے۔ گجرات کے بادشاہ سلطان احمد شاہ کے زمانے میں وہ احمد آباد آئے۔ وہ اور ان کی بیوی احمد آباد میں خان پورہ محلّہ میں رہنے لگے۔ بعد پٹن چلے گئے۔

والد

آپ کے والد کا نام نامی اسمِ گرامی ڈوسو میاں ہے۔

والدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آئشہ بی بی ہے۔

نامِ نامی

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کا نام سیّد علی رکھا گیا۔

بھائی

آپ کے بھائی کا نام سیّد ابو محمّد تھا جو عمر میں آپ سے بڑے تھے۔

محاصرہ

سلطان محمود شاہ بیگرہ کا جو ۱۴۵۹ء میں گجرات کے تخت پر بیٹھا اور جس نے باون ۵۲ سال حکومت کی ۱۵۱۱ء میں انتقال ہوا۔[1] اس کا زیادہ وقت گرنار (جوناگڈھ) اور چانپانیر کو فتح کرنے میں گزرا۔ خاندیش کے راجہ سے لڑنے کے لئے وہ اسیر گڈھ تک گیا۔[2] مانڈوگڈھ کا محاصرہ کافی مدّت تک رہا۔ آپ (حضرت سیّد علی میراں داتار) کے والد ڈوسو میاں بھی اس لڑائی میں سُلطان محمود شاہ بیگرہ کے ساتھ تھے۔

مشورہ

سلطان محمود بیگرہ نے جہاں اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ وہاں نجومیوں کو بھی طلب کیا اور ان سے کہا کہ وہ دیکھ کر بتائیں کہ فتح میں دیر کیوں ہے۔

جواب

نجومیوں نے سلطان محمود بیگرہ کو بتایا کہ جب تک ڈوسو میاں کا لڑکا سیّد علی لڑائی میں شریک نہ ہوگا، فتح حاصل نہ ہوگی۔

---

[1] دی ہسٹری آف انڈیا از ایلفنسٹن۔ ص ۲۷۲

[2] دی ہسٹری آف انڈیا از ایلفنسٹن۔ ص ۲۷۵

طلبی

یہ سُن کر محمود بیگرہ نے ڈوسو میاں کو حکم دیا کہ وہ اپنے لڑکے کو جلد از جلد بُلالیں اور باپ بیٹے لڑائی میں ساتھ ساتھ لڑیں۔ انہوں نے ایک خط لکھا حالانکہ وہ یہ جانتے تھے کہ اُن کے لڑکے سیّد علی کی شادی ہے۔

رخصت

خط ملتے ہی آپ نے اپنی والدہ سے رخصت چاہی۔ اُن کی والدہ نے اُن کو روکنا چاہا اور کہا کہ شادی کے بعد جانا۔ دو دن بعد تو شادی ہے۔ وہ اس پر راضی نہ ہوئے۔ وہاں سے والدہ سے اجازت لے کر روانہ ہوئے اور اپنے والد ماجد کے پاس پہنچے۔

لڑائی میں شرکت

اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔ ہاتھوں میں کنگنا اور مہندی لگی ہوئی تھی۔ جب آپ اُنّاوے گاؤں پہنچے تو آپ نے وہاں مسواک کی اور تھوڑی دیر مراقبہ کیا۔ آخر کار میدانِ کارزار میں پہنچے۔ گھمسان لڑائی شروع ہوئی۔ آپ کے کئی زخم آئے۔ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

وصیّت

آپ نے وصیّت فرمائی تھی کہ اُنّاوے گاؤں میں آپ کو دفن کیا جائے۔

شہادت

شہادت کے بعد آپ کی نعشِ مبارک کو اُنّاوے لے جا کر دفن کیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک سانڈنی سوار آیا اور آپ کی نعش مبارک کو صندوق میں رکھ کر لے گیا۔ چلتے چلتے سانڈنی ایک جگہ بیٹھی۔ اس جگہ کا نام معلوم کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اُنّاوے ہے۔ وہیں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

کرامات

میدانِ جنگ میں سر جدا ہونے پر بھی آپ کا دھڑ لڑنے لگا۔

آسیب زدگان بڑی دُور دُور سے آپ کے مزارِ مبارک پر آتے ہیں اور شفایاب ہو کر جاتے ہیں۔

مزارِ مبارک

آپ کا مزارِ مبارک اناوے گاؤں میں ہے جو اُونجھا ریلوے اسٹیشن سے قریب ہی ہے اور مرجع خاص و عام ہے۔

باب ۲۵

حضرت سُلطان محمّد

حضرت سُلطان محمّد محقق باسرارِ حقیقت ہیں۔ ممتاز بعشقِ ربوبیت ہیں۔

خاندانی حالات

آپ روم کے شاہی خاندان سے ہیں۔

نامِ نامی

آپ کا نامِ نامی محمّد ہے۔

لقب

آپ گجرات میں بابا حاجی رجب کے لقب سے مشہور ہوئے۔

کایا پلٹ

دولتِ ظاہری کے بجائے آپ عشقِ الٰہی کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ سلطنت، حکومت،

جاہ و منصب سے بیزار و برگشتہ ہوئے۔

تلاشِ حق

اپنا وطن چھوڑ کر تلاشِ حق میں سفر اختیار کیا۔ گھومتے پھرتے بطحہ پہنچے۔ وہاں اس وقت حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی رونق افروز تھے۔ حضرت شیخ احمد بن ابوالحسن رفاعی بڑے صاحبِ مرتبہ بزرگ تھے۔ آپ حضرتِ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی اولاد میں سے تھے۔[1]

آپ عرب کے ایک قبیلہ جس کو رفاعیہ کہتے تھے، تعلّق رکھتے تھے۔ اسی نسبت سے آپ رفاعی کہلاتے ہیں۔ آپ کا ۵۷۰ھ میں وصال ہوا۔ اور اُم عبیدہ میں مزارِ مبارک ہے۔

آپ انسان اور حیوان دونوں کے ہمدرد تھے۔ امامِ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ احمد کو اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی خدمت پر مامور فرمایا تھا۔ آپ معذور، مفلوج، اپاہج اور ضعیف لوگوں اور بیماروں کی خدمت میں ہمہ تن ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ آپ اِس شعر کا

عبادت بجز خدمتِ خلق نیست بہ تسبیح و سجّادہ و دلق نیست

پورا مصداق تھے۔

آپ نے فرمایا کہ:

مردِ متمکن وہ ہے کہ اگر دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ پر اس کا نیزہ گاڑ دیا جائے اور ہر طرف سے ہوائیں چلیں تو اس میں تغیر واقع نہ ہو۔

زہد کے متعلّق آپ فرماتے ہیں کہ:

زہد احوالِ پسندیدہ اور مرتبہ ہائے بلند کی بنیاد ہے۔ خدا تعالیٰ کا قصد کرنے والوں میں سب کو چھوڑ کر اسی کے ساتھ ہونے والوں، اسی پر راضی ہونے والوں کا یہ پہلا قدم ہے۔

---

[1] نفحات الانس (فارسی) از مولانا جامی

آپ نے فرمایا کہ:[1]

جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو مردانِ خدا کے قیام پر پہنچانا چاہتا ہے تو پہلے اُسے اپنے نفس کے ساتھ مکلّف فرماتا ہے۔ جب اُس نے اپنے نفس کو مؤدب بنالیا تو اسے اہل وعیال کی تکلیف دیتا ہے۔ جب اُس نے اُن کے ساتھ احسان اور مدارات کی تو پڑوسیوں اور اہلِ محلّہ کے ساتھ مکلّف فرماتا ہے۔ جب اُس نے ان کے ساتھ بھی اچھّا سلوک کیا تو پھر اللہ تعالیٰ اُسے اہلِ شہر کے ساتھ مکلّف کرتا ہے۔ ان سے بھی اچھّا سلوک کرے تو ملک کی ایک سمت اس کے سپرد کی جاتی ہے۔ اس سے بھی اچھّی طرح عہدہ برآ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا باطن اچھّا ہو جاتا ہے۔ پھر مابین زمین وآسمان اس کے سپرد ہوتے ہیں۔ پھر وہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر ترقی کرتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ غوث کے رتبہ کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کی صفت اور بلند ہوتی ہے جو بدرجۂ عنایت حق تعالیٰ کی ایک صفت ہو جاتی ہے اور خدا اُسے اپنے غیب پر مطلّع فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ نہ کوئی درخت اُگتا ہے، نہ کوئی پتّی ہری ہوتی ہے۔ مگر اس کی نظر کے سامنے۔ پھر وہ ایسی باتیں کرنے لگتا ہے جو انسانی عقلوں سے بالا ہوتی ہیں۔

بیعت

آپ نے حضرت سیّد احمد کبیر رفاعیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔

خدمت

آپ نے جب اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ اُن کے سپرد کوئی خدمت کی جائے تو آپ کے پیر ومرشد نے کھانا پکانے کا کام آپ کے سپرد کیا۔

---

[1] انوارِ صوفیا۔ ص ۱۳۶

ریاضت ومجاہدات

آپ نے چالیس سال ریاضت، عبادت اور مجاہدات میں گزارے۔ پیرومرشد کی توجہ نے اپنا کام کیا اور آپ نے مقامات طے کرکے اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔

ایک دن کا واقعہ

ایک دن ایسا ہوا کہ پیرومرشد کے کھانے کا وقت ہوگیا۔ آپ کو کھانا نکالنا تھا۔ باورچی خانہ میں کفگیر غائب تھا۔ بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ ملا۔ پیرومرشد کے کھانے کا وقت ہوچکا تھا۔ آپ نے کفگیر تلاش کرنا چھوڑ کر یہ آیت پڑھی

قُلنَا یٰنَارُ کُونِی بردًا وّسلٰمًا عَلیٰ ابراھیمَ ○ (ہم نے کہا۔ اے آگ ٹھنڈی ہوجا سلامتی کے ساتھ ابراہیم کے لئے)۔

اور پھر اپنے ہاتھ سے گرم گرم کھانا نکال کر پیرومرشد کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ کے پیرومرشد کو بذریعہ کشف یہ سب بات معلوم ہوچکی تھی۔

پیرومرشد کی دعا

آپ کے پیرومرشد نے آپ کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا اور یہ دعا دی۔

"میاں شیخ محمد! تمہاری ابراہیمی ولایت کی برکت سے دنیا کو فیض پہنچے"

خلافت

آپ کے پیرومرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔[1]

سفر

آپ کے پیرومرشد نے آپ کو حکم دیا کہ ہندوستان جائیں اور وہاں رشد و ہدایت کریں۔ اور لوگوں کو تعلیم و تلقین کرکے جہالت سے نجات دلائیں۔

---

[1] گلزارِ ابرار ترجمہ اذکارِ ابرار۔ ص ۱۱۹

پیر و مرشد کی ہدایت

آپ کے پیرِ روشن ضمیر نے آپ کو کھجوروں کے بیج اور ایک لوٹا عطا فرمایا اور آپ کو یہ ہدایت فرمائی کہ جس جگہ رات کو قیام کریں وہاں یہ کھجوروں کے بیج بوئیں اور لوٹے سے اُن بیجوں پر وضو کریں۔ جہاں بیج اُگ آئیں، وہاں ہی قیام کریں۔

پٹن میں آمد

آپ پیر و مرشد کی ہدایت کے موافق جہاں بھی رات کو قیام کرتے کھجوروں کے بیج بو دیتے اور لوٹے سے ان پر وضو کرتے۔ اس طرح سے آپ سفر کرتے کرتے پٹن پہنچے۔ پٹن پہنچ کر بھی آپ نے ویسا ہی کیا۔ صبح کو جو دیکھا تو بیج اُگ آئے تھے۔ آپ سمجھ گئے کہ یہی وہ مقام ہے جہاں قیام کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے پٹن میں سکونت اختیار کی۔

آپ کے پٹن میں رونق افروز ہونے کی تاریخ "آفتاب اسلام" سے ۶۱۶ھ مطابق ۱۲۱۹ء برآمد ہوتی ہے۔[1]

پٹن میں کرامت کا اظہار

آپ نے پٹن پہنچ کر ایک مشہور عالیشان مندر کے پاس قیام کیا۔ شہر کے ہر طبقہ کے آدمی اس مندر میں پوجا کرنے جایا کرتے تھے۔ لوگوں نے راجہ کو آپ کے قیام کی اطلاع دی۔ راجہ نے حکم دیا کہ فوراً ہٹا دو۔ راجہ کے آدمی جب وہاں پہنچے تو آپ کے ایک خادم نے آپ کو اُن کے ارادے کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ زمین کو حکم دو کہ ان آنے والوں کو پکڑ لے، جانے نہ دے۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی۔ زمین نے ان کو ایسا پکڑا کہ وہ جتنی نکلنے کی کوشش کرتے تھے اتنے ہی زیادہ دھنستے جاتے تھے۔ ان لوگوں نے عاجزی و انکساری سے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر ہمیں زمین چھوڑ دے تو ہم چپ چاپ واپس چلے جائیں گے۔ آپ نے اپنے خادم سے فرمایا

---

[1] اذکارِ ابرار۔ ص ۱۱۹

کہ زمین کو حکم دو کہ ان کو چھوڑ دے۔ خادم نے ایسا ہی کیا۔ زمین نے ان کو چھوڑ دیا اور وہ واپس چلے گئے۔

راجہ آپ کی خدمت میں

ان لوگوں نے واپس جا کر سارا حال راجہ کو سنایا۔ دوسرے دن صبح راجہ حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ نے راجہ سے فرمایا کہ درویشوں کی ملاقات کو آئے ہو نہ کہ بُت کی پرستش کے لئے۔ راجہ واپس چلا گیا اور جب دوبارہ آیا تو آپ نے راجہ سے فرمایا:

"اے راجہ! جو چیز ہماری خود کی بنائی ہوئی ہے، وہ ہمارا معبود کیسے ہو سکتی ہے۔ ایسی چیز کو معبود سمجھنا اور اس کی پوجا و پرستش کرنا عقلمندی نہیں ہے۔ ذرا دیکھو۔ خود ہی انصاف کرو۔ تعصّب کو چھوڑ دو۔ حقیقت کی نظر سے دیکھو۔ کیا یہ پتّھر کی مورتیاں کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ کیا یہ دعا قبول کر سکتی ہیں؟"

راجہ خاموشی سے آپ کی گفتگو سنتا رہا۔ کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے راجہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

"اے راجہ! اگر یہ پتّھر کی مورتیاں جو تمہارے معبود ہیں اگر میرا حکم مانیں اور میری اطاعت قبول کریں تو پھر تم ان کی پوجا و پرستش سے اجتناب و گریز کرو گے۔ اور صرف معبودِ حقیقی کی ہی عبادت کرو گے۔ معبودِ حقیقی وہ ہے جو کسی سے پیدا نہ ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ وہ ایک ہے۔ سب سے بالا ہے۔ برتر ہے۔ فنا سے آزاد ہے۔ بقا اس کے لئے ہے۔"

یہ سُن کر راجہ نے آمادگی ظاہر کی۔ آپ نے سب سے بڑے بت کو حکم دیا کہ اس کوزہ کو تالاب سے بھر کر لا۔ بُت فوراً اٹھا اور کوزہ کو تالاب سے بھر کر لایا۔ کوزہ میں سارے تالاب کا پانی تھا۔ تالاب خشک ہو گیا۔ مچھلیاں اور کچھوے تڑپنے لگے۔ راجہ یہ دیکھ کر حیران تھا۔

اس نے آپ سے عرض کیا کہ مچھلیاں اور کچھوے مرے جاتے ہیں۔ تالاب خشک پڑا ہے۔ مچھلیوں اور کچھوؤں کی جان بچائیے۔ یہ سن کر آپ نے حکم دیا کہ کوزہ سے تھوڑا سا پانی تالاب میں ڈال دو۔ پانی ڈالتے ہی تالاب پھر بھر گیا۔

آپ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے لوگ آپ کے حلقے میں داخل ہوئے۔ آپ پٹن میں رہتے رہے۔ اور رشد و ہدایت فرماتے رہے۔

وفات شریف

آپ نے ۱۲ رجب ۶۷۰ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ مزارِ مبارک پٹن میں سرسوتی ندی کے شمالی جانب فیوض کا سرچشمہ ہے۔

باب ۲۶

حضرت سیّد حسینؒ خنگ سوارؒ

حضرت سیّد حسین خنگ سوارؒ سرورِ مشائخ کبار ہیں۔ بادشاہِ اولیائے نامدار ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام جعفر صادق سے ملتا ہے۔ آپ کے پردادا کا نام سید محمدؒ اور دادا کا نام سیّد کبیر الدّین ہے۔ آپ کے والد کا نام سیّد محمود ہے۔

ولادت

آپ کی ولادت کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ۶۶۳ھ میں آپ پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۶۶۸ھ میں آپ پیدا ہوئے۔ دہلی کے قریب موضع غیاث پور

میں آپ پیدا ہوئے۔[1]

نامِ نامی

آپ کا نام نامی اسمِ گرامی حسین ہے۔

لقب

چونکہ آپ سفید گھوڑے پر سوار ہوتے تھے جس کو فارسی میں خنگ کہتے ہیں۔ اس لئے آپ خنگ سوار کے لقب سے مشہور ہوئے۔

کنیّت

آپ کی کنیّت ابو یزی ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت دہلی میں ہوئی۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ نے علوم ظاہری حاصل کرکے اور فقہ و حدیث و تفسیر میں ممتاز درجہ حاصل کر کے سب کو حیرت میں ڈالا۔ علومِ ظاہری کی تکمیل کر کے آپ علومِ باطنی کی طرف متوجّہ ہوئے۔

ایک واقعہ

ایک دن ایسا ہوا کہ آپکی حضرت بہلول مجنوں سے ملاقات ہوئی۔ حضرتِ بہلول نے جو آپ کو دیکھا تو آپ پر عاشق و فریفتہ ہو گئے اور آپ کے ہمراہ ہو لئے۔ ہر چند روکا لیکن نہ رکے آپ کو غصّہ آیا اور آپ نے ایک کوڑا حضرتِ بہلول مجنوں کے مارا۔ حضرتِ بہلول نے زور سے ایک نعرہ لگایا اور بیہوش ہو گئے۔ نعرہ کی آواز سے آپ عقل و خرد کھو بیٹھے۔

بارہ سال کی مدّت

بارہ سال تک آپ کی یہ حالت رہی کہ ایک درخت کے نیچے رہے۔ درخت کے پتّے جو

---

[1] گلزارِ ابرار۔

گرتے وہی کھا لیتے۔ نہ اپنی کچھ خبر تھی اور نہ دنیا کی کچھ خبر تھی۔

خواب

ایک رات آپ سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ سرورِ عالم نے آپ کو بیعت فرمایا اور اپنی کلاہِ خاص سے آپ کو سرفراز فرمایا۔ اور آپ کو حکم دیا:

"تم اب جاؤ اور نظام الدین اولیاء کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ اُن کے مرید ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ محبوبِ الٰہی ہیں۔"

محبوبِ الٰہی کی خدمت میں

سرورِ عالمؐ کا حکم پاکر آپ دوسرے دن سلطان المشائخ کے دربار میں پہنچے۔ سلطان المشائخ کو کشفِ باطنی کے ذریعہ سب کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ سلطان المشائخ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ سیّد حسین آئے ہیں اُن کو اندر بُلا لاؤ۔ خادم نے آواز دی۔ اس نام کے کئی آدمی تھے۔ خادم ناکام واپس آیا۔ پھر سلطان المشائخ نے خادم کو حکم دیا کہ حسین دہلوی کو اندر بلا لاؤ۔ اس نام کے بھی کئی آدمی تھے، اِس لئے خادم پھر ناکام واپس آیا۔ تیسری مرتبہ سلطان المشائخ نے خادم کو حکم دیا کہ حسین دہلوی غیاث پوری کو بلا کر اندر لاؤ۔ خادم آپ کو سلطان المشائخ کی خدمتِ بابرکت میں لے آیا۔

سُلطان المَشائخ کا عطیہ

آپ جب اندر آئے تو سلطان المشائخ نے اپنے سرِ مبارک سے کلاہ اُتار کر آپ کو دی۔ اس پر آپ نے عرض کیا کہ:

"رات میں سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہو چکا ہوں۔"

سلطان المشائخ نے یہ سن کر فرمایا:

"وہ بیعت کی کلاہ تھی۔ یہ محبّت کی کلاہ ہے۔"

آپ نے وہ کلاہ لے کر اپنے سر پر رکھ لی۔

خلافت

آپ نے محبوبِ الٰہی کی خدمت میں رہ کر علومِ باطنی حاصل کئے۔ اور ریاضت و مجاہدات کر کے اعلیٰ درجہ پر پہنچے۔ حضرتِ محبوب الٰہی نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

پیر و مرشد کا فرمان

سلطان المشائخ نے آپ سے فرمایا کہ:

"تم ڈھبوئی[1] کے شاہ ولایت ہو جاؤ۔ وہاں جاؤ۔ وہاں رہ کر رشد و ہدایت کرو۔ وہاں رہ کر گجرات کے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاؤ اور ان کی روحانی، اخلاقی اور سماجی زندگی سدھارو۔"

ڈھبوئی میں قیام

اپنے پیر و مرشد کا حکم پا کر آپ مع اپنی بہن بی بی آرام کے ڈھبوئی آئے اور رشد و ہدایت ایک مدت تک فرماتے رہے۔ ظلمت و تاریکی سے لوگوں کو روشنی میں لائے۔

پٹن میں آمد

ڈھبوئی سے آپ ترکِ سکونت کر کے پٹن تشریف لائے اور پٹن آ کر ایک حجرہ تعمیر کیا اور اسمیں رہنے لگے۔ جب آپ پٹن تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر ستر سٹھ سال کی تھی۔ حضرت مخدوم حسام الدین ملتانی جب پٹن پہنچے اور گجرات کے شاہِ ولایت ہوئے تو آپ کو اطراف و دیہات و قصبات کا شاہ ولایت بنا کر بھیجا گیا۔ آپ دیہاتوں اور قصبات میں تعلیم و تلقین فرماتے اور پیغامِ حق سُناتے اور لوگوں کو شرک و بدعت سے نجات دلاتے۔

سیرتِ مبارک

آپ کی زندگی سادہ تھی۔ توکّل، قناعت، تحمّل، عاجزی و انکساری کا مجسّمہ تھے۔ ہر

---

[1] نوٹ: ڈھبوئی بڑودہ کے پاس ایک شہر تھا۔ آج کل قصبہ ہے۔

ایک سے خاطر تواضع سے پیش آتے تھے۔

کرامت

حاکمِ وقت کا برتاؤ لوگوں کے ساتھ اچھا نہ تھا۔ وہ ظالم اور جابر تھا اور لوگوں کو تنگ کرتا تھا۔ لوگوں نے آپ سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے حاکمِ وقت کو آگاہ کیا کہ اگر وہ اپنا طریقۂ عمل نہ بدلے گا تو اس کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ اُس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ آپ نے بد دعا کی۔ سانپ اور بچھوؤں نے اس کو گھیر لیا۔ اب تو وہ بہت نادم ہوا اور ظلم و ستم سے توبہ کی۔ آپکے پاس آکر چند گاؤں بطور نذرانہ پیش کئے اور آپ کا معتقد ہوا۔

وفات

آپ نے ۷۹۸ھ میں مطابق ۱۳۹۶ء داعیٔ اجل کو لبّیک کہا۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو تیس سال کی تھی۔ مزارِ مبارک پٹن میں سہس لنگ تالاب کے مغربی کنارے مرجعِ خاص و عام ہے۔

باب ۲۷

حضرت سیّد محمّد اصغر

حضرت سیّد محمّد اصغر کمالِ حقیقت تھے۔

خاندانی حالات

حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے خاندان سے تھے۔

والد

آپ حضرتِ برہان الدّین قطبِ عالم کے صاحبزادے تھے۔

نام

آپ کا نام سیّد محمّد اصغر ہے۔

کنیّت

آپ کی کنیت شیخ محمّد ہے۔

تعلیم و تربیت

تعلیم و تربیت والدِ بزرگوار سے اور پھر حضرتِ شاہ عالم سے پائی۔

بیعت و خلافت

آپ اپنے والدِ ماجد کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

بچپن کا ایک واقعہ

ابھی آپ کمسن تھے کہ ایک دن سلطان مظفر شاہ کے دربار میں بلبل کی لڑائی دیکھنے گئے۔ سلطان مظفر شاہ کا بلبل اور سب بلبلوں پر غالب تھا۔ آپ نے ایک شخص کا بلبل لے کر سلطان مظفر شاہ کے بلبل کے سامنے رکھ دیا۔ لڑائی میں اوّل اوّل تو دونوں بلبلیں برابر رہیں۔ پھر سلطان مظفر شاہ کا بلبل اس بلبل پر غالب آنا شروع ہوا۔

آپ نے یہ دیکھ کر ایک نعرہ لگایا!

"المدد باباجی!"

اتنا کہنا تھا کہ شاہی بلبل سست ہو گیا۔ اور آخر کار ہار گیا۔

سلطان مظفر شاہ کو یہ بات ناگوار گزری۔ اس نے کہا کہ:

"لڑائی تو بلبلوں کی تھی۔ پھر میاں جی! آپ نے اپنے والدِ ماجد کا نام کیوں لیا۔ یہ انصاف کی بات نہیں معلوم ہوتی۔"

مزار

آپ کا مزارِ مبارک بٹوہ میں ہے۔

باب ۲۸

حضرت سیّد تاج الدّین سوہی

حضرت سیّد تاج الدّین سوہی باکمال درویش تھے۔

بیعت وخلافت

آپ نے مخدوم خدّھا سے بیعت کی اور اُن سے خرقۂ خلافت پایا۔ مخدوم خدھا کا نام مولانا یوسف ہے۔ وہ احمد سوہی کے صاحبزادے تھے۔ وہ مولانا یوسف شیخ سوہی کے خلیفہ تھے۔ حضرتِ سوہی نے اپنے والدِ ماجد مولانا محسن الدّین پیر مکّہ سے خرقۂ خلافت پایا تھا۔[1] آپ کو حضرت سیّد برہان الدّین قطب عالم نے بھی خرقۂ خلافت عطا فرمایا تھا۔

ذریعۂ معاش

حضرت سیّد حسام الدّین مُلتانی کے مزارِ مبارک کے اندر جو مدرسہ تھا۔ اس میں آپ درس دیتے تھے۔

سیرت

آپ ایک کامیاب مدرس تھے۔ قناعت کی دولت سے مالامال تھے۔ توکّل آپ کا شعار تھا۔ علمِ ظاہری میں یکتا اور علمِ باطنی میں بے نظیر تھے۔ اپنے احوال کو کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے۔ عبادت، ریاضت اور مجاہدات سے روحانی اور حقیقی خوشی حاصل کرتے تھے۔ سیدھی سادی

---

[1] اذکارِ ابرار۔ ص ۱۴۷

زندگی تھی۔ سکون و اطمینان سے یادِ الٰہی میں وقت گزارتے تھے۔

مزارِ مبارک

آپ کے مزارِ مبارک کا صحیح پتہ نہیں چلا۔ اتنا ضرور ہے کہ مزار پٹن میں ہے۔

باب ۲۹

حضرت سیّد محمود بخاریؒ

حضرت سیّد محمود بخاری مقتدائے ملّت ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کے آباواجداد بخارا میں رہتے تھے۔ وہاں ایک محلّہ تھا جو سیّدوں کا محلّہ کہلاتا تھا اسی محلّہ میں آپ کے آباواجداد رہتے تھے۔ آپ کے والدِ ماجد بخارا کے ایک مقتدر خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان پر مذہب کا رنگ بہت غالب تھا۔

ولادت

آپ بخارا میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔

نامِ نامی

آپ کا نام سیّد محمود ہے۔ آپ بخارا کے تھے اس لئے بخاری کہلاتے تھے۔

لقب

آپ کا لقب پیر بھڈیات ہے۔

ضعیفہ کی فریاد

ایک بڑھیا چوکڈی گاؤں میں رہتی تھی۔ کسی زمانہ میں چوکڈی گاؤں ایک بارونق شہر تھا۔

چوکڈی کا راجہ وہاں کی مسلمان رعایا کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہ کرتا تھا۔ اس سے پہلے جو راجہ تھا وہ غریب پرور تھا اور رعایا کا ہمدرد تھا۔ وہ ہندو مسلمان میں فرق نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد جو راجہ ہوئے ان کے مشیر اور وزیر دوسرے خیال کے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ کے خیالات بدل دیے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ اس بڑھیا کے لڑکے کو راجہ کے حکم سے مار ڈالا گیا۔ اس کی ماں کو گزارہ ملنا بھی بند ہو گیا۔ اس ضعیفہ نے چاہا کہ راجہ کے دربار میں جا کر شکایت کرے لیکن اُسے دربار میں جانے نہ دیا گیا۔

قدرتی طور پر اس ضعیفہ کو اپنے بیٹے کے مارے جانے کا بہت رنج تھا۔ اس نے بددعا دی کہ جب میرا لڑکا نہ رہا تو اب نہ راج رہے گا اور نہ راجہ رہے گا۔

روانگی

وہ بڑھیا حج کے خیال سے سورت گئی اور پھر وہاں سے مکہ پہنچی۔ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ پہنچ کر دربارِ سرورِ عالم میں اپنا معروضہ پیش کیا۔

بشارت

مدینہ منورہ میں ایک دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئی۔ سرورِ عالمؐ نے اس ضعیفہ سے فرمایا کہ:

"غم نہ کھا۔ رنجیدہ مت ہو۔ تو بخارا جا۔ وہاں میری آل ہے۔ وہاں محمود کے پاس جانا۔ وہ تیری امداد کرے گا۔ ناامید مت ہو۔"

پھر اس بڑھیا کو بخارا کی جائے وقوع اور نقشہ دکھایا اور محمود نامی شخص کی شکل و صورت بھی اس کو دکھائی گئی۔

آپ کو بشارت

اِدھر آپ کو بشارت ہوئی کہ ایک ضعیفہ میری بھیجی ہوئی تمہارے پاس آ رہی ہے۔ اُس

کی امداد کرنا۔ پھر سرورِ عالمؐ نے آپ کو حکم دیا کہ ہندوستان کا رُخ کرو۔

بڑھیا بخارا میں

وہ ضعیفہ جب بخارا پہنچی تو آپ کو تلاش کرنے لگی۔ ادھر آپ خود اس ضعیفہ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ جب اس کی تلاش میں نکلے تو وہ ضعیفہ راستہ میں ملی۔ اس نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو وہی محمود ہیں جن کو خواب میں دیکھ چکی ہوں۔

ہندوستان کو روانگی

آپ اپنے والدین، عزیز اور دوستوں سے رخصت ہو کر ہندوستان روانہ ہوئے۔ کچھ لوگ آپ کے ساتھ ہو لئے۔ احمد آباد پہنچ کر کچھ دن وہاں قیام کیا۔ پھر احمد آباد سے ڈھولکہ پہنچے۔ ڈھولکہ سے ڈھولارا بندر پہنچے اور نمازِ شکرانہ ادا کی اور بارگاہِ ایزدی میں دعا کی کہ:

"اے رب العزّت اور اے چارۂ بیچارگان! تیرے بھروسے پر ہم سب یہاں آئے ہیں۔ تیرے نام کی عظمت کے لئے ہم نے گھر بار چھوڑا تو ہم کو فتح دے اور ہم کو کامیاب و کامراں و سرخرو کر۔"

مشورے

صبح کی نماز کے بعد سب نے مل کر مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ کسی نے کہا کہ فوراً حملہ کر دینا چاہیئے اور کسی نے کہا کہ حالات کا جائزہ لینا چاہیئے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جنگ اسلامی اصول کے مطابق ہونا چاہیئے۔

راجہ کو خط

آپ نے راجہ کے نام ایک خط لکھ کر دو سواروں کو راجہ کے پاس وہ خط دینے کے لئے بھیجا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا:۔

"ساری تعریف و توصیف اللہ کے لئے ہے۔ اللہ ایک ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس سے

پیدا ہوا۔ اللہ بزرگ و برتر کے محبوب پیغمبر حضرت محمد مصطفٰے صل اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ وہ آخری پیغمبر ہیں۔ میں تم کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔

... اور تم کو چاہیئے کہ رعایا کو اپنی اولاد کی طرح سمجھو۔ رعایا پر ظلم و ستم کرنا چھوڑ دو۔ رعایا کی دُعا لو۔

... یہ بھی تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم تم سے کچھ نہیں چاہتے۔ نہ تمہارا تاج و تخت چاہیئے، نہ تمہاری دولت چاہیئے اور نہ تمہاری زمین۔

... اگر تم نہیں مانے تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

خط کا جواب

راجہ نے جواب دیا کہ

"میں گجرات کا بادشاہ ہوں۔ بہادر ہوں اور میری فوج کی بہادری سے تم لوگ واقف نہیں۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تم کو تمہاری موت یہاں لائی ہے۔ مجھ کو تم پر رحم آتا ہے۔ اب بھی وقت ہے۔ واپس چلے جاؤ۔ اور اگر لڑنے آئے ہو تو لڑو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لڑائی کے میدان سے تم لوگ منہ چھُپا کر بھاگ جاؤ۔"

جنگ کا آغاز

اب جنگ کی تیاری پوری طرح شروع ہوئی۔ آپ کے لشکر میں سو آدمیوں سے زیادہ نہ تھے۔ اِدھر اللہُ اکبر کے نعرے تھے اور ادھر جنگ کے طبل بج رہے تھے۔ آپ خود لشکر کے سردار تھے۔ آپ انتظار میں تھے کہ آپ پر حملہ ہو تو آپ جنگ کریں۔ ہوا ایسا کہ راجہ کے لشکر نے آپ کے لشکر کو گھیر لیا۔ اب آپ نے اعلان کر دیا کہ حجّت پہلے ختم کی جب خط بھیجا اور اب ہم پر حملہ ہوا ہے۔ اب ہمارے لئے جنگ واجب ہے۔

آپ والہانہ طور پر تلوار چلا رہے تھے۔ آگے بڑھتے بڑھتے راجہ کے پاس پہنچ گئے اور ایک مرتبہ پھر اس کو دعوت حق دی۔ راجہ نے جواب دیا کہ تم محض ایک کنکر ہو اور میں ایک پہاڑ

ہوں۔

غرض لڑائی گھمسان کی ہو رہی تھی۔ راجہ کا وار خالی گیا۔ پھر آپ نے راجہ پر تلوار سے حملہ کیا۔ جس سے راجہ کی گردن جسم سے الگ ہو گئی۔

بشارت

آپ کو فتح حاصل ہوئی لیکن شہادت نہ ملی۔ اس بات کا آپ کو افسوس تھا۔ رات کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ کو شہادت کی بشارت دی اور فرمایا کہ گھبراتا کیوں ہے۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور آپ کو جنّت بھی دکھائی۔

شہادت

اِس بشارت کے بعد تو آپ بہت خوش تھے۔ آپ رات کے وقت اپنے خیمہ میں آرام فرما رہے تھے کہ راجہ کا بھائی جو میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا تھا بدلہ لینے کی غرض سے واپس آیا اور آپ کے خیمہ میں داخل ہو کر آپ کو شہید کر دیا۔ صبح کو آپ جب نماز کے لئے باہر نہ آئے تو ساتھیوں کو فکر ہوئی۔ اندر جا کر دیکھا تو آپ جامِ شہادت نوش کئے لیٹے تھے۔

تجہیز و تکفین

جنازہ تیار کر کے آپ کے ساتھ بخارا روانہ ہوئے تاکہ وہاں جا کر سپردِ خاک کریں راستے میں بھڈیات پڑا۔ بھڈیات میں وہ لوگ رُکے۔ تالاب کے کنارے جنازہ رکھا اور نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر جو جنازہ اُٹھایا تو جنازہ اتنا بھاری تھا کہ اٹھائے نہ اُٹھتا تھا۔ بہت کوشش کی لیکن جنازہ اٹھا نہ سکے۔ لوگ حیران تھے کہ کیا کریں۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ:

"بھڈیات میں ہی دفن کر دو۔ لوگ اُن سے فیض پائیں گے۔"

چنانچہ آپ کو بھڈیات میں دفن کیا گیا۔ بھڈیات میں آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے۔ ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے۔ اور مزارِ مبارک پر جھنڈا لہرایا جاتا ہے۔

باب ۳۰

حضرت سیّد تاج الدّین قادری بہاری

حضرت سیّد تاج الدّین قادری مصدرِ فضائل تھے۔

خاندانی حالات

آپ غوث الاعظم پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے تھے۔ آپ کے دادا کا نام سیّد محبوب تھا۔ اور وہ سیّد ابراہیم کے لڑکے تھے اور وہ سیّد اسمٰعیل کے اور وہ سیّد یعقوب کے اور وہ سیّد شہاب الدّین کے (قاضی ابوصالحہ نصرؒ کی اولاد سے) اور وہ حافظ ابوبکر عبدالرزاق کے اور وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام سیّد اسمٰعیل ہے۔

بیعت وخلافت

آپ اپنے والدِ ماجد سے بیعت ہوئے اور ان ہی سے خرقۂ خلافت پایا۔

اولاد

آپ کے تین لڑکے تھے۔ اُن کے نام یہ ہیں:۔

سیّد احمد۔ سیّد اسحاق اور سیّد جمال۔

وفات

آپ کی وفات کا واقعہ اس طرح ہے کہ وفات سے تین روز قبل آپ نے سیّد قاسم بن سیّد

محمود کو مطلع کیا کہ فلاں دن اس دارِ فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تیسرے دن آپ کی وفات ہوئی یعنی ۱۰ جمادی الاوّل ۱۰۰۷ھ مطابق ۱۵۹۸ء کو۔ مزار پرانوار پٹن میں پرانے قلعہ میں ہے۔[1]

سجّادہ نشین

آپ نے اپنے چھوٹے صاحبزادے سیّد اسحاق کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اپنا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔

سیرت

درس و تدریس محبوب مشغلہ تھا۔ بہت سے طلبار نے آپ سے فیض پایا۔ عبادت و ریاضت اور خلوت میں اپنا وقت گزارتے تھے۔ یادِ الٰہی سے کسی وقت بھی غافل نہ رہتے تھے۔ ذکر و فکر کے آثار چہرے سے نمایاں تھے۔ دنیا سے بقدرِ ضرورت تعلّق رکھتے تھے۔

تعلیمات

آپ نے فرمایا کہ دنیا کی دولت چند روزہ ہے۔ وہ فانی ہے۔ اس سے دل لگانا بیوقوفی اور نادانی ہے۔ مطلوبِ اصلی کی طرف متوجہ ہونا اصلی دولت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر حال میں خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

باب ۳۱

حضرت سیّد حامد

حضرت سیّد حامد پاک باطن بزرگ تھے۔

---

[1] تحفۃ الکرام

خاندانی حالات

حضرت برہان الدین قطب عالم کے خاندان سے ہیں۔

نامِ نامی

آپ کا نام سیّد حامد ہے۔

خدمت

آپ کے سپرد حضرت شیخ محمود دریانوش نے یہ خدمت کی تھی کہ آپ خانقاہ کی دیکھ بھال کریں، خرچ و اخراجات پر نظر رکھیں اور لنگر کا معقول انتظام کریں۔

احتیاط

آپ اپنے فرائضِ منصبی کی انجام دہی میں بہت احتیاط برتتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے خادم سے غسل کے لئے پانی گرم کرنے کو کہا۔ اس نے کیا کیا کہ لنگر کی بچی ہوئی لکڑی سے پانی گرم کیا۔ آپ نے غسل فرمایا، نماز ادا کی تو آپ نے ایک عجیب کیفیت محسوس کی۔ فوراً خادم کو بُلایا اور پوچھا کہ لکڑی پانی گرم کرنے کے لئے کہاں سے لائے تھے۔ اُس نے صحیح صحیح بات بتادی۔ آپ نے یہ بات پسند نہ کی کہ لنگر کی بچی ہوئی لکڑی سے آپ کے غسل کا پانی گرم ہو اور آپ اس سے غسل فرمائیں۔

حضرت محمود دریانوش کے پاس گئے اور کہا کہ جو خدمت اُن کے سپرد ہے، وہ اُس کو انجام دینے سے معذور ہیں۔ وہ خدمت کسی دوسرے شخص کے سپرد کی جائے۔ حضرت محمود دریا نوش کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا تو آپ سے خوش ہوئے اور بجائے خدمت دوسرے کے سپرد کرنے کے آپ کا روحانی درجہ اپنی قوتِ باطنی سے بڑھا دیا۔

وفات

آپ ۴ رشعبان ۹۰۹ھ کو واصل بحق ہوئے۔ مزارِ مبارک بٹوہ میں ہے۔

سیرت

آپ ترک وتجرید میں اپنی مثال آپ تھے۔ قناعت اور توکّل کے مجسمّہ تھے۔ شب بیدار تھے۔

باب ۳۲

حضرتُ سیّد احمد

حضرت سیّد احمد باکمال بزرگ تھے۔

خاندانی حالات

آپ حضرتِ مخدوم جہانیان جہاں گشت کے خاندان سے ہیں۔

والد ماجد

آپ حضرتِ برہان الدّین قطب عالم کے صاحبزادے ہیں۔

ولادت ونام

آپ پٹن میں ۸۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام سیّد احمد ہے۔

تعلیم وتربیت

اپنے والدِ ماجد کی نگرانی میں آپ کی تعلیم وتربیت ہوئی۔

بیعت وخلافت

اپنے والد کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

پاسِ ادب

آپ نے کبھی اپنے والدِ ماجد کے مزارِ مبارک کی طرف پشت نہیں کی۔ ایک دفعہ ایسا ہوا

کہ حضرتِ شاہ عالم اور آپ حضرت قطب عالم کے مزار پر حاضر تھے۔ اتنے میں مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا۔ حضرت شاہ عالم نے آپ کو امامت کے لئے آپکا ہاتھ پکڑ کر آگے کیا۔ چادر بچھاتے وقت خیال آیا کہ کبھی حضرت قطب عالم کے مزار کی طرف پشت نہیں کی ہے۔ یہ بات حضرت شاہ عالم کو بذریعۂ کشف معلوم ہوگئی۔ پس انہوں نے آپ کو ہٹا دیا اور خود آگے بڑھ گئے۔ حضرت شاہ عالم نے دوسری جگہ نماز پڑھی اور آپ نے بھی دوسری جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

آپ کے نماز پڑھانے سے لوگوں کو نماز میں وہ کیف و سرور حاصل ہوا جس سے وہ روحانی خوشی سے ہمکنار ہوئے۔ نماز سے جب فارغ ہو کر روضۂ مبارک کی طرف آئے تو لوگوں سے کہا کہ وہ سب کچھ ان کا تصرّف تھا اور انہوں نے جو کچھ پایا ان ہی (حضرت قطب عالمؒ) سے پایا۔

وفات

آپ نے ۸۸۲ھ میں وفات پائی۔ مزارِ مبارک بٹوہ میں ہے۔

سیرت

آپ ترک و تجرید میں یکتا تھے۔ حضرتِ قطب عالمؒ سے زندگی میں فیض پایا اور ان کے وصال کے بعد ان کی رُوحِ پُرفتوح سے فیض پاتے تھے۔

باب ۳۳

حضرت سیّد طیّبؒ

حضرت سیّد طیّب اِمام الطریقت تھے۔ کاشف الحقیقت تھے۔

بیعت وخلافت

آپ حضرت جلال الدّین حسین شاہ جیو کے مُرید اور خلیفہ تھے۔

حج کو روانگی

آپ سورت سے حج کا فریضہ ادا کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے۔ انگریزوں نے آپ کا جہاز گھیر لیا۔ مقابلہ ہوا۔ آپ کے ساتھی مسافروں نے آپ سے دُعا کرنے اور اپنے پیرومرشد سے امداد طلب کرنے کو کہا۔ آپ نے مراقبہ کیا۔ کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ آپ کے پیرومرشد حضرت شاہ جیو یکایک دیکھنے میں آئے۔ اُن کے ہاتھ میں پیراہن کا پلو تھا۔ آپ کے پیرومرشد نے آپ کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کیا۔ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا تھا کہ دشمن کے جہاز میں آگ لگ گئی۔ تین انگریز بچے، باقی سب جل گئے۔ ان تین انگریزوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور آپ کے مُرید ہوئے۔

واپسی

حج کر کے آپ واپس تشریف لے آئے اور رشد و ہدایت میں وقت گزارنے لگے۔

ملاقات

حاجی عبدالوہاب کلاں بخاری جو اپنے زمانے کے مشہور بزرگ تھے، دہلی سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ گجرات آئے تو آپ سے ملے۔ ملاقات کے بعد لوگوں سے کہنے لگے کہ میں احرام باندھ کر حج کے ارادہ سے نکلا ہوں اس لئے مجبور ہوں ورنہ ان کی خدمت میں رہتا۔ بڑے پایہ کے بزرگ ہیں۔

سیرت

آپ زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ عبادت، ریاضت، مراقبہ اور مجاہدات میں بے نظیر تھے۔ رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ اپنے پیرومرشد کے عاشق اور پرستار تھے۔ کہا کرتے تھے کہ پیرومرشد کی خدمت سے سب کچھ مِلا۔

مزارِ مبارک

آپ کا مزارِ پُرانوار رئیس پور میں ہے جو رسول آباد اور بٹوہ کے درمیان واقع ہے۔

ورد و وظیفہ

مصیبت کے وقت الحمد شریف (سورۂ فاتحہ) پڑھنے سے مصیبت دُور ہو جاتی ہے۔

باب ۳۴

حضرت سیّد محمود شاہ بڈھا

حضرت سیّد محمود شاہ بڈھا سر دفترِ اولیاء کامل ہیں۔

والدِ بزرگوار

آپ کے والدِ بزرگوار حضرت سیّد جلال الدین حسین شاہ جیو صاحبِ حال و صاحبِ قال اور صاحبِ مقامات بزرگ تھے۔

ولادت

آپ بٹوہ میں ۸۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔

نام

آپ کا نام سیّد محمود ہے۔

لقب

آپ کا لقب شاہ بڈھا ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والدِ بزرگوار کے ذریعہ ہوئی۔ آپ نے حدیث، تفسیر،

فقہ، منطق اور عربی زبان میں مہارت حاصل کی۔

بیعت و خلافت

آپ اپنے والدِ ماجد کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور اُن ہی سے خرقۂ خلافت پایا۔

سُلطان سے تعلقات

گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ سے آپ کے تعلقات کچھ اچھّے نہ تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بہادر شاہ نے شہنشاہ ہمایوں کا طرفدار ہونے اور اس کے ساتھ سازش کے شبہہ میں بہت سے درویشوں کے ساتھ خراب برتاؤ کیا تھا۔ اس نے حضرت شاہ عرب، شاہ زاہد بن قطب عالم اور حضرت سیّد عالم بن سیّد عثمان شمع برہانیؒ ایسے مقتدر اور با اثر بزرگوں کو حکم دیا کہ وہ گجرات چھوڑ کر مکّہ چلے جائیں۔ بہادر شاہ کا ظلم اور زیادتی جب حد سے بڑھ گئی تو لوگوں کے اصرار پر آپ بہ نفسِ نفیس بہادر شاہ کے پاس اس کو سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کی غرض سے تشریف لے گئے۔ بہادر شاہ نے حضرت کی تعظیم و تکریم نہیں کی۔ اس کو طاقت پر غرور تھا۔ اس نے تحکمانہ لہجہ میں کہا کہ "ہم کو کسی کی ضرورت نہیں"۔

آپ نے جب یہ الفاظ سُنے تو آپ کو رنج ہوا اور آپ نے فرمایا کہ ہمارے والد اور قطبِ عالم کا صدقہ تھا اور ان کی مہربانی تھی جو اس کے خاندان کو گجرات کی سلطنت ملی۔ آپ کو اس کے اس برتاؤ سے تکلیف پہنچی۔ بہادر شاہ زیادہ دن حکومت نہ کر سکا۔

سیرت

آپ خلوت پسند تھے۔ ویران مقامات اور قبرستان پسند فرماتے تھے۔ اور ایسے ہی مقامات پر عبادت کرنا آپ کو پسند تھا۔ لوگوں سے میل جول کم رکھتے تھے۔ زیادہ وقت عبادت، ریاضت، ذکر و فکر اور مراقبے میں گزارتے تھے۔ نوافل زیادہ پڑھتے تھے۔ غیر ضروری امور اور بیکار اور بیہودہ باتوں سے اجتناب فرماتے تھے اور دُور رہتے تھے۔ آپ کم سوتے تھے۔ کم

بولتے تھے۔ کم کھاتے تھے اور لوگوں سے کم ملتے تھے۔ ذکرِ خفی اور ذکرِ جلی اور مراقبہ سے روحانی خوشی اور انبساط حاصل کرتے تھے۔ آپ کے درِ دولت پر مریدوں اور خواص و عوام کا ہجوم رہتا تھا۔ آپ کا لنگر عام تھا۔ توکل اور قناعت آپ کا شعار تھا۔

تعلیم

آپ فرمایا کرتے تھے کہ نفس دشمن ہے۔ اس سے ہوشیار رہنا ضروری ہے جو بھی نفس سے ہوشیار نہ رہے گا نقصان اٹھائے گا۔ جس نے نفس سے جنگ کی، اس نے خوب کیا۔ جس کا نفس اس پر غالب ہوا، وہ نقصان میں ہوا۔ طریقت کی بنیاد نفس کی مخالفت پر ہے۔ جو نفس کے جال میں پھنسا، اس پر معرفت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

کشف و کرامت

آپ نے فرمایا تھا کہ سلطان بہادر خاں جلد مارا جائے گا۔ اور محمد شاہ بھی کامیاب بادشاہ نہ ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔

باب ۳۵

حضرت سیّد محمّد تقی

حضرت سیّد محمّد تقی اہلِ حال اور اہلِ قال بزرگ ہیں۔

نام

آپ کا نام نامی اسمِ گرامی محمّد ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ نام عبداللہ ہے۔[1]

---

[1] آبِ کوثر از شیخ محمد اکرام۔ ص ۳۲۹

لقب

آپ کا لقب تقی ہے۔

کنیّت

آپ کی کنیّت سیّد محمّد برہمن ہے۔

پٹن میں آمد

آپ راجہ سدھ راج جیسی کے زمانے میں پٹن تشریف لائے۔ آپ برہمنوں کا سا لباس پہنے ہوئے تھے اور زنّار ہاتھ میں تھی۔

ملازمت

آپ راجہ کے یہاں ملازم ہوئے اور کھانا پکانے کی خدمت آپ کے سپرد ہوئی۔ آپ ایک مدّت تک باورچی خانہ میں کھانا پکاتے اور راجہ کو کھلاتے رہے۔

انکشافِ راز

راجہ کو کسی طرح شبہہ ہوا کہ آپ برہمن نہیں ہیں بلکہ مسلمان ہیں۔ ایک دن راجہ نے آپ کو خلوت میں طلب کیا اور پوچھا کہ:

"تم برہمن نہیں معلوم ہوتے۔ کیا یہ صحیح ہے؟"

آپ نے جواب دیا:۔

"یہ صحیح ہے کہ میں برہمن نہیں ہوں۔"

پھر راجہ نے دریافت کیا:

"اگر تم برہمن نہیں ہو تو پھر تم کون ہو؟"

آپ نے جواب دیا:

"میں مسلمان ہوں۔"

راجہ کو یہ سُن کر سخت غصّہ آیا۔ اس نے آپ کو آگ میں ڈالنا چاہا۔ یہ بات آپ کو کشف

سے معلوم ہوئی۔ اس کے فوراً بعد ہی آپ اپنے خالق سے جا ملے۔ آپ کا جسم مبارک تازہ پھولوں کا ڈھیر بن گیا۔[1] پھول چادر میں باندھ کر لوگوں نے سہس لنگ تالاب کے کنارے دفن کر دئے۔ یہ[2] بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ کام کاج سے فارغ ہو کر تالاب پر جاتے، وضو کرتے اور پھر پانی پر سیر کرتے بعد ازاں عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو کر تمام رات اس طرح گزار دیتے تھے۔

ایک دن راجہ نے اپنے محل کی ایک کھڑکی سے یہ دیکھا تو اس نے آپ کو بُلایا اور آپ سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ :

"میں برہمن نہیں ہوں۔ میں مسلمان ہوں اور پانی پر چلنا رضائے الٰہی ہے۔"

یہ سُن کر راجہ نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اس کو پانی پر سیر کرائیں۔ آپ نے راجہ کی درخواست قبول فرمائی اور اس سے کہا کہ وہ رات کے وقت تالاب پر آجائے۔

راجہ کا تالاب پر آنا

راجہ رات کے وقت تالاب پر پہنچا۔ آپ نے وضو کیا اور پانی پر چلنا شروع کیا اور راجہ سے کہا کہ وہ آپ کے پیچھے پیچھے آئے۔ راجہ آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

راجہ کے دل میں جب کوئی فاسد خیال آتا تو وہ ڈوبنے لگتا۔ جب وہ ڈوبنے لگتا تو آپ کو آواز دیتا اور آپ راجہ کا ہاتھ پکڑتے اور راجہ پھر اوپر آجاتا۔

---

[1] آبِ کوثر۔ ص ۳۳۰

دیکھو گزٹیئر۔ جلد نہم۔ حصہ دوم۔ ص ۲۶

[2] مراۃ احمدی۔ حصہ دویم۔ ص ۔ تحفۃ الکرام۔ حصہ ایک ص ۔

وفات

پانی پر سیر کر کے جب راجہ محل گیا تو اس نے آپ کو زندہ آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا۔ یہ بات آپ کو کشف سے معلوم ہو گئی۔ فوراً ہی بعد آپ واصل بحق ہو گئے۔

کرامت بعد از وفات

راجہ نے آپ کو بہت تلاش کیا لیکن آپ کا کہیں پتہ نہ چلا۔ بہت تلاش کے بعد تالاب کے کنارے ایک شخص چادر اوڑھے سوتا دکھائی دیا۔ چادر اُٹھا کر دیکھا گیا تو آپ کی نعش مبارک تھی۔

راجہ نے حکم دیا کہ آپ کی نعش مبارک کو آگ میں ڈالا جائے۔ اس حکم کے بعد بجائے نعش کے تازہ تازہ پھولوں کا ایک ڈھیر دکھائی دیا۔ راجہ نے جب یہ دیکھا کہ نعش غائب ہو گئی اور تازہ پھولوں کا ایک ڈھیر موجود ہے تو اس نے حکم دیا کہ پھولوں کو دفن کیا جائے۔

پھولوں کو ایک چادر میں رکھ کر حضرت اسحاق بن اسمٰعیل بن حضرت سلطان حاجی دودھؒ نے نہایت احترام سے دفن کیا۔

باب ۳۶

حضرت سیّد حامد

حضرت سیّد حامد جامع الکمالات تھے۔

خاندانی حالات

آپ حضرت سیّد حسین خنگ سوار کے بھتیجے ہیں۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام محمود ہے۔

نامِ نامی

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی حامد ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے علومِ ظاہری کئی بزرگوں سے اور زیادہ تر اپنے چچا حضرت سیّد حسین خنگ سوارؒ سے حاصل کئے۔

بیعت و خلافت

آپ نے اپنے چچا حضرت سیّد حسین خنگ سوارؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ اور انہوں نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا

پیر و مرشد کا فرمان

آپ کے پیر و مرشد کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے آپ کو اپنا جانشین مقرر فرما کر وصیت فرمائی کہ:

"برخوردار حامد! یہ بات کبھی نہ بھولنا کہ درویش کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ گوشۂ تنہائی اختیار کرے۔ مخلوق سے الگ رہے اور جب تک کوئی خاص ضرورت نہ ہو تو حجرہ سے باہر ہرگز نہ جائے۔ درویش کو چاہیئے کہ کسی کے مکان پر نہ جائے اور اگر کسی خاص ضرورت سے باہر جانا ہی ہو تو جنگل میں قیام کرے۔ آبادی سے دُور رہے۔"

آپ کا طریقہ

آپ نے اپنے پیر و مرشد کی وصیّت پر تمام عمر سختی سے عمل کیا۔ گوشۂ تنہائی کو پسند کیا۔

دعوت نامہ

حضرت شیخ عزیز اللہ اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ رکن الدین گنج شکرؒ کے پاس پٹن میں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے عرس مبارک کا دعوت نامہ آپ کو بھیجا۔ آپ نے معذرت کی اور کہا کہ پیر و مرشد کی وصیت کے خلاف قدم اٹھانے کو کسی طرح تیار نہیں۔

حضرت عزیز اللہ نے حضرت رکن الدین کو آپ کے نہ آنے کی وجہ سے مطلع کیا۔ حضرت رکن الدین نے حضرت عزیز اللہ سے کہا کہ محفل کا انتظام شہر میں نہ کرو۔ کسی غیر آباد جگہ یا جنگل میں کرو تاکہ وہ (حضرت حامد) شریک ہو سکیں۔ اُن کی شرکت ضروری ہے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ محفلِ عرسِ مبارک جنگل میں منعقد ہو گی۔ جب آپ کو دوبارہ اطلاع دی گئی تو آپ نے دعوت نامہ قبول کیا۔

روانگی

آپ جب شرکت کے لئے جانے لگے تو اپنے چھوٹے بھائی سیّد یعقوب کو بُلایا اور فرمایا کہ میرے انتقال کا وقت اب قریب ہے۔ میں نے تم کو اللہ کے سپرد کیا۔ آپ نے اپنے بھائی سیّد یعقوب کو اپنا جانشین نامزد کیا اور سجّادہ نشین مقرر کر کے تبرکات اُن کے سپرد کئے۔

محفل میں آمد

آپ جب محفل میں پہنچے تو عشقِ الٰہی کی آگ اور شوق و ذوق و اشتیاق نے اور معرفت کی آتش نے آپ کو از خود رفتہ کر دیا۔ آپ نے حاضرین سے کہا کہ اگر کسی کو عشق و محبّت کا کوئی قصّہ یا داستان یاد ہو تو سناؤ۔ ایک شخص نے تعمیلِ حکم کی اور اس طرح قصّہ شروع کیا:

"ایک کلال کو اپنی بیوی سے انتہائی محبّت تھی۔ اس کلال کے کوئی اولاد نہ تھی۔ بیوی بانجھ تھی۔ ایک دن اس کی بیوی نے اس کو اجازت دی کہ وہ دوسری شادی کر لے تاکہ اس کی نسل چلے۔ شوہر نے انکار کیا اور کہا کہ اس کی محبّت اس کے ساتھ ممکن ہے دوسری شادی کرنے پر کم ہو جائے۔ اس پر بیوی نے کہا کہ

جب کسی کی محبّت کمال کا درجہ حاصل کرلیتی ہے تو پھر دوسرے کی محبّت ہرگز دخل نہیں دے سکتی۔

اس شخص نے دوسری شادی کرلی۔ دوسری بیوی کی محبّت اُس پر ایسی غالب آئی کہ وہ پہلی بیوی کو بالکل بھُول گیا۔ مگر پہلی بیوی نے کبھی شکایت نہیں کی۔ صبر سے کام لیا۔

جس مکان میں پہلی بیوی رہتی تھی، وہاں ایک گدھا بندھا رہتا تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ اس مکان میں جس میں پہلی بیوی رہتی تھی۔ یکایک آگ لگ گئی۔ کلال نے نوکروں کو حکم دیا کہ جلد سارا سامان مکان سے باہر نکال لو۔ اور پھر اپنی پہلی بیوی کو اس کا نام لے کر آواز دی اور کہا کہ گدھے کی رسی کھول کر باہر آجا۔ عورت نے ایسا ہی کیا۔ گدھا تو بھاگ نکلا لیکن عورت نہ نکل سکی۔ جل کر خاک ہوگئی۔ مرنے سے پہلے اس عورت نے اپنی خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ خدا کا شکر کہ میرے شوہر نے مجھے یاد تو کیا۔ میرا نام تو لیا گو مدّت کے بعد۔"

اثرات

آپ نے جب حکایت سنی تو آتشِ عشقِ الٰہی تیز سے تیز تر ہوگئی۔ اسی بیخودی کے عالم میں آپ نے فرمایا کہ:

"انسان کو محبّت و فرمانبرداری میں کسی طرح بھی عورت سے کم نہ ہونا چاہیئے۔"

پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

جہاں در چشمِ مجنوں بود از ویرانہ کم تر
دریں ویرانہ نہ تواں بود از ویرانہ کم تر

آپ نے اُسی حالت میں قوالوں سے کہا کہ وہ غزل شروع کرو جس کو سن کر قطب الاقطاب

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے اپنی جانِ شیریں جان آفریں کے سپرد کی تھی۔ چنانچہ قوالوں نے وہ غزل شروع کی۔ جب قوالوں نے یہ شعر پڑھا ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

تو آپ بیہوش ہو گئے۔ عصر کی نماز کا وقت ہوا۔ اذان سُن کر ہوش میں آئے۔

وفات

نماز جماعت کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ چوتھی رکعت کے آخری سجدے میں واصل بحق ہوئے۔

آپ کا وصال ۶ محرم ۸۱۴ھ مطابق ۱۴۱۱ء کو پٹن میں ہوا[1]۔ اپنے چچا و پیر و مرشد حضرت سیّد حسین خنگ سوارؒ کے روضہ میں دفن کئے گئے۔

سیرت

آپ عاشقِ اللہ اور عاشقِ رسول تھے۔ عشق اللہ اور عشق رسول کی نعمت پاکر ہمہ وقت بیخود و مدہوش رہتے تھے۔ کتاب اللہ اور اتباع سنّت اور پیروئ پیر و مرشد کو سرمایۂ حیات تصوّر کرتے تھے۔

فرمان

آپ نے فرمایا کہ:

"ادب سے بہتر و افضل حکم کی فرمانبرداری ہے۔"

---

[1] اذکار ابرار۔ ص ص ۵۵-۱۵۴

باب ۳۷

حضرت سیّد نصیر الدّین محمود

حضرت سیّد نصیر الدّین محمود عمدۃ الابرار ہیں۔ قدوۃ الاخیار ہیں۔

خاندانی حالات

آپ امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ پدری کئی واسطوں سے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تک پہنچتا ہے۔

والدِ ماجد

آپ حضرت سیّد احمد جہاں شاہ کے فرزندِ دلبند ہیں۔

ولادت

آپ ۱۵ رجب ۸۲۵ھ کو پیدا ہوئے۔ "وارث حسن" سے آپ کی تاریخِ ولادت برآمد ہوتی ہے۔

نام

آپ کا نام سیّد نصیر الدّین محمود ہے۔

کنیّت

آپ کی کنیّت میراں خند ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والدِ ماجد کے سایۂ عاطفت میں ہوئی۔ اور آپ کے نانا حضرت

مخدوم عالم نے بھی آپ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی۔ آپ نے حدیث، تفسیر، فقہ اور منطق میں دستگاہ حاصل کی اور عربی اور فارسی زبان پر عبور حاصل کیا۔ علوم ظاہری کی تکمیل میں بعد آپ علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔

بیعت و خلافت

آپ کے والدِ ماجد نے آپ کو علوم باطنی کی تعلیم دی اور اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کیا۔ بعدازاں خرقۂ خلافت عطا فرما کر آپ کو صاحب اجازت بنایا۔ اپنے نانا حضرت مخدوم عالم کے حلقۂ ارادت میں بھی آپ شامل ہوئے اور ان سے بھی خرقۂ خلافت پایا۔ حضرت شیخ قاضن سے بھی آپ کو شرفِ بیعت حاصل ہے اور اُن سے خرقۂ خلافت بھی آپ کو عطا ہوا۔

شادی و اولاد

آپ کے سات لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ سیّد شرف الدّین حسین، سیّد یحییٰ اور سیّد محمّد کی والدہ کا نام بی بی صفیہ تھا جو حضرت غوث الوریٰ شاہ حسن فقیہ بن قاضی قطب الدّین احمد کی صاحبزادی تھیں۔ سیّد کبیر الدّین احمد شیخ جہاں اور سیّد یٰسین کی والدہ کا نام بی بی نیک بخت ہے جو سیّد عثمان علاء الدّین حسنی زیدی المخاطب شمع برہانی کی دخترِ نیک اختر تھیں۔ سیّد شمس الدّین اور سیّد شیخ جی کی والدہ کا نام بی بی خدیجہ بنت مولانا قاضی نفیر الدّین ہے۔

وفات

آپ ۲۷، رجب المرجب ۹۱۶ھ مطابق ۲، جنوری ۱۵۱۰ء بعمر ۹۱ سال واصل بحق ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات "وارث الحسنین" سے برآمد ہوتی ہے۔ مزارِ پرانوار پٹن میں ہے۔

سجّادگی

آپ نے ۲۳، جمادی الاوّل ۹۱۱ھ کو اپنے صاحبزادے سیّد کبیر الدّین احمد شیخ کو خلافت و اجازت دے کر سرفراز فرمایا اور سجادہ نشین مقرر فرمایا۔

سیرت

رشد و ہدایت اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ متقی اور پرہیزگار ہونے کے علاوہ قانع اور متوکل تھے۔ سنّتِ نبوی کے پابند تھے۔ طلبار کا بہت خیال رکھتے تھے۔ غریب طلبا کی امداد کرتے تھے اور کھاتے پیتے طلبار کی ہمّت افزائی کرتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ عبادت و ریاضت میں روحانی خوشی پاتے تھے۔

علمی ذوق

آپ نے کئی کتابیں بھی لکھّی ہیں جو عربی و فارسی میں ہیں۔ آپ کی خاص خاص کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مراقب الطالبین فی مراۃ العارفین
۲۔ فوائد الطریقت فی آدابِ حقیقت
۳۔ ارشاد الذاکرین

یہ کتابیں قلمی ہیں۔

باب ۳۸

حضرت سیّد حسن جی

حضرت سیّد حسن جی مقتدائے اہلِ بصیرت تھے۔

خاندانی حالات

آپ کا سلسلۂ نسب امام الاولیار حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ملتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ آپ کا سلسلۂ نسب غوث الاعظم پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔

والد

آپ کے والدِ ماجد کا نام سیّد فتح اللہ ہے۔ آپ کے والد کا نام سیّد حسین بھی بتایا جاتا ہے۔ آپ کے والد کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ۹۷۱ھ میں زیارتِ حرمین شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ حج میں ابھی کچھ دن باقی تھے۔ آپ مدینہ منوّرہ حاضر ہوئے اور دربارِ رسالت پناہ میں نذرانۂ خلوص بہ صد احترام پیش کیا۔ انہوں نے نہایت عاجزی وانکساری سے دعا مانگی کہ "حضورؐ! مجھے اپنے دیدار سے مشرف فرمائیں"۔

آنکھ ہوئی۔ نیند کا غلبہ ہوا تو خواب میں سرورِ عالم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس وقت انہوں نے التجا کی کہ مجھے دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیے۔ حکم ہوا کہ پہلے حج کرو۔ پھر سفر کرو۔ طواف کرتے وقت غنودگی طاری ہوئی۔ اور ان کو خواب میں حکم ہوا کہ اب جاؤ سفر کرو۔ وہ بغداد پہنچے اور غوث الاعظمؒ اور حضرت عبدالوہابؒ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ حکم پاکر ہندوستان کا رُخ کیا۔ ہندوستان پہنچ کر ایک گاؤں میں جس کا نام پتھری ہے اور جو احمد نگر کے قریب ہے، قیام کیا۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی قدم بوس ہوا۔ گجرات کے بادشاہ کی درخواست پر احمد آباد تشریف لائے اور احمد آباد میں آپ کا وصال ہوا۔

والدہ

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت امیر خسرو کی اولاد سے تھیں۔ ان کا نام امتہ الاسلام تھا۔

ولادت

آپ ۹۶۸ھ میں پٹن میں پیدا ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ بغداد میں پیدا ہوئے۔

نام

آپ کا نام سیّد حسن ہے۔

خطاب

آپ کا خطاب علاّمہ ہے۔ آپ کو لوگ علاّمہ کے خطاب سے اس وجہ سے پکارتے تھے۔

کہ آپ اپنے زمانہ کے ایک جلیل القدر عالم تھے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت آپکے والد کی نگرانی میں ہوئی۔ پھر دیگر علماء سے آپ نے فارسی اور عربی زبان میں مہارت حاصل کی۔ علم تصوف اور علم حدیث میں آپ نے جلد ہی دستگاہ حاصل کی۔

سورت میں آمد

دین کی خدمت کا شوق آپ کو ہندوستان لایا۔ آپ اپنے بڑے بھائی سیّد مخمور کے ساتھ سورت تشریف لائے اور سورت میں رہنے لگے اور سورت ہی کو رشد وہدایت کا مرکز بنایا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ والد کے انتقال کے بعد احمد آباد سے سورت آئے۔ سورت آکر سیّد ابوبکر ایدروس کی خانقاہ میں قیام کیا۔

بیعت وخلافت

آپ کے ملفوظات حضرت شیخ ولی اللہ بن شیخ ابراہیم نے ایک کتابی صورت میں جمع کرکے اس کا نام "اتحادِ احسن" رکھا۔ آپ حضرت شیخ مولانا فضل اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ حضرت مولانا فضل اللہ برھان پور سے مکہ معظّمہ جانے کے لئے سورت تشریف لائے ہوئے تھے۔ سورت اس زمانہ میں بندرگاہ تھا۔ اور جو لوگ حج کو جاتے تھے۔ وہ سورت بندرگاہ سے جاتے تھے۔ وہ جب سورت تشریف لائے تو آپ انکی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہوئے۔ حضرت مولانا حج کو چلے گئے اور جب واپس ہوئے تو آپ اُن کے ہمراہ سورت سے برہان پور گئے اور وہاں اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں رہ کر اپنے پیر ومرشد سے علوم باطنی کی تعلیم پائی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت سیّد محمد ایدروس کے حلقۂ ارادت میں بھی داخل ہوئے اور اُن سے خرقۂ خلافت پایا۔ جب ۱۰۳۰ھ میں ان کی وفات ہوئی تو آپ نے ان کی وفات کی تاریخ لکھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو حضرتِ ابوبکر ایدروس سے بھی خرقۂ خلافت ملا۔

آپ نے شطاریہ سلسلہ کے حضرت عین الوفا شاہ جنداللہ برھان پوری سے بھی روحانی فیض پایا۔ وہ شاہ شکر محمدؒ شطاری کے خلیفہ تھے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے، آپ نے حضرت مولانا شاہ محمدؒ فضل اللہ برھان پوری سے اپنی روحانی امانت حاصل کی۔

رُوحانی فیوض

آپ حضرت خواجہ داناؒ اور حضرت خواجہ محمدؒ ویہدار کے رُوحانی فیض سے بھی مستفید ہوئے۔ حضرت شاہ وجیہ الدینؒ اور حضرت شاہ محمدؒ غوث گوالیاریؒ کی رُوح پُرفتوح سے بھی فیضیاب ہوئے۔

سورت میں قیام

آپ کا سورت میں قیام خاص و عام کے لئے باعث برکت تھا۔ لوگ حاجت براری کے لئے آپ کی خدمت میں آتے تھے اور گلِ مقصد سے دامن بھر کر چلے جاتے تھے۔ رشد و ہدایت آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ کفر و شرک سے لوگوں کو نجات دلانے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ بدعت اور غیر اسلامی رسومات کے سخت مخالف تھے اور لوگوں کو اُن کی غلامی سے آزاد کرانا چاہتے تھے۔

جو لوگ سورت بندرگاہ سے حج کو جاتے تھے۔ ان کو ہر طرح کا آرام اور سہولت پہنچانے کی کوشش کرتے۔ سورت کو باب المکہ بھی اس زمانے میں کہتے تھے۔

اولاد

آپ کے چار لڑکے ہوئے یعنی مولانا سیّد احمد، مولانا سیّد مصطفےٰ، مولانا سیّد محمدؒ اور سیّد مجتبیٰ۔ مولانا سیّد احمد، مولانا سیّد محمدؒ اور مولانا سیّد مصطفےٰ اپنے والدِ ماجد کو داغِ مفارقت دے گئے۔ سیّد مجتبیٰ کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا۔

وفات

آپ ۴، ذیقعد ۱۰۶۲ھ کو اپنے معبودِ حقیقی سے جا ملے۔ اس وقت آپ کی عمر ۹۴ سال کی

تھی۔ مزار سورت میں ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال پابندی سے ہوتا ہے۔

سیرت

آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ قناعت آپ کا شعار تھا۔ توکّل آپ کا بے مثال تھا۔ عبادت و ریاضت و مجاہدات میں جو روحانی لذّت پاتے تھے، اس کی وجہ سے ہر وقت ہونٹوں پر مسکراہٹ رہتی تھی۔

رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین کو ایک فریضہ سمجھتے تھے اور خدمتِ خلق کی ایک دوسری صورت سمجھتے تھے۔ اندھے کو راستہ دکھانا خداوندِ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔

سیّد اور سیّد زادے کا بیحد احترام کرتے تھے۔ اُن سے کسی قسم کا کوئی کام نہ لیتے تھے۔ اور پیروں اور پیرزادوں کی بھی بہت عزّت کرتے تھے۔

انکساری کا یہ عالم تھا کہ خود کو سیّد نہ کہتے تھے۔ جو لوگ حج کو سورت ہوتے ہوئے جاتے تھے، آپ ان کو ہر طرح کا آرام و آسائش مہیّا کرنے کی کوشش کرتے تھے اور ان کی خدمت میں کوئی دریغ نہ کرتے تھے۔

سلطانِ گجرات کے کان تک جب یہ خبر پہنچی تو بادشاہ نے خوش ہو کر یہ حکم دیا کہ اُن کو (حضرتِ حسن جی) کو جتنی زمین کی ضرورت ہو دیدو۔ اس زمین کا ان کو اختیار ہے وہ جو چاہیں سو کریں۔

آپ سے جب عرض کیا گیا اور سلطانِ گجرات کے حکم سے آپ کو مطلع کیا گیا تو آپ نے معذرت چاہی اور فرمایا کہ:

"مجھے اس سے معذور رکھو۔ یہ دنیا کے جھگڑے ہیں۔ زمین، زن اور زر فساد اور جھگڑے کے باعث ہوتے ہیں۔ دنیادار تو ان کا شیفتہ اور فریفتہ ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر دُکھ اٹھاتا ہے اور رنج و غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ میں تو دنیادار نہیں ہوں اور نہ میری نگاہ میں ان چیزوں کی کوئی قیمت یا وقعت ہے۔ ایک درویش

کو زمین سے کیا واسطہ اور بادشاہ کی جاگیر سے کیا تعلق!"

بہت اصرار کرنے پر آپ اس بات پر رضامند ہوئے کہ جتنی زمین پر لکیر کھینچوں اتنی ہی زمین مجھے نہیں بلکہ مسلمانوں کو دے دی جائے۔ چنانچہ جتنی زمین پر آپ نے لکیر لگائی سلطان نے اتنی ہی زمین دیدی۔ وہ زمین وقف کی گئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد اس جگہ بہت سے لوگ آئیں گے اور آرام کریں گے۔ ایسا ہی ہوا۔

آپ کے (حضرت حسن جی) کے قبرستان میں حضرت سیّد کمال الدّین، حضرت پیر مراد شاہ، حضرت شیخ عبداللہ گمان پیر ابدی نیند میں محو ہیں۔

اکلِ حلال

عبادت و ریاضت، ذکر و فکر اوراد و وظائف سے جو وقت بچتا، اس میں خوش خطی کرتے اور جو کچھ ملتا اس پر اکتفا فرماتے۔ فتوحات جو ہوتیں، وہ اسی دن تقسیم فرما دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ توکل کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کل کے متعلق سوچے۔

شعر و شاعری

آپ شاعر بھی تھے۔ آپ نے کئی ہزار اشعار لکھے ہیں۔ کچھ اشعار تو سرورِ عالم حضرت محمدؐ مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلّم کی شان میں ہیں اور کچھ اشعار اہلِ بیت کی شان میں لکھے ہیں۔

آپ نے شاعری کے ذریعے اپنا پیغام پہنچایا اور وہ اس طرح کہ آپ کے اشعار حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔ دنیا کی بے ثباتی پر جو آپ نے اشعار لکھے ہیں، وہ اتنے دردناک ہیں کہ پڑھنے والا تھوڑی دیر کے لئے تو ضرور ہی دنیا سے متنفّر ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے ایک خمسہ حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاؒ کی شان میں اور ایک خمسہ حضرت امیر خسرو کی شان میں لکھا ہے۔ ایک رسالہ بارہ اماموں کی شان میں لکھا ہے۔ اس رسالہ کا نام "ہزار بیت" ہے۔ اس رسالہ میں آپ نے بارہ اماموں کے فضائل اور انکے کشف و کرامات کے حالات لکھے ہیں۔

اپنے دو اور مجموعوں میں یعنی "مولود النبی" اور "برھانِ ہندی" میں آپ نے پانچ ہزار

وجد آفریں اشعار لکھے ہیں۔

آپ کا کلام فصاحت التیام آپ کے دل کی پکار ہے۔ اور آپ کے عشقِ نبی، عشقِ اہلِ بیت اور عشقِ بارہ امام کا آئینہ دار ہے۔ اور بعض بزرگانِ دین سے آپ کی گہری نسبت ظاہر کرتا ہے۔

آپ کا کلام اخلاقی تعلیم، تصوّف کے نکات، شریعت کے احکام، طریقت کے اصول، اور معرفت کے رموز سے بھرا ہوا ہے۔

آپ کی ایک نعت بہت مشہور ہے۔ اِن اشعار میں جو آپ نے حضرت محمّد مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلّم کی شان میں لکھ کر اپنا حقیر نذرانہ دربارِ رسالت میں پیش کیا ہے، کوئی نکتہ نہیں ہے۔

اس نعت کا ایک شعر ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس نعت میں کمال یہ ہے کہ وہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو نکتہ سے مبرّا ہیں۔ جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے۔ ؎

محمّد (صل اللہ علیہ وسلّم) آمد اسلام کرد در عالم
علوم آمد ہمراہِ اُو عدل و کرم

تعلیمات

آپ نے فرمایا کہ:

"دنیا ایک جال ہے۔ جو اس جال میں پھنسے گا آخر کو پریشان ہوگا۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"خدمتِ خلق بڑی چیز ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ خدمت خلوص سے کی جائے نہ کہ کسی غرض سے۔ خدمت اور غرض کے ساتھ وہ خدمت نہیں بلکہ ایک تجارت ہے۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"لوگ نادان ہیں۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ دنیا چند روزہ ہے۔ دنیادار دنیا کو چند روزہ نہیں سمجھتے اسی لئے تگ و دو میں لگے رہتے ہیں اور برسوں کے انتظام کرتے ہیں۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"دنیا فانی ہے۔ اس سے دل لگانا نادانی ہے۔ دنیا کی زیب و زینت عارضی ہے۔ دنیا کے جاہ و منصب پر فخر کرنا بیوقوفی ہے۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"سیّدوں کا مرتبہ بلند ہے۔ ان کی عزّت کرنا فرض ہے اور سرورِ عالم صل اللہ وعلیہ وسلّم کی خوشنودی کا باعث ہے۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"درویش حقیقت میں وہی شخص ہے جو کسی سے غرض نہ رکھے۔"

اور "درویش وہ ہے جو سب کی حاجت برآری کرتا ہے اور نہ احسان جتاتا ہے اور نہ معاوضہ طلب کرتا ہے۔"

باب ۳۹

حضرت سُلطان حاجی ہُد

حضرت سلطان حاجی ہد خوکردۂ جمال محمدی ہیں۔ پروردۂ کمالِ احمدی ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کا نسب نامہ پدری حضرت امام باقرؓ سے ملتا ہے اور مولائے کائنات حضرت

علی تک پہنچتا ہے۔

والدِ ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام سیّد اوّانا ہے۔ ان کا لقب سبحانی عبداللہ صبوحی تھا۔ وہ دمشق کے پاس ایک قصبہ کھنڈر کور میں رہتے تھے۔

ولادت

آپ ۴۱۶ھ مطابق ۱۰۲۵ء میں پیدا ہوئے۔

بشارت

سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلّم نے آپ کے والدِ ماجد کو بشارت دی تھی کہ عنقریب لڑکا پیدا ہوگا۔ وہ بچّہ خدا رسیدہ اور ولی کامل ہوگا۔ تم اس بچّہ کا نام ہُد رکھنا۔

نام

سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلّم کے حکم کے مطابق آپ کے والدِ ماجد نے آپ کا نام ہُد رکھا۔

نسب نامہ پدری

آپ کا نسب نامہ پدری اس طرح ہے۔

سلطان حاجی ہُد وہ لڑکے سیّد اوّانا کے، وہ لڑکے ظاہر کے، وہ لڑکے فرواکے، وہ لڑکے غدرا کے، وہ لڑکے صفیان کے، وہ لڑکے جوئد کے، وہ لڑکے ربیعہ کے، وہ لڑکے طلاح کے، وہ لڑکے سداد کے، وہ لڑکے سلیم کے، وہ لڑکے ثابت کے، وہ لڑکے عبداللہ کے، وہ لڑکے حضرت امام محمّد باقر کے، وہ لڑکے حضرت امام زین العابدین کے، وہ لڑکے حضرت امام حسین کے، وہ لڑکے امام الاولیاؑ حضرتِ علی کے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے وطن کھنڈ کور میں ہوئی۔ علوم ظاہری سے ۱۴ سال کی عمر میں فارغ ہوئے۔

امورِ سلطنت

آپ کی عمر جب چودہ سال کی ہوئی تو آپ پر امورِ سلطنت کا بار رکھا گیا۔ آپ نے ۴۳۰ھ مطابق ۱۰۳۸ء میں یہ بوجھ اٹھانا بخوشی منظور کیا۔ ساتھ ہی ساتھ آپ عبادت میں بھی مشغول رہتے۔ دنیا کے کاموں میں پھنس کر بھی آپ یادِ الٰہی سے غافل نہ رہے۔

سرورِ عالم کا حکم

آپ کو ۴۴۴ھ میں جبکہ آپ کی عمر ۲۸ سال کی تھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بشارت ہوئی کہ:

"اب وقت آگیا ہے۔ دنیاوی سلطنت کے کام چھوڑ دو۔ اور سلطنتِ ظاہری سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ سلطنتِ باطنی جس کو زوال نہیں۔ اُس کے کاموں میں مشغول ہو اور اس کو سنبھال کر لازوال دولت سے مالا مال ہو اور دینی اور دنیوی فلاح و بہبود حاصل کرو۔"

سفر

حضور سرورِ کائنات کا حکم پاتے ہی آپ جاہ و منصب و سلطنت سے دست بردار ہوئے اور سفر کی تیاری میں مصروف ہوئے۔ آپ کے ساتھ کئی لوگ ہو لئے جن میں آپ کے وزیر سیّد حاجی حسن اور روم اور شام کے دو شہزادے بھی شامل تھے۔

زیارتِ حرمین شریف

منزل بہ منزل رُکتے ہوئے آپ مع ساتھیوں کے مکۂ معظمہ پہنچے۔ پھر مدینۂ منوّرہ حاضر ہو کر چھ سال عبادت و ریاضت میں گزارے۔ ان چھ سال میں آپ نے چھ حج کئے۔

حکم

مدینۂ منوّرہ کے قیام کے دوران آپ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی اور حکم فرمایا کہ:

"تم کو یہاں چھ سال ہو گئے۔ اب تم ہندوستان کا رُخ کرو۔ وہاں تمہاری ضرورت ہے۔"

چنانچہ یہ حکم پاکر آپ ہندوستان روانہ ہوئے۔

بیعت و خلافت

ہندوستان آتے ہوئے آپ چشت پہنچے اور وہاں چشتی سلسلہ کے مشہور و معروف و باکمال درویش حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتیؒ کی صحبت سے آپ اس قدر متاثر ہوئے اور آپ اُن کے اتنے گرویدہ ہوئے کہ آپ نے اُن کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کی تمنّا ظاہر کی۔ حضرت خواجہ ابو یوسفؒ نے آپ کی درخواست منظور فرمائی اور آپ کو اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کر کے آپ کی تعلیم و روحانی تربیت فرمائی۔ آپ اپنے پیر و مرشد کی خدمتِ اقدس میں رہ کر فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔

پیر و مرشد کا فرمان

کچھ عرصے آپ اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں رہے۔ ایک دن آپ کے پیر و مرشد نے حکم فرمایا کہ:

"اب تم کو علمِ لدّنی میں سے تمہارا حصّہ تم کو مل چکا ہے اور اسرارِ باطنی کا انکشاف بھی تم پر ہونے لگا ہے۔ تمہاری اصلی جگہ نہر والہ پٹن ہے جو ہندوستان میں ہے۔ تم اب ہندوستان جاؤ اور نہر والہ پٹن میں سکونت اختیار کرو۔ اور پٹن کو اپنی رشد و ہدایت کا مرکز بناؤ، اور لوگوں کو رشد و ہدایت کرو۔ اُن کو سیدھا راستہ دکھاؤ۔ ظلمت اور کفر سے اُن کو نجات دلاؤ اور حق کی طرف بلاؤ۔"

پٹن میں آمد

پیر و مرشد کا حکم پاکر آپ نے رختِ سفر باندھا۔ اپنے پیر و مرشد سے رخصت ہو کر چشت سے روانہ ہوئے اور سمرقند پہنچے۔ گھومتے پھرتے آپ ۴۸۵ھ مطابق ۱۰۹۲ء میں پٹن میں رونق

افروز ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۹ سال کی تھی۔ آپ کے پٹن میں آمد کی تاریخ "اللہ ھوالصمد" سے برآمد ہوتی ہے۔

پٹّن میں قیام

پٹّن پہنچ کر آپ نے ایک میدان میں قیام فرمایا۔ آپ کے ساتھ مریدین و معتقدین کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ آپ کی کرامات کا شہرہ ہوا۔ راجہ کرن سولنکی کے اُمرا بھی آپ کے پاس آنے جانے لگے۔ عوام و خواص کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ راجہ کو آپ کا بڑھتا ہوا اقتدار ناگوار ہوا۔ ایک دن وہ آپ کے پاس آیا۔ آپ سے مل کر اس کی آپ کی طرف سے کدورت دُور ہوئی۔ وہ آپ کا معتقد ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی جو کرنا مسجد کہلاتی تھی۔[1]

وفات

پٹن میں یکیاون (۵۱) سال آپ نے رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین میں گزارے۔ آپ ۱۵ رجب المرجب ۵۳۶ھ میں مطابق ۱۱۴۱ء کو جوارِ رحمت میں داخل ہوئے۔ آپ کا سالِ وصال "عشق اللہ" سے برآمد ہوتا ہے۔ آپ کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوئی۔

آپ کا مزارِ مبارک خان سرور دروازے کے قریب پٹن میں واقع ہے۔

سیرت

آپ بہادر اور بیباک تھے۔ آپ سے جو ایک مرتبہ مل لیتا، وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپ نے اپنے اخلاق سے لوگوں کے دل جیت لئے اور اپنی نظر کے اثر سے عوام و خواص کو تسخیر کر لیا۔ آپ عبادت، ریاضت، ذکر و فکر سے کسی وقت اور کسی حالت میں بھی غافل نہ رہتے تھے۔

کرامت

آپ صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ جب آپ پٹن تشریف لائے تو ایک بتخانے کے قریب

---

[1] برکات الاولیاء۔

قیام فرمایا۔ وہاں ایک شیر رہتا تھا۔ اُس شیر نے آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے شیر کے جبڑے پکڑے اور ان کو چیر ڈالا۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سب متحیّر ہوئے۔

اولاد

آپ کے صاحبزادے سیّد اسمٰعیل اپنے والدِ ماجد کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔

باب ۴۰

حضرت سیّد محمّد

حضرت سیّد محمّد مقتدارِ اصفیا ہیں۔

خاندانی حالات

آپ امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کے بھتیجے سیّد احمد جہاں شاہ ایک ممتاز و مشہور بزرگ تھے۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام نامی اسمِ گرامی سیّد نورالدّین حسین ہے جو غوث الوریٰ کے لقب سے مشہور ہیں۔

نام

آپ کا نام سیّد محمّد ہے۔

کنیّت

آپ کی کنیّت سیّد خدا بخش ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت آپ کے والد کی نگرانی میں ہوئی۔ حدیث اور فقہ میں آپ نے درجۂ کمال حاصل کیا۔ عربی اور فارسی کے ماہر ہوئے۔

بیعت وخلافت

آپ نے حضرت سیّد صدرالدّین راجو قتال کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اُن سے بعد ازاں خرقۂ خلافت پایا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت راجو قتّال نے آپ کو سہروردی سلسلہ میں نہیں بلکہ چشتی سلسلہ میں بیعت کیا۔ آپ نے اپنے والدِ ماجد سے بھی خرقۂ خلافت پایا اور صاحبِ اجازت ہوئے۔

پٹن میں آمد

حضرتِ برہان الدّین قطبِ عالم ملتان سے پٹن تشریف لائے۔ ان کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی سعادت خاتون عرف بی بی حاجرہ بھی اُن کے ساتھ تھیں۔ آپ کے پیرومرشد نے آپ کو حکم دیا کہ آپ بھی پٹن جائیں اور وہاں رہیں۔ چنانچہ آپ حضرتِ قطبِ عالم کے ساتھ ۸۰۲ھ میں پٹن میں رونق افروز ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب گجرات کی سلطنت کی عنانِ حکومت مظفر شاہ کے ہاتھ میں تھی۔

حضرت سیّد احمد جہاں شاہ کو آپ نے پہلی مرتبہ حضرت قطبِ عالم کی خدمت میں پٹن میں دیکھا تھا۔ لیکن پہچان نہ سکتے تھے۔ اس لئے حضرتِ قطب عالم نے ان کا تعارف کرایا۔

وفات

آپ کا وصال ۸۴۷ھ میں ہوا۔ مزار پٹن میں ہے۔

سیرت

تبلیغ اور رشد وہدایت کے فرائض آپ نے بحسن وخوبی پٹن میں رہ کر انجام دیے۔ آپ ایک بلند پایہ فقیہ اور محدث تھے۔ آپ کفر وشرک اور بدعت کو مٹانے کے لئے جدوجہد میں

لگے رہتے تھے۔ ایک درویش کی حیثیت سے آپ میں عاجزی وانکساری اور فروتنی حد درجہ کی تھی۔ ہر ایک سے اخلاق سے پیش آتے تھے۔ ہر ایک کے غمگسار اور ہمدرد تھے۔ مخلوق سے بے نیاز رہتے تھے۔

باب ۴۱

حضرت سیف الدّین احمد

حضرت سیف الدّین احمد قدوۂ اولیا تھے۔

خاندانی حالات

آپ کے آباواجداد سیّد تھے اور امام الاولیا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد سے تھے۔ آپ کے دادا کا نام سیّد کبیر الدّین احمد ہے۔

والدِ ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام نامی اسمِ گرامی سیّد محمّد ہے۔

ولادت

آپ پٹن میں ۱۱ ذی الحجہ ۹۷۵ھ مطابق ۹ جون ۱۵۶۸ء کو جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔ آپ کی تاریخِ ولادت "وارث علی اسداللہ" سے برآمد ہوتی ہے۔

نام

آپ کا نام سیف الدّین احمد ہے۔

بھائی

آپ کے بھائی کا نام سیّد عبداللہ ہے۔

بہن

آپ کی ایک بہن بھی تھیں۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت والد ماجد کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ نے اپنے والدِ ماجد سے علومِ ظاہری حاصل کئے۔

بیعت و خلافت

اپنے والدِ ماجد سے بیعت تھے اور ان ہی سے خرقۂ خلافت پایا اور صاحبِ اجازت ہوئے۔

اولاد

آپ کے ایک لڑکی تھی اور دو لڑکے تھے۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں: سیّد محمّد اور سیّد شاہ شریف۔

وفات

آپ نے ۱۱ رمضان المبارک ۱۰۲۶ھ مطابق ۱۴ ستمبر ۱۶۱۷ء کو وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۱ سال کی تھی۔ مزار پٹن میں ہے۔

سیرت

علمِ حدیث پر آپ کو کافی عبور تھا۔ محدّث اور مبلّغ تھے۔ رشد و ہدایت فرماتے اور تعلیم و تلقین سے لوگوں کے اخلاق سدھارتے تھے۔ بدعت اور کفر و شرک کے خلاف مصروفِ عمل رہتے تھے۔ عبادت و ریاضت کی لذّت سے آشنا تھے۔ مخلوق کے کام آتے تھے اور مخلوق کی خدمت کو خالق کی خوشنودی کا باعث سمجھتے تھے۔

باب ۴۲

حضرت سیّد محمّد

حضرت سیّد محمّد شیخ العصر تھے۔

خاندانی حالات

آپ کے دادا کا نام سیّد نصیر الدین محمود ہے۔ وہ حضرت سیّد احمد جہاں شاہ کے صاحبزادے تھے۔ سیّد تھے۔ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد سے تھے۔

والدِ ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام سیّد کبیر الدّین احمد ہے۔ ان کا لقب شیخ جہاں تھا۔

ولادت

پٹن میں آپ ۱۷ رجب ۹۵۳ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت کی تاریخ "آلِ اطہر" سے نکلتی ہے۔

نامِ نامی

آپ کا نام سیّد محمّد ہے۔

القاب

سلطان الدّین اور سبز پوش آپ کے القاب ہیں۔ سبز پوش کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو سبز رنگ پسند تھا۔ آپ سبز رنگ کا لباس پہنتے تھے۔ اس وجہ سے سبز پوش مشہور ہوئے۔

خطاب

باگ سوار آپ کا خطاب ہے۔

کنیّت

آپ کی کنیّت خان جو ہے۔

تعلیم و تربیت

علم کی دولت آپ کو ورثہ میں ملی۔ تعلیم و تربیت والدِ ماجد کے سایۂ عاطفت میں ہوئی۔ بعدازاں دیگر علماء سے بھی آپ نے علم حاصل کیا۔ آپ کو علمِ حدیث سے بہت دلچسپی تھی۔

بیعت و خلافت

آپ اپنے والدِ ماجد کے مرید ہیں اور اپنے والدِ ماجد سے خرقۂ خلافت پایا اور صاحبِ اجازت ہوئے۔

صدمہ

آپ کی عمر سولہ سال کی تھی کہ آپ کے والدِ ماجد نے جامِ شہادت نوش کیا۔

اولاد

آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ آپ کے صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:۔

سیّد سیف الدین احمد۔ سیّد عبداللہ۔

آپ کے ایک لڑکی بھی تھی۔

وفات

آپ ۲، رمضان ۱۰۰۸ھ مطابق ۸، مارچ ۱۵۹۹ء کو واصلِ بحق ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔ "شیخِ زماں" سے آپ کی تاریخِ وفات برآمد ہوتی ہے۔ مزار پٹن میں ہے۔

سجّادہ نشین

آپ کے بعد آپ کے سجادہ پر آپ کے صاحبزادے سیّد سیف الدّین احمد بیٹھے۔

سیرت

آپ محدث و مفسّر تھے۔ اچھے مقرّر اور کامیاب مبلّغ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ شریعت کے پابند تھے۔ اتّباعِ سنّت کے سخت پابند تھے۔ رشد و ہدایت آپ

کا مشغلہ تھا۔ تعلیم و تلقین و تبلیغ میں سرگرم رہتے تھے۔ بدعت، اور کفر و شرک کے خلاف آخر دم تک جد و جہد جاری رکھی۔

باب ۴۳

حضرات سات شہید

پٹن میں کئی جگہ شہدار کے مزارات ہیں۔ اور سات شہیدوں کے مزارات بھی کئی جگہ ہیں۔ ان شہیدوں کے حالات اب تک پردۂ اخفا میں ہیں۔ لیکن اُن کے مزارات سے فیض جاری ہے۔

باب ۴۴

حضرت سیّد احمد جہاں شاہ

حضرت سیّد احمد جہاں شاہ صاحبِ صفا ہیں۔ ولیِّ خدا ہیں۔

خاندانی حالات

آپ امام الاولیار حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ کئی واسطوں سے آپ کا نسب نامہ پدری مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تک پہنچتا ہے۔

آپ کے دادا سیّد نورالدّین حسین غوث الوریٰ ایک بلند پایہ بزرگ تھے۔ وہ ابوالحسن شہاب الدّین سیّد احمد کے صاحبزادے تھے۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام نامی اسمِ گرامی سیّد تاج الدّین مکی ہے۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ بی بی راضی فردوس سیّد السّادات سیّد علاءالدین علی کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے والد سیّد شادالدّین تھے۔ ان کے والد سیّد اشرف اور ان کے والد علی تھے جو حضرتِ مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے خلیفہ تھے۔

ولادت

آپ بروز جمعہ بتاریخ ۲۷ رمضان ۷۸۹ھ کو پیدا ہوئے۔ جائے پیدائش مکہ معظمہ ہے۔ "وارثِ امام" سے آپ کی ولادت کی تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

مانکپور میں آمد

مکہ معظمہ سے آپ اپنی والدہ کے ہمراہ مانکپور آئے۔ مانکپور میں ایک مکتب میں جاتے تھے اور قرآنِ مجید پڑھتے تھے۔ دیگر علوم کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔

بچپن کی کرامت

آپ کی عمر سات سال کی تھی۔ مکتب سے آکر آپ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ اتفاق سے ان ہی دنوں میں مانکپور میں وبائی بیماری پھیلی۔ لوگ عاجز ہو کر حضرت سیّد عبدالواحد چشتی کے پاس گئے اور دعا کرنے کو کہا۔ انہوں نے مراقبہ کیا اور کہا کہ سیّد احمد جہاں شاہ کے پاس جاؤ۔ ان کی دعا مقبول ہوگی۔ لوگ آپ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ جب آپ سے دعا کے لئے عرض کیا گیا تو آپ نے اُن سے ابرک لانے کے لئے کہا۔ ابرک کو لے کر آپ جنگل کی طرف گئے۔ لوگ پیچھے پیچھے گئے۔ آپ نے

ایک پتھر پر ابرک کا پانی بہایا اور کہا جاؤ اللہ نے فضل کیا۔ وبا غائب ہوگئی اور بیمار بھی شفایاب ہوگئے۔ لوگوں نے حضرت عبدالواحدؒ سے دریافت کیا کہ آخر پانی بہانے سے ان کی کیا غرض تھی۔ حضرت عبدالواحدؒ نے اُن کو بتایا کہ بات سیدھی سادی تھی۔ خداوندِ تعالیٰ نے سوئی کے ناکے کے برابر حرارت کھولدی تھی جس کی وجہ سے وبا پھیلی۔ اس پر پانی بہادیا گیا۔ وہ سرد ہوگئی۔

بیعت

اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ مانکپور سے اوچہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ حضرتِ سیّد صدرالدّین محمّد راجو قتال کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آپ کو چشتیہ سلسلہ میں بیعت کیا۔ پیر و مرشد کی صحبت میں کچھ مدّت رہ کر علومِ ظاہری کی تکمیل کی اور علومِ باطنی حاصل کئے۔

پٹن میں آمد

آپ نے زیارتِ حرمین شریف سے مشرف ہونے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے پیر و مرشد سے اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر آپ نے رختِ سفر باندھا۔ چلتے وقت آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو کچھ تبرکات دیے اور ہدایت فرمائی کہ یہ تبرّکات حضرت سیّد برہان الدّین قطب عالم کو دینا جو پٹن میں ہیں اور آپ کو یہ بھی بتایا کہ:

"یاد رکھو۔ جو تبرکات تم کو ملنا ہیں وہ تبرّکات تم کو وہاں سے (یعنی حضرتِ قطب عالم سے) ملیں گے۔"

آپ پٹن پہنچے اور حضرتِ مخدوم عالم جو سیّد اسمٰعیل کے صاحبزادے تھے کے یہاں قیام فرمایا۔ دوسرے دن آپ اور حضرتِ مخدوم عالم حضرتِ قطب عالم کی خدمت میں پہنچے۔ اور گلیم پشتین پاک جو حضرت راجو قتال نے بھیجی تھی، پیش کی۔ حضرتِ مخدوم عالم کھڑے ہوئے اور نہایت احترام و تعظیم سے وہ گلیم پاک لے کر اپنے سر پر رکھی۔

خلافت و اجازت

حضرتِ قطب عالم جو لباس اس وقت زیب تن کئے ہوئے تھے، وہ اتار کر آپ کو پہنایا۔ اور اس طرح سے بطریق قدیم و بطور تبرّک آپ کو دے کر سرفراز فرمایا گویا آپ کو خلافت اجازت عطا فرمائی۔

چچا سے ملاقات

اسی محفل میں آپ کی اپنے چچا سیّد محمّد خدا بخش سے اس طرح ملاقات ہوئی کہ انہوں نے آپ کو دیکھ کر کسی سے آپ کے متعلّق پوچھا۔ حضرت قطب عالم نے فوراً فرمایا کہ تم نہیں جانتے۔ یہ تمہارے بھتیجہ ہیں۔ حضرتِ قطب عالم آپ کو اپنے مکان پر لے گئے۔ وہاں سے پھر آپ اور مخدوم عالم واپس ہوئے۔ اور مخدوم عالم کے ساتھ ان کے مکان پر گئے۔

شادی

حضرتِ مخدوم عالم کو سرورِ عالم صل اللہ وعلیہ وسلّم نے خواب میں حکم دیا کہ اپنی لڑکی کی شادی سیّد احمد جہاں شاہ سے کر دو۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور اپنی لڑکی کی شادی آپ سے کر دی۔ شادی کے بعد آپ قریب پانچ مہینے پٹن میں رہے۔

حرمین شریف کی زیارت

پٹن سے آپ حرمین شریف کی زیارت کو روانہ ہوئے اور بارہ سال تک پٹن سے دور رہ کر ہر سال حج کرتے رہے اور مدینہ منورہ جاتے رہے اور رسالت پناہ کے دربار میں حاضر ہوتے رہے۔

بشارت

آپ کو بارہ سال گزرنے پر سرورِ عالم صل اللہ وعلیہ وسلّم نے بشارت دی کہ:

"اے احمد! اب وقت آگیا ہے۔ تم پٹن واپس جاؤ۔ تمہاری جگہ پٹن ہے۔ وہاں جاکر رہو۔ لوگوں کی رہنمائی اور دستگیری کرو۔ وہاں

بہت لوگ تمہارے پاس آئیں گے اور تم سے فیض پائیں گے۔ اور پٹن تمہاری آخری آرام گاہ ہوگی۔ وہاں تم شہادت پاؤ گے۔"

عطیہ

اس فرمان کے بعد آپ کو سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلّم نے ایک جامہ عطا فرمایا اور حکم ہوا کہ اس کو حفاظت سے رکھیں۔

پٹن میں قیام

آپ پٹن میں تشریف لائے اور پٹن میں سکونت اختیار فرمائی اور رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین سے لوگوں کو مستفید فرمانا اختیار کیا۔

اولاد

آپ کے بارہ لڑکے اور سات لڑکیاں تھیں۔

شہادت

آپ کا اقتدار کچھ لوگوں کو ناگوار تھا اور آپ کی رشد و ہدایت کو کچھ لوگ پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دن آپ اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ سجدہ میں گئے تو جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو دس سال تھی۔ غرض ۹ ذی الحجہ ۸۹۹ھ کو آپ نے راہِ حق میں اپنی جان دی اور شہید ہوئے۔ آپ کی تاریخِ شہادت بہ لفظ "وارثِ امام علی" سے برآمد ہوتی ہے۔

سجّادہ نشین

آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت سیّد نصیر الدین محمود کو اپنا جانشین و سجادہ نشین مقرر فرمایا۔

علوئے مرتبت

حضرت شیخ احمد کھٹوؒ، حضرت قطب عالمؒ، اور حضرت شاہ عالمؒ، آپ تعظیم و تکریم

کرتے تھے۔ حضرت شیخ احمدؒ سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا:

"میں نے سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں:"

"اے شیخ احمد! میں احمد ہوں اور یہ میرا فرزند احمد ہے۔"

انہوں نے بتایا کہ اس خواب کے بعد ان کی تعظیم و تکریم مجھ پر فرض ہے۔ جتنی بھی کروں کم ہے۔

سیرتِ مبارک

آپ صاحب دل اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ عبادت اور ریاضت کے لئے مشہور تھے۔ اتباعِ سنّت کے سخت پابند تھے۔ آپ ایک کامیاب مبلّغ تھے۔ ایک اچھے مقرر تھے۔ آپ کے محدث و مفسّر ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ دنیا کے کاموں میں مصروف رہ کر آپ یادِ الٰہی سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین اور تبلیغ میں زندگی گزاری۔

آپ نے کئی کتابیں بھی لکھیں جو آپ کے علمی ذوق کا آئینہ دار ہیں۔ "روضۃ الابرار" آپ کی تصنیف بتائی جاتی ہے، لیکن کتاب کہیں نہیں ملتی۔ آپ کی مشہور کتاب "دستور الخلافت فی آدابِ مشیخت" فارسی میں ہے اور قلمی ہے۔

تعلیمات

آپ نے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ عجیب خاصیّت رکھتا ہے جس نے بھی یہ کلمہ صدق دل سے پڑھا اس کے ایمان میں تر و تازگی پیدا ہوئی اور آخرت کے لئے اس نے اچھا سامان جمع کر لیا۔ جس نے کلمہ پڑھا اور اس کو اپنے دل سے پڑھا اور دل نشیں کر لیا، خداوندِ تعالیٰ اس کو حالتِ نزع میں ایمان پر قائم رکھے گا۔ شیطان کتنا ہی بہکائے اور ورغلائے لیکن اس کو کوئی

نقصان نہ پہنچے گا۔ ایسے شخص کو جس نے کلمہ خلوص وصدق سے پڑھا فرشتے یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ قیامت کا خوف دل سے نکال دے۔ اس دن کی صعوبتوں اور مشکلوں کا ذرا بھی خوف نہ کر۔ اے شخص! تیرا مقام جنّت ہے جس کا وعدہ خداوندِ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔"

کشف وکرامات

آپ صاحبِ کشف وکرامات تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ خانقاہ میں رونق افروز تھے۔ مرید، معتقدین، درویش اور مشائخین بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے یکایک اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ مہندی کو پانی میں جوش دو۔ چنانچہ حکم کے مطابق مہندی کے پتّے پانی میں جوش دیے گئے۔ اتنے میں ایک شخص خانقاہ میں آیا۔ وہ برص کی بیماری میں مبتلا تھا۔ آپ سے دعا کا طالب ہوا اور عرض کیا کہ حضور سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلّم کا خواب میں دیدار نصیب ہوا اور آنحضرت نے آپ کے پاس جانے اور مقصد حاصل کرنے کے لیے آپ کی دُعا اور اعانت طلب کرنے کا حکم دیا۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو جوش کئے مہندی کے پتّوں کے پانی سے غسل دو اور اس کے کپڑے بدلو۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ پر رکھا اور "لاالٰہ" فرمایا۔ پھر "الاّاللہ" فرمایا۔ "لاالٰہ" کے فرمانے سے اس کے دل سے دنیا کی محبّت جاتی رہی اور "الااللہ" کے فرمانے سے اس کے دل میں توحید محکم اور مستحکم ہوگئی۔ وہ شخص شفایاب ہوا اور خدا رسیدہ ہوگیا اور اس نے بہت سوں کو خدا رسیدہ بنا دیا۔

آپ کے ایک مخلص مرید عبدالرزاق نے ایک دن ایک حدیث پڑھی جس کا مطلب یہ ہے کہ "جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا میری زندگی میں اس نے میری زیارت کی۔" یہ حدیث پڑھ کر عبدالرّزاق کو دربارِ رسالت پناہ میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔ اس کا ذکر اپنے پیر و مرشد یعنی آپ سے کیا۔ آپ نے امید دلائی لیکن عبدالرّزاق

مطمئن نہ ہوئے۔ دوبارہ عرض کرنے پر فرمایا "اللہ کو قدرت حاصل ہے۔ قدرتِ خدا سے تم اپنی مراد حاصل کرو گے۔" اس پر عبدالرزاق نے عرض کیا کہ حضور یہ اور بتائیں کہ بیداری یا خواب میں زیارتِ روضۂ اقدس کی نصیب ہو گی۔ آپ نے جواب دیا کہ بیداری میں اور عنقریب ایسا ہو گا۔

آپ ۱۷، رجب کو تن تنہا باہر تشریف لائے۔ وضو کرنے کے بعد دو رکعات تحیۃ الوضو پڑھیں۔ پھر عبدالرزاق کا ہاتھ پکڑ کر شہر سے باہر کی طرف چلے۔ راستہ میں فرمایا کہ میں تمہارا رفیق ہوں۔ پھر آپ نے بسم اللہ پڑھی۔ ابھی گیارہ قدم چلے تھے کہ مدینہ منوّرہ پہنچے۔ حرم کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ آپ نے دروازہ اپنی انگلیوں سے ہلایا۔ دروازہ یکایک کھل گیا۔ دونوں اندر داخل ہوئے۔ روضۂ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے روضۂ اقدس پر پہنچ کر مؤدبانہ عرض کیا:

"السّلام علیکم یا جدّی"

روضۂ اقدس سے جواب آیا:

"وعلیکم السّلام یا ولدی"

اس کے بعد آپ نے مراقبہ کیا۔ مراقبہ اور دُعا سے فارغ ہوئے تو عبدالرزاق کا سیدھا ہاتھ پکڑا اور جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی گیارہ قدم چلے تھے کہ پٹن کی اُسی مسجد میں اپنے کو پایا، جہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ جب صبح کو عبدالرزاق آپ کی خدمت میں حسبِ معمول حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا:

"کیوں عبدالرزاق تمہاری مُراد پوری ہو گئی؟"

عبدالرزاق نے دست بستہ عرض کیا کہ "حضور کی محبّت، شفقت اور توجہ خاص سے میں نے گوہرِ مقصد پا لیا۔"

باب ۴۵

حضرت سیّد ابُوصالح شرفُ الدّین حسینؒ

حضرت سیّد ابو صالح شرف الدّین حسین برہان العاشقین ہیں۔

خاندانی حالات

آپ امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت سیّد احمد جہاں شاہ کے پوتے ہیں۔

والد ماجد

آپ کے پدرِ بزرگوار کا نام نامی اسم گرامی حضرت سیّد نصیر الدّین محمود ہے۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی صفیہ ہے جو حضرتِ غوث الوریٰ شاہ حسن فقیہہ کی صاحبزادی تھیں اور قاضی قطب الدّین احمد کی پوتی تھیں۔

نام نامی

آپ کا نام سیّد ابو صالح شرف الدّین ہے۔

تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم و تربیت والدہ ماجدہ کی نگرانی میں ہوئی۔

مجذوبیت

بائیس سال کی عمر میں آپ مجذوب ہو گئے۔ اسی حالت میں بنگال تشریف لے گئے،

اور شاہ بدیع الدّین مدار کے سلسلۂ عالیہ میں داخل ہو گئے۔

عطیہ

مجذوبیت ختم ہونے پر آپ کو حضرتِ جمّن جنتی رح سے خلافت و اجازت خواب میں عطا ہوئی۔

پٹن میں آمد

آپ بنگال سے پٹن تشریف لائے اور پٹن آکر اپنے والد کے نانا حضرتِ مخدوم عالم کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ دو تین دن قیام کرنے کے بعد آپ پٹن سے روانہ ہو کر راد ھن پور پہنچے اور وہاں سے موضع گوترکا میں پہنچ کر وہیں سکونت اختیار کی۔

شادی و اولاد

آپ کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں:

سیّد بدیع الدّین، سیّد نورالدّین، سیّد فریدالدّین۔

وفات

آپ نے موضع گوترکا میں وفات پائی اور وہیں مزارِ مبارک ہے۔ آپ کے وصال کا قطعہ حسبِ ذیل ہے۔

شاہِ من شاہِ حسین آمد چوں فرزند علی
شد ملقب زیں سبب در ملکِ من ماہِ ولی
سالِ تاریخِ وفاتش جنّت الفردوس باد
گر شمار ایں را بہ ابجد تا ترا گردد جلی

سیرت

آپ مخلوق سے کنارہ کش رہنے کی کوشش کرتے لیکن پھر بھی لوگ آپ کو نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ کی زبان میں تاثیر تھی۔ جیسا کہتے ویسا ہی ہوتا۔

کرامات

آپ سے زندگی میں بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ اور اب وفات کے بعد کرامتیں مزار اقدس سے ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ عرس کے موقع پر گدی والے آپ کے تبرکات لیکر جب دروازہ پر پہنچتے تھے تو قفل خود بخود کھل کر نیچے گر جاتے تھے۔

روضۂ مبارک کے کلس میں دودھ رکھا جاتا تھا۔ جو دودھ رکھا جاتا ہے وہ اگلے سال بالکل ویسا ہی نکلتا تھا۔ اگر دودھ کو اُتارنے میں دیر لگتی یا تاخیر ہوتی تو دودھ میں جوش آتا گویا اُبالا جارہا ہے اور جوش آکر دودھ گرنے لگتا تھا۔

باب ۴۶

حضرت سیّد عظمت اللہ

حضرت سیّد عظمت اللہ ناصر الشّریعۃ تھے۔

خاندانی حالات

آپ سیّد ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے دادا کا نام سیّد احمد ہے، ان کے والد کا نام سیّد محمّد ہے، ان کے والد کا نام سیّد احمد ہے اور ان کے والد کا نام شیخ نصیر الدّین محمود ہے۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد حضرت شاہ شریف باکمال درویش تھے۔

ولادت

آپ ۱۶ رجب المرجّب ۱۰۲۸ھ کو پیدا ہوئے۔

نامِ نامی

آپ کا نام سید عظمت اللہ ہے۔

تعلیم و تربیت

علومِ ظاہری کی تکمیل اپنے والد اور دوسرے علماء سے کی۔ حدیث اور فقہ میں دسترس حاصل کی۔

بیعت و خلافت

آپ نے اپنے والدِ ماجد کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اُن ہی سے خرقۂ خلافت پاکر صاحبِ اجازت ہوئے۔

اولاد

آپ کے پانچ لڑکیاں تھیں اور سات لڑکے تھے۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں:
سیّد احمد۔ سیّد عنایت اللہ۔ سید محمّد عارف۔ سیّد محمد عاشق۔ سیّد ابوالمکارم۔ سید عبداللہ اور سید عزت الدّین۔

وفات

آپ کا ۱۰۸۸ھ میں وصال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۰ سال کی تھی۔ مزار پٹن میں ہے۔

سیرت

سنّتِ نبوی کے سخت پابند اور امورِ شریعت پر کاربند تھے۔ آپ زہد و تقویٰ، پرہیزگاری، عبادت و ریاضت کے لئے مشہور تھے۔ عالمِ باعمل اور درویشِ کامل تھے۔ تبلیغ میں نمایاں حصّہ لیتے تھے۔ مخلوق سے بے نیاز تھے۔

باب ۴۷

حضرتِ شاہ عالم

حضرتِ شاہ عالم پیشوائے اصحابِ دین ہیں۔ مقتدائے اربابِ یقین ہیں۔ مجمعِ فیوضِ سبحانی ہیں۔ منبعِ علومِ روحانی ہیں۔

خاندانی حالات

آپ حضرتِ مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے پڑپوتے ہیں۔ حضرتِ مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے والد کا نام سیّد احمد کبیر ہے۔ اُن کے والد کا نام سیّد جلال سرخ بخاری ہے۔

والد بزرگوار

آپ کے والدِ ماجد کا نامِ نامی اسمِ گرامی حضرتِ برہان الدّین قطبِ عالم ہے۔

والدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی سلطان خاتون ہے۔

ولادت

آپ نے ۹، ذیقعدہ ۸۱۸ھ کو اس عالم کو زینت بخشی[1] بعض کے نزدیک آپ کی ولادت ۸۱۷ھ میں ہوئی۔[2]

نام

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی سیّد محمّد ہے۔

---

[1] چار گلشن (قلمی) (فارسی) از رائے زادہ چترسین۔

[2] تاریخِ سلاطینِ گجرات۔ (فارسی)

کنّیت

آپ کی کنیت ابوالبرکات ہے۔[۳]

لقب

آپ کا لقب سراج الدّین ہے۔ منجھن میاں کے لقب سے بھی پکارے جاتے ہیں۔

خطاب

شاہ عالم کے خطاب سے آپ مشہور ہیں۔

بھائی

آپ کے بہت سے بھائی تھے۔ چند کے نام یہ ہیں:۔

سیّد محمد اصغر۔ شیخ محمّد۔ سیّد صادق محمّد۔ سیّد محمّد راجو۔ شیخ محمّد دریائے نوش۔ سیّد احمد شاہ پیر۔ شاہ زاہد اور شاہ محمّد امین۔

بہنیں

بی بی فردوس اور بی بی مریم آپ کی بہنیں تھیں۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت والدِ ماجد کی نگرانی اور سرپرستی میں ہوئی۔ عربی اور فارسی میں آپ نے درجۂ کمال حاصل کیا۔ تفسیر، حدیث، منطق اور فقہ میں آپ نے خاص دلچسپی کا اظہار کیا۔ علومِ ظاہری میں بھی آپ کو ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

بیعت و خلافت

آپ "مرید و خلیفۂ رشید پدرِ بزرگوار خود اند"۔[۲] آپ اپنے والدِ ماجد کے مرید و خلیفہ

---

[۱] سفینۃ الاولیاء (فارسی)۔ از دارا شکوہ۔

[۲] سفینۃ الاولیاء (فارسی)۔ از دارا شکوہ۔

ہیں۔ علومِ ظاہری کی طرح علومِ باطنی بھی آپ نے اپنے والدِ ماجد سے حاصل کئے۔

آپ نے مختلف طرح سے اپنے والدِ ماجد سے فیض پایا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کے والدِ ماجد حضرت قطب عالم وجد کی حالت میں حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ (حضرتِ شاہ عالم) بغیر روک ٹوک کے جو حجرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ والدِ ماجد پر وجدانی کیفیت طاری ہے۔ جب آپ کے والدِ ماجد نے آپ کو دیکھا تو اسی حالت میں پوچھا کہ:

"کیسے آئے؟ کیا لینا چاہتے ہو؟"

آپ نے جواب دیا کہ میری خوش قسمتی مجھ کو اس وقت آپ کی خدمت میں لے کر آئی ہے۔ میں دنیاوی کوئی چیز نہیں چاہتا۔ البتّہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے محبّتِ الٰہی اور عشقِ حق تعالیٰ کے سمندر کی ایک بوند عطا فرما کر سرفراز فرمائیں۔

آپ کے والدِ ماجد آپ کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے بہتے ہوئے آنسوؤں کے چند قطرے آپ کے منہ میں ڈال دئے۔ اُن چند قطروں کا منہ میں پڑنا تھا کہ آپ کا سینہ روشن ہو گیا۔ آپ نے خود اپنی کیفیت اس طرح بیان فرمائی:

"والدِ بزرگوار کے آنسوؤں کی وہ چند بوندیں میرے دل میں تاروں کی طرح چمکنے لگیں۔ میرا سینہ روشن ہو گیا اور دنیا کی محبّت میرے دل سے جاتی رہی۔"

اِسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ حضرتِ حسن کھنڈ شاہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آپ (حضرت شاہ عالم) پتنگ اُڑا رہے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر قریب دس سال کے تھی۔ آپ کے والدِ ماجد نے جب آپ کو پتنگ اڑاتے دیکھا تو وہ رونے لگے اور پھر دیوار سے لگ کر ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ وہ دیوار سے لگے کھڑے تھے اور

پاؤں ہلاتے جا رہے تھے کہ آپ نے اپنے والد کو دیکھا۔ فوراً پتنگ چھوڑ کر اپنے والد کے پاس آئے اور آکر عرض کی کہ:

"کیا مبارک وقت ہے اور کیسا اچھا موقع ہے۔ آپ کا کام عطا کرنے کا ہے اور میرا کام لینے کا ہے۔ اپنی اس کیفیت اور سرور کا صدقہ مجھے بھی عطا کیجئے۔ مجھے محروم نہ رکھیے۔"

آپ کے والدِ ماجد نے آپ سے فرمایا کہ:

"تم نہیں جانتے یہ آگ کے شعلہ ہیں۔ شعلوں سے کھیلنا آسان نہیں۔ یہ آگ کے شعلے تم کو جلا دیں گے۔"

یہ سن کر آپ نے عرض کیا کہ کچھ بھی ہو۔ مجھے فیض سے محروم نہ رکھیے۔ جب آپ نے اس طرح اصرار کیا تو آپ کے والدِ ماجد نے آنسوؤں کی چند بوندیں آپ کے دہن مبارک میں ڈال دیں۔ بوندوں کا پڑنا تھا کہ آپ کا سینہ روشن ہو گیا۔ حجابات اٹھ گئے۔ آپ کا کہنا ہے کہ آنسوؤں کے ان چند قطروں میں جو لذّت تھی وہ کسی چیز میں نہیں پائی۔

ایک اور مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ پر ایک عجیب قسم کی وجدانی کیفیت طاری ہوئی۔ پوری رات گزر گئی اور اسی حالت میں غلبۂ شوق و ذوق اور کیف و سرور بڑھتا گیا۔ صبح ہوئی تو آپ کے والد ماجد کو اطلاع دی گئی۔ آپ کے والدِ بزرگوار حضرتِ قطبِ عالم آپ کو اس حالت میں دیکھ کر خوش ہوئے۔ آپ نے اسی حالت میں اپنے والدِ ماجد کی توجّہ سے فیض پایا اور روحانی دولت سے مالا مال ہوئے۔ آپ کے والد کی توجۂ خاص سے آپ کو قدرے سکون و اطمینان ہوا۔ اور رفتہ رفتہ جذب کی حالت کم ہوتی گئی۔

عطیہ

گجرات کے بادشاہ سلطان قطب الدّین پر جب سلطان خلجی نے چڑھائی کی اُس

وقت آپ سلطان قطب الدّین کے لشکر کے ساتھ میدانِ کارزار میں گئے۔ سُلطان قطب الدّین نے یہ منّت مانی تھی کہ اگر خداوندِ تعالیٰ نے اس کو کامیابی عطا فرمائی تو وہ ہر پیغمبر کے نام پر ایک ایک اشرفی راہِ خدا میں خیرات کرے گا۔ سلطان قطب الدّین کو جب فتح و نصرت حاصل ہوئی تو اس نے منّت کی رقم کا حساب لگایا اور اس رقم میں سے آدھی رقم آپ (حضرت شاہ عالم) کو بھیجی۔ حضرت نے سلطان کی بھیجی ہوئی وہ رقم لینے سے انکار کیا۔ سلطان قطب الدّین کو اس بات کا رنج ہوا۔

وہ حضرتِ قطبِ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس کی بھیجی ہوئی نذر انہوں نے (حضرت شاہ عالم نے) واپس کر دی ہے۔ اگر اس سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو وہ اس کی معافی چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس کی نذر کردہ رقم وہ (حضرتِ شاہ عالم) قبول فرمائیں۔

حضرتِ قطبِ عالم نے آپ کو بُلایا، اور کہا کہ سلطان قطب الدّین کی بھیجی ہوئی رقم تم کیوں قبول نہیں کرتے۔ وہ رقم تو سلطان قطب الدّین نے فتح کی خوشی میں تم کو بطورِ تحفہ بھیجی ہے۔ اس کے قبول کرنے میں تمہیں کیا پس و پیش ہے۔ پھر حضرت قطب عالم نے زور دیتے ہوئے سمجھایا کہ:

"یہ تحفہ ہے اور تحفہ قبول کرنا چاہیئے۔ اگر تم یہ تحفہ قبول نہ کروگے تو مجھے ڈر ہے کہ خداوندِ تعالیٰ کی نوازش اور کرم کے دروازے جو کھُلے ہیں وہ بند ہو جائیں گے۔"

یہ سُن کر آپ نے اپنے والدِ بزرگوار سے عرض کیا کہ:

"یہ رقم تحفہ نہیں ہے بلکہ وہ رقم ہے جو سلطان قطب الدّین نے راہِ خدا میں تقسیم کرنے کو مانی تھی۔"

آپ کا یہ جواب سن کر آپ کے والدِ ماجد حضرتِ قطبِ عالم خاموش ہو گئے اور

آپ اپنے حجرہ میں واپس آ گئے۔ بات آئی گئی ہوئی۔

حجرہ میں آ کر آپ کی اندرونی کیفیت دگرگوں ہونا شروع ہوئی۔ آپ کو یہ محسوس ہوا کہ آپ کو جو نسبت سرورِ عالم صل اللہ وعلیہ وسلّم سے تھی اس میں کچھ کمی واقع ہوئی۔ آپ رونے لگے۔ کھانا پینا، ہنسنا بولنا ترک کر دیا۔ اِسی حالت میں تین دن اور تین راتیں گزر گئیں۔

آپ کے چھوٹے بھائی حضرت شاہ زاہد کو سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلّم نے خواب میں حکم فرمایا کہ تم حضرتِ قطب عالم کے پاس جاؤ اور کہو کہ میری خاطر شاہ عالم پر رحم کرو، اور اُن کو ناراض نہ کرو۔

یہ حکم پاکر حضرت شاہ زاہد اپنے والد حضرتِ قطبِ عالم کے حجرہ پر گئے تو دیکھا کہ حجرہ بند تھا۔ انہوں نے حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت قطب عالم اس وقت یادِ الٰہی میں مستغرق تھے۔ وہ (حضرتِ قطب عالم) ابھی حجرہ کا دروازہ نہ کھولنے پائے تھے کہ حضرتِ شاہ زاہد نے بلند آواز سے کہا کہ میں بفرمانِ سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلم آیا ہوں اور رسالت پناہ صل اللہ علیہ وسلّم کا حکم پاکر اور وہ حکم آپ کو سنانے آیا ہوں۔ حضرتِ قطبِ عالم نے دروازہ کھولا۔ حضرتِ شاہ زاہد نے سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے ان کو آگاہ کیا۔

سب بات سن کر حضرتِ قطب عالم نے حضرت شاہ زاہد سے فرمایا کہ جاؤ اور ان کو (حضرتِ شاہ عالم کو) میرے پاس لے آؤ۔ حضرت شاہ زاہد خوشی خوشی آپ کے پاس گئے اور کہا کہ والدِ ماجد یاد فرماتے ہیں۔

آپ جب والدِ ماجد حضرتِ قطبِ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کو سینہ سے لگایا اور روحانی دولت اور فیض سے آپ کو مالا مال کیا پھر اپنا پیرہن آپ کو پہنا کر آپ کو سرفراز فرمایا۔

حکم

ایک دن ایسا ہوا کہ حضرتِ قطبِ عالم مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ابھی نماز ختم نہ ہوئی تھی کہ آپ کو اطلاع ملی کہ شیخ عبداللطیف آرہے ہیں۔ شیخ عبداللطیف پٹن میں رہتے تھے اور کبھی کبھی حضرتِ قطب عالم کے پاس آتے اور ان کے پاس قیام کرتے تھے۔ ان کا یہ طریقہ تھا کہ پٹن سے جب احمد آباد آتے تو بہاءالدّین پور میں قیام کرتے تھے۔ حضرتِ قطب عالم کو جب یہ اطلاع ملی کہ وہ (شیخ عبداللطیف) آرہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ کون ہے جو جائے اور شیخ عبداللطیف کو یہاں لائے۔ آپ (حضرت شاہ عالم) نے عرض کیا کہ میں ان کے استقبال کو جاتا ہوں اور نہایت آرام سے ان کو یہاں لاتا ہوں۔ چنانچہ آپ روانہ ہو گئے۔ اور شیخ عبداللطیف کو لے کر اپنے والد ماجد کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

خدمت کا بدلہ

آپ کے والدِ ماجد حضرتِ قطب عالم اس بات سے بہت خوش ہوئے۔ آپ کو پاس بلا کر بٹھایا۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ:

"تم نے مجھ کو خوش کیا۔ خداوند تعالیٰ تم کو خوش رکھے گا۔ تم عبداللطیف کو یہاں میرے پاس لے کر آئے۔ اس خدمت کے بدلے میں خداوند تعالیٰ تم کو ایک جانثار عطا فرمائے گا۔ اس کا نام بھی عبداللطیف ہوگا اور وہ اپنی خدمات کے صلہ میں داورالملک کا خطاب پائے گا۔"

ایسا ہی ہوا

سفارش

آپ (حضرت شاہ عالم) حضرت شیخ احمد کھٹوؒ پر بہت عقیدت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت شیخ احمد کھٹوؒ سے کہا کہ وہ ان کے والد سے ان کی اس بات کی سفارش

کریں کہ وہ روحانی دولت کا کچھ حصّہ ان کو بھی عطا فرمائیں جیسا انہوں نے اپنے صاحبزادے اور ان کے (شاہ عالم کے) بھائی شیخ محمود کو دی ہے۔ اس بات کو کچھ عرصہ گزر گیا۔

کچھ دنوں بعد ایسا ہوا کہ حضرت شیخ احمد کھٹوؒ اور حضرت قطب عالم ایک ہی تالاب میں قریب قریب غسل کر رہے تھے۔ خوشی خوشی وہ غسل کرتے جا رہے تھے۔ اور بے تکلفی سے بات چیت بھی کر رہے تھے۔ یکایک شیخ احمد کھٹوؒ کو آپ (حضرت شاہ عالم) کی وہ بات یاد آئی۔ انہوں نے سوچا کہ وقت اچھا ہے۔ اس وقت سفارش کرنا بہتر ہوگا۔ یہ سوچتے ہی حضرت شیخ احمد کھٹوؒ نے حضرت قطب عالمؒ کو پانی میں غوطہ دیا اور ان کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ حضرت قطب عالمؒ نے حضرت شیخ احمد کھٹوؒ سے کہا کہ ان کی آنکھوں پر ہاتھ کیوں رکھ دیا۔ آخر وہ اپنا ہاتھ ان کی آنکھوں سے کیوں نہیں ہٹاتے۔ جب حضرت قطب عالم نے بار بار ہاتھ ہٹانے کو کہا تو حضرت شیخ احمد کھٹوؒ نے کہا کہ وہ ہاتھ اس وقت ہٹائیں گے جب وہ ایک بات کا وعدہ کریں۔ حضرت قطب عالم کے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ:

"جس طرح آپ نے اپنے صاحبزادے محمود کو جامِ عشق و وحدت پلایا ہے اور جس طرح ان کو نوازا ہے، اسی طرح اپنے صاحبزادے منجھن میاں (شاہ عالم) کو نوازو اور ان پر اپنی توجہ خاص ڈالو اور ان کو اعلیٰ مقام پر پہنچاؤ۔"

حضرت قطب عالم نے یہ سن کر حضرت شیخ احمد کھٹوؒ سے کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایسا ضرور کروں گا۔

ایک واقعہ

ایک مرتبہ آپ اپنے والدِ ماجد حضرت قطب عالم کی بلا اجازت اور بغیر اطلاع دیئے حضرت شیخ احمد کھٹوؒ کے پاس سرکھیج چلے گئے۔ آپ کے والدِ ماجد نے آپ کو طلب فرمایا

تو معلوم ہوا کہ سر کھیج گئے ہوئے ہیں۔ واپسی پر آپ کو معلوم ہوا کہ والدِ ماجد نے یاد فرمایا تھا۔ آپ کو خیال ہوا کہ کہیں والدِ ماجد خفا نہ ہو گئے ہوں۔ اسی لئے بہتر یہ ہے کہ وہ جب خوش نظر آئیں، اس وقت ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے۔ جب آپ کو اطلاع ملی کہ والدِ ماجد خوش ہیں تو آپ والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے والدِ ماجد نے آپ کو دیکھ کر آپ سے فرمایا کہ:

"تم سر کھیج مجھ سے کہے بغیر چلے گئے۔ جاتے وقت اجازت لینا چاہیئے تھی۔ آخر تم مجھ سے خفا کیوں ہو؟ شیخ احمد کھٹوؒ میرے لئے غیر نہیں۔ یہ تو بتاؤ کہ مجھ سے کونسی ایسی بات رہ گئی ہے کہ جس کے لئے تم سرگرداں ہو۔"

یہ سن کر آپ نے سر نیاز اپنے والدِ ماجد کے قدموں میں رکھ دیا۔

شادی

آپ کی پہلی شادی بی بی مرکی کے ساتھ ہوئی۔ ان کے انتقال کے بعد آپ نے بی بی مغلی کے ساتھ شادی کی۔ بی بی مرکی اور بی بی مغلی دونوں بہنیں تھیں۔ حضرت کی پہلی بیوی کی وفات ہو گئی اور بی بی مغلی بیوہ ہو گئیں۔ تب آپ نے بی بی مغلی کے ساتھ نکاح کیا۔

حضرت رکنُ الدّین کی عرض داشت

حضرتِ رکن الدّین نے ایک عرضداشت میں آپ کی توجہ چند امور کی طرف دلائی۔ اس عرضداشت میں حضرت (حضرت شاہ عالم) سے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ان کے دادا سیّد سکندر نے حضرتِ مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے حکم اور ایماء سے منگلور میں سکونت اختیار کی، اور وہاں رہ کر رشد و ہدایت میں زندگی گزاری۔ منگلور چاروں طرف سے ان لوگوں سے گھرا ہوا تھا جو اسلام سے بے بہرہ تھے۔

ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے اور میرے والد سیّد آدم نے منگلور میں رہ کر رشد و ہدایت کا کام جاری رکھا۔

اب ان کی وفات کے بعد اس کام کا بار میرے سر ہے۔ میرے لئے حالات زیادہ ناسازگار ہیں۔ دنیاوی ذرائع محدود اور تنگ ہو گئے ہیں۔

گرنار کا حکمراں مسلمانوں پر مظالم کر رہا ہے۔ وہ اسلام کا دشمن ہے۔ اگر جلدی ہی کوئی قدم نہ اٹھایا گیا تو وہاں مسلمانوں کا رہنا ناممکن ہو جائے گا۔"

عرضداشت کا جواب

آپ نے اس عرضداشت کا جواب اس طرح دیا:

"ہراس اور خوف کی کوئی بات نہیں۔ مشکلات سے دل برداشتہ نہ ہونا چاہیئے۔ ان کا خاندان سورا تھ میں حضرتِ مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے حکم سے آباد ہوا ہے اور حضرتِ مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کی رُوحِ پر فتوح ہر وقت ان کے ساتھ ہے۔ پھر ناامیدی کی کیا بات ہے۔

یہ اوراد و وظائف جو میں لکھ رہا ہوں اِن کا ورد کرو۔

یہ بات معلوم ہو کر مجھے تعجّب ہوا کہ حکومت نے تمہارے لئے کوئی وظیفہ مقرّر نہیں کیا ہے۔ حکامِ متعلّقہ سے اس کے متعلّق بات چیت ہوگی اور عنقریب ہی تمہاری خورد و نوش کا انتظام کیا جائے گا۔

اب رہا گرنار کے حکمراں کا سوال تو اس کو عنقریب اس کے کئے کی سزا ملے گی۔"

سلاطین سے تعلّقات

آپ نے گجرات کے چار بادشاہوں کا زمانہ دیکھا یعنی محمّد شاہ، قطب شاہ، داؤد

شاہ اور سلطان محمود شاہ بیگرہ۔ سلطان قطب الدّین یا قطب شاہ آپ کے والد ماجد حضرت قطب عالم کا معتقد و منقاد تھا اور اس کو آپ سے بھی عقیدت تھی۔ سلطان محمود شاہ بیگرہ پر آپ کا بہت اثر تھا اور وہ آپ کا دل و جان سے معتقد تھا۔ وہ اپنے کو آپ کا خادم سمجھتا تھا۔ آپ کے حکم اور آپ کی ہدایت سے سلطان محمود شاہ بیگرہ نے گرنار اور منگلور پر حملہ کیا۔

منگلور اور گرنار (جوناگڈھ) کو اگرچہ سلطان محمّد بن تغلق نے فتح کر لیا تھا لیکن وہ دہلی کی سلطنت کے زیرِ نگیں زیادہ نہ رہے۔ دہلی کی سلطنت سے علیٰحدہ ہو گئے اور چوڑاسامہ خاندان کی آزاد حکومت وہاں قائم ہو گئی۔ اے منڈالک نے وہاں ایسے مظالم کئے کہ جس سے نہ صرف مسلمان بلکہ بلوچی، جاٹ، کھوکر، ملک، ملتانی، قریشی، افغانی اور غوری سب ہی پریشان اور برگشتہ ہو گئے۔

سلطان محمود بیگرہ نے حملہ کیا اور چوڑاساماں خاندان کے آخری راجہ رائے کھینگر کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ احمد آباد لایا۔

ملاقات

ایک دن رائے کھینگر رسول آباد گیا، جہاں آپ (حضرتِ شاہ عالم) رہتے تھے۔ وہاں اس نے بہت سے ہاتھی، گھوڑے اور لوگوں کا ہجوم دیکھا۔ یہ دیکھ کر اس کو تعجّب ہوا اور سوچنے لگا کہ اس شاہانہ طریقے سے یہاں کون رہتا ہے۔ آخر اس نے دریافت کیا کہ یہاں کون امیر رہتا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ شاہ عالم پناہ کا دربار ہے۔ یہ وہ بادشاہ ہیں جو عالم کو پناہ دیتے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ وہ کس کے ملازم ہیں اور کون ان کا خرچہ اٹھاتا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ کسی کے ملازم نہیں اور نہ کوئی ان کو دیتا ہے اور نہ وہ کسی سے لیتے ہیں۔ ان کا توکل خداوندِ تعالیٰ پر ہے۔ وہ اللہ سے لیتے ہیں اور اللہ ان کو دیتا ہے۔

پھر اس نے پوچھا کہ یہ شاہانہ زندگی کا ساز و سامان ان کو کہاں سے اور کس سے ملتا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ ان کو خداوندِ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

پھر اس نے آپ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جوں ہی اس کی نظر آپ کے چہرۂ مبارک پر پڑی، دل و جان سے آپ کا پرستار ہوا۔

اس نے آپ سے مؤدّبانہ عرض کیا کہ یہ بتائیے کہ مسلماں ہونے کے لئے کیا چیز ضروری ہے۔ آپ نے کلمہ پڑھ کر سنایا۔ اس نے کلمہ صدق دل سے پڑھا اور اس کی حقیقت کو تسلیم کیا۔[1]

وفات

حضرت نے ۸۸۰ھ مطابق ۱۴۷۵ء میں جوارِ رحمت میں قدم رکھا۔[2] مزار پر انوار احمد آباد میں مرجعِ خاص و عام ہے۔

سلسلہ کا عروج

آپ کے زمانہ میں سہروردی سلسلہ عروج پر تھا۔ بادشاہ، امراء، اور درباری آپ کے معتقد اور منقاد تھے۔ آپ کے بہت سے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کے خلفاء میں داور الملک عبداللطیف نے بہت شہرت پائی۔ آپ کی خاص توجہ سے داور الملک کی زندگی باوجود جاہ و منصب کے بالکل بدل گئی تھی۔ عاجزی و انکساری حد درجہ تھی۔

---

[1] مراۃ سکندری (انگریزی ترجمہ)۔ ص ص ۵۸-۵۷

[2] تاریخ سلاطینِ گجرات (فارسی)

انوار صوفیہ (اردو ترجمہ اخبار الاخیار فی اسرار ابرار) ص ۳۳۵

سیرت

آپ صاحبِ کراماتِ بلند اور مقاماتِ ارجمند تھے۔[1] ظاہر و باطن میں اپنے وقت کے سیّد تھے۔ سرورِ عالم حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے حلیۂ مبارک سے آپ کا حلیہ بہت کچھ مشابہ تھا۔[2] آپ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے عاشق و پرستار تھے۔ عشقِ رسول میں سرشار تھے۔ یادِ الٰہی میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ ذوق و شوق، توکل و قناعت اور تجرید میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ کا لنگر وسیع پیمانے پر جاری تھا۔ سخاوت اور شجاعت میں اپنی مثال آپ تھے۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ

"بعضے اوقات لباسِ حریری پوشید و بر مشربِ
ملامتیہ می رفت۔"[3]

ترجمہ: بعض اوقات ریشمی لباس پہنتے تھے اور ملامتیہ مشرب اختیار کر لیتے تھے۔

تعلیمات

آپ نے اس بات پر زور دیا کہ سلاطین اور امرار سے تعلقات رکھے جائیں تاکہ لوگوں کی حاجت براری ہو سکے۔

درویش کو "دل بیار و دست بکار" کا مصداق ہونا چاہیئے۔

---

[1] سفینۃ الاولیاء۔ از داراشکوہ۔ ص ۱۱۸

[2] سفینۃ الاولیاء۔ (فارسی) ص۔ ۱۱۸

[3] اخبار الاخیار (فارسی)

نیز دیکھو خم خانۂ تصوف از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب۔ ص ۲۸۹

مزار شریف حضرت شاہ عالمؒ، (احمد آباد)

درویش کے لئے خدمتِ خلق بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔ نسبت بڑے کام کی چیز ہے۔ جتنی نسبت پختہ ہوگی، اتنی ہی جلد مدارج و مقامات طے ہوں گے۔

ورد و وظیفہ

ذکر و فکر اور مراقبہ پابندی سے کرنا چاہیئے۔ آپ "یا لطیفُ" کا ورد رکھتے تھے۔

کشف و کرامات

آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ جب شہنشاہ جہانگیر احمد آباد آیا تو وہ آپ کی کرامات کا شہرہ سن کر متعجّب ہوا۔ حضرت کے وصال کو کافی زمانہ گزر چکا تھا۔ اس نے حضرتِ قطب عالم کی درگاہ کے سجّادہ نشین سیّد محمّد سے پوچھا کہ حقیقت کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے بزرگوں سے سنتے آئے ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ جہانگیر نے یہ جواب سن کر اُن کے متعلّق اچھّی رائے قائم کی اور ان سے متعلّق اس طرح تحریر کیا۔[1]

"خالی از فضیلتی و معقولیتی نیست"

آپ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ بہ نظرِ اختصار چند پیش کی جاتی ہیں۔

سلطان قطب الدّین کے لشکر کے ساتھ آپ میدانِ کارزار میں بہ نفسِ نفیس تشریف لے گئے اور محمود خلجی کے لشکر پر ایک تیر پھینکا، جس سے اس کی فوج منتشر ہوگئی اور سلطان قطب الدّین کو فتح حاصل ہوئی۔ سلطان قطب الدّین نے اپنی فتح حضرت کی موجودگی اور حضرت کے تیر پھینکنے سے منسوب کی۔

ایک ضعیفہ جو آپ کی مرید بھی تھی، اس کے ایک لڑکا تھا۔ اس کا لڑکا کچھ دن بیمار رہ کر فوت ہوگیا۔ وہ ضعیفہ برنج و فزع تمام آپ کی خدمت میں آئی اور آپ کا

---

[1] توزکِ جہانگیری۔

دامن پکڑ کر رونے لگی اور کہنے لگی کہ جب تک میرے لڑکے کو مجھے واپس نہ دوگے تمہارا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑوں گی۔ جب اس ضعیفہ کا عجز و تفرع حد سے گزر گیا تو آپ نے اس کو تسلّی دیتے ہوئے کہا کہ دامن چھوڑو کہ میں اندر جاؤں۔ اس نے دامن چھوڑا اور آپ اندر تشریف لے گئے۔ آپ کے بھی ایک چھوٹا بچّہ تھا۔ آپ نے اس بچّے کو اٹھا کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف کئے اور عرض کیا:

"الٰہی آں طفل نشند"

آپ کا اتنا کہنا تھا کہ اس بچّے نے آپ کے ہاتھوں میں جان دے دی۔

آپ باہر تشریف لائے اور اس ضعیفہ سے فرمایا کہ:

"جاؤ۔ تمہارا بچّہ زندہ ہے"

وہ ضعیفہ جب اپنے گھر پہنچی تو دیکھا کہ اس کا بچّہ زندہ ہے۔[1]

باب ۴۸

حضرت شیخ رکن الدّین مجذوب

حضرت شیخ رکن الدّین مجذوب صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے۔ جذب کی حالت میں جیسا کہ مجذوبوں کا قاعدہ ہے، وہ دیکھتے اور سنتے تھے کہ جو اور نہ دیکھ سکتے تھے اور نہ سُن سکتے تھے۔ جو کچھ کہتے ویسا ہی ہوتا۔ پٹن میں آپ کا بہت شہرہ تھا۔

مزار

حضرتِ مخدوم حسام الدّینؒ کے مزار کے پاس آپ کا مزار ہے۔ آپ کا وصال ۲۷ رمضان کو ہوا۔ سال نہ معلوم ہو سکا۔

---

[1] سفینۃ الاولیاء۔ (فارسی)۔ از دارا شکوہ۔ ص ۱۱۸

باب ۴۹

حضرت شیخ زین الدّین خیّاط

حضرت شیخ زین الدّین خیّاط خدمتِ خلق اور یادِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ لوگوں کو تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت کے ذریعہ ظلمت و تاریکی سے باہر نکال کر ان کو روشنی میں لاتے۔

وفات

آپ کا ۱۳ر جمادی الاوّل کو وصال ہوا۔ مزار پٹن میں ہے۔

باب ۵۰

حضرت شاہ شریف

حضرتِ شاہ شریف شمعِ قصرِ ہدایت ہیں۔

خاندانی حالات

امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا نسبت نامہ پدری حضرتِ سیّد احمد جہاں شاہ سے پانچویں پشت پر ملتا ہے۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام سیّد سیف الدّین ہے۔

ولادت

آپ ۲۷ر رمضان المبارک ۱۰۰۲ھ مطابق ۱۷ر مئی ۱۶۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ "خلفِ سالار پیدا ہوئے" سے تاریخِ ولادت نکلتی ہے۔

نام

آپ کا نام شاہ شریف ہے۔

بھائی

آپ کے ایک بھائی تھے جن کا نام سیّد محمّد ہے۔ ایک ہمشیرہ بھی تھیں۔

تعلیم و تربیت

آپ نے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد اور والدہ نے آپ کی تربیت پر خاص توجہ دی۔ علومِ ظاہری سے جلد فارغ ہوئے۔

بیعت و خلافت

آپ اپنے والدِ ماجد کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ اُن سے خرقۂ خلافت پاکر صاحبِ اجازت ہوئے۔

اولاد

آپ کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام سیّد احمد متقیؒ تھا جو لاولد فوت ہوئے اور دوسرے صاحبزادے کا نام سیّد عظمت اللہ تھا۔ آپ کے تین لڑکیاں تھیں۔

شہادت

آپ نے ۵ ربیع الاوّل ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۶۰۵ء کو جامِ شہادت نوش کیا۔ "فخر العلماء شہید ہوئے" سے آپ کی تاریخِ شہادت برآمد ہوتی ہے۔

سیرت

زہد و تقویٰ میں بے نظیر تھے۔ اتباعِ سنّت کے سخت پابند تھے۔ علمِ حدیث کے ماہر تھے۔ رشد و ہدایت اور عبادت و ریاضت میں وقت گزارتے تھے۔

باب ۵۱

حضرت شاہ حسن

حضرت شاہ حسن غواص بحرِ حقیقت ہیں۔

خاندانی حالات

آپ سلطان حاجی ہد کے خاندان سے ہیں۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد حضرت قاضی احمد جود باکمال درویش تھے۔

نام

آپ کا نام حسن ہے۔

لقب

آپ کا لقب فقیہہ ہے۔

خطاب

آپ کا خطاب غوث الوریٰ ہے۔

تعلیم وتربیت

اپنے والدِ ماجد کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی اور اپنے والد سے ہی اکتسابِ علم کیا اور بہت جلد علوم ظاہری سے فارغ ہوئے۔

بیعت وخلافت

آپ نے حضرت شیخ رکن الدین کانِ شکرؒ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اُن سے خرقۂ خلافت پایا۔

دیگر بزرگوں سے فیض

آپ نے اپنے والد ماجد سے بھی فیض پایا اور حضرت برہان الدین قطبِ عالمؒ اور حضرت شیخ احمد گنج بخش کھٹوؒ کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہوئے۔

وفات

آپ نے ۲۸ رجب ۸۴۹ھ مطابق ۱۴۴۵ء کو دارِ بقا کی طرف کوچ فرمایا۔ مزار پٹن میں ہے۔

سیرت

آپ رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین، عبادت و ریاضت، ذکر و فکر اور دیگر اشغال و وردو وظائف میں اپنا وقت گزارتے تھے۔

باب ۵۲

حضرت شاہ وجیہ الدّین

حضرت شاہ وجیہ الدّین شیخ شیوخ العصر تھے۔ امامِ شریعت اور مقتدائے ملّت تھے۔

خاندانی حالات

آپ علوی خاندان کے ایک روشن چراغ ہیں۔ آپ کے خاندان کے متعلق یہ مشہور ہے کہ:[1]

"نسبِ ایشاں علویست"

(اُن کا نسب علوی ہے)

---

[1] سفینۃ الاولیاء۔ (فارسی) ص ۱۹۳

اور آپ کے متعلق اس پر اتفاق ہے کہ:

"از کبارِ مشائخ متاخرین اند"

(متاخرین کبار مشائخ میں سے ہیں۔)

آپ کے مورثِ اعلیٰ علوی تھے۔ یعنی مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور بی بی فاطمہ سے ان کا سلسلہ ملتا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض حسنی کہلاتے ہیں اور بعض حسینی۔ یہ سب علوی سلسلہ ہے۔

آپ کے مورثِ اعلیٰ حضرت بہاء الدین جن کے والد کا نام کبیر الدین ہے، حج کو گئے ہوئے تھے۔ کعبہ کے سات طواف کر رہے تھے کہ ندا آئی کہ سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"ہندوستان جاؤ اور وہاں گجرات میں سکونت اختیار کرو۔ گجرات میں طالبان و تشنگان کی رہنمائی کرو اور ان کو حقیقت اور معرفت کے چشمے کا پانی پلاؤ۔ وہاں ظلمت و تاریکی پھیلی ہوئی ہے اس کو دور کرو۔ پیغامِ حق پہنچاؤ اور لوگوں کو راہِ راست پر لاؤ۔"

سرورِ عالم کا یہ حکم پاکر حضرت بہاء الدین ۷۹۹ھ مطابق ۱۳۹۶ء میں گجرات میں رونق افروز ہوئے۔ گجرات آکر پاتری گاؤں میں قیام کیا جو ورم گاؤں کے پاس ہے۔ وہ پاتری گاؤں میں رہنے لگے۔ سلطان مظفر خاں کے حکم سے ان کے صاحبزادے معین الدین پاتری گاؤں کے قاضی مقرر ہوئے۔ ان کے صاحبزادے شاہ عطاء الدین کو سلطان احمد نے احمد آباد کا قاضی بنایا تھا اور پاتری میں بھی عہدہ دے کر باختیار بنایا تھا۔ ان کے صاحبزادے شاہ عماد الدین کو کھنبات کا قاضی مقرر کیا گیا تھا۔ ان کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حکومت سے تعلقات اچھے نہ رہے لہٰذا پٹن چلے گئے۔

ان کے صاحبزادے شاہ نصراللہ کو سلطان بیگرہ نے محمود آباد چاپانیر کا قاضی مقرر کیا۔ شاہ نصراللہ کے بھائی سیّد شمس الدّین کو احمد آباد کا قاضی مقرر کیا گیا۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام حضرت شاہ نصراللہ ہے۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بوجی صاحبہ ہے۔ وہ شاہ شہاب الدّین کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے دادا مولانا محمود اور پردادا مولانا مخدوم علی شیرِ دہلوی تھے۔ مولانا مخدوم علی حضرت قطبِ عالم کے مدرسہ میں پڑھاتے تھے۔

ولادت

آپ ۲۲ محرم ۹۱۰ھ میں پیدا ہوئے[1] آپ کی ولادت مشرقی گجرات کے قدیمی شہر چاپانیر میں ہوئی۔[2]

نام نامی

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی سیّد احمد ہے۔

لقب

آپ وجیہ الدّین کے لقب سے مشہور ہیں۔

بھائی بہن

آپ کے پانچ بھائی تھے جن کے نام یہ ہیں:
شاہ ظہیر الدّین۔ شاہ نجم الدّین۔ شاہ بہار الدّین۔ قاضی شاہ محمود۔ شاہ برہان الدّین۔

---

[1] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ۱۰ محرم ۹۱۰ھ کو پیدا ہوئے۔

[2] ردِ کوثر۔ از شیخ محمد اکرام۔ ص ۳۳۸

آپ کے کئی بہنیں بھی تھیں جن میں سے ایک کا نام امّت الحبیب تھا۔

تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے والد کی نگرانی میں گھر پر ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا اور سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر کے حافظ کی سند پائی۔ آپ کو علومِ ظاہری حاصل کرنے میں اپنے چچا سیّد شمس الدّین سے بھی مدد ملی۔ آپ کے چچا احمد آباد کے قاضی تھے۔ اور اپنے زمانے کے مشہور عالم تھے۔ ان سے آپ نے فیض پایا۔

اپنے ماموں حضرت ابوالقاسم سے آپ نے علمِ حدیث حاصل کیا۔ جب پندرہ سال کے ہوئے تو آپ علّامہ محمد قلّی سے علمِ حدیث پڑھ کر فارغ ہوئے۔ بعدازاں محدث ابوالبرکات بمبانی عرف عبّاسی سے بھی اکتسابِ علم کیا۔

آپ نے ترک شاستر کا علم علامہ جلال الدّین دوانی کے مرید مولانا عماد الدّین تارمی اور خطیب ابوالفضل گاذاونی سے حاصل کیا۔ چوبیس سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ علومِ ظاہری کے ساتھ ساتھ علومِ باطنی بھی حاصل کئے اور علومِ ظاہری و باطنی میں ماہر ہوئے۔

احمد آباد میں آمد

سلطان مظفّر شاہ دوئم آپ کے والد شاہ نصراللہ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اور امورِ سلطنت میں اکثر ان سے مشورہ لیتا تھا۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد اس نے ان سے کہا کہ وہ چاپانیر سے سکونت ترک کر کے اس کے قریب احمد آباد آ کر رہنے لگیں۔ شاہ نصراللہ اس بات پر راضی ہو گئے اور چاپانیر سے سکونت ترک کر کے احمد آباد آئے اور خان پور میں رہنے لگے۔ حضرت بھی اپنے والدِ ماجد کے ہمراہ احمد آباد آئے اور احمد آباد ہی میں تمام زندگی گزاری۔ جس وقت حضرت احمد آباد آئے اس وقت حضرت کی عمر

آٹھ سال کی تھی۔ حضرت ۹۱۷ھ میں احمد آباد میں اپنے والد کے ہمراہ رونق افروز ہوئے۔

بیعت

آپ کئی بزرگوں کے روحانی فیوض سے مالا مال ہوئے۔ آپ نے حضرت شاہ قاضن حنفیؒ سے فیض پایا اور دو سال تک ان کی خدمت میں رہ کر ان سے علوم باطنی حاصل کرتے رہے۔ حضرت شاہ قاضن کا مزار پٹن میں ہے۔ حضرت محدث ابوالبرکات بمبانی عرف عباسیؒ سے بھی آپ نے طریقت، حقیقت اور معرفت کی تعلیم حاصل کی۔

آپ حضرت مولانا عماد الدین طارمیؒ کے حلقۂ ارادت میں بھی داخل ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد کے والد طارم گاؤں کے رہنے والے تھے جو سراج نام کے قصبہ میں ایران میں ہے۔ وہ موتیوں کا بیوپار کرتے تھے۔ وہ تجارت کے سلسلہ میں ہندوستان آئے اور گجرات پہنچ کر موتیوں سے لدا ہوا ایک خیمہ شاہ عالم کو دکھایا۔ حضرت شاہ عالم نے وہ خیمہ خریدا اور اس کی قیمت اس طرح دی کہ ان سے کہا کہ غالیچہ کے نیچے سے ایک لاکھ روپیہ بسم اللہ پڑھ کر نکال لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اُن کو غالیچہ کے نیچے سے بجائے ہندوستانی سکّہ کے ایرانی سکّہ ملے۔ وہ یہ دیکھ کر متعجّب ہوا اور معتقد ہوا۔

اس کو اولاد کی آرزو تھی۔ حضرت شاہ عالمؒ سے عرض کیا۔ حضرت شاہ عالم نے دعا کی اور فرمایا کہ اس کے یہاں لڑکا ہوگا۔ جب وہ بڑا ہو جائے تو میرا نام بتانا۔

وہ شخص واپس ایران چلا گیا۔ طارم پہنچ کر وہاں رہنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد اُس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اُس نے بچّے کا نام محمّد عماد الدّین رکھا۔ عماد کے معنی تھنبے کے ہیں اور دین کے ساتھ ملا کر یہ معنی ہوئے کہ دین کا تھنبا۔ اور چونکہ طارم کے رہنے والے تھے۔ نسبتی مکانی کی وجہ سے طارمی مشہور ہوئے۔ جب سن بلوغ کو پہنچے تو مولانا عماد الدّین طارمی کو معلوم ہوا کہ احمد آباد کے ایک بزرگ کی دُعا سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے دل میں ان بزرگ (شاہ عالم) کی محبّت جاگزیں ہوئی۔ ایران سے روانہ ہو کر احمد آباد

پہنچے اور احمد آباد میں مقیم ہوئے۔ آپ (حضرت شاہ وجیہ الدینؒ) سے بیعت ہوئے اور علوم باطنی کے علاوہ علومِ ظاہری بھی حاصل کیے۔

اُن بزرگان کے علاوہ جن سے آپ کو (حضرت شاہ وجیہ الدین) کو ارادت حاصل تھی۔ اور جن کا ذکر اُوپر آچکا ہے، حضرت غوث گوالیاری ہی سے آپ کو خاص رُوحانی تعلّق تھا۔ اور وہی دراصل آپ کے پیر و مرشد تھے۔ چنانچہ بجا طور پر آپ کے متعلّق لکھا گیا ہے کہ:[1]

"اگرچہ ارادت بجائے دیگر داشتند امّا ارشاد از شیخ محمّد غوثِ اعظم یافتہ اند و در آدابِ طریقت تابع ایشان بودند و کار را نزد شیخ محمّد غوث باتمام رسانیدہ اند"۔

غرض

"تصوّف میں آپ کی نسبت و عقیدت شیخ محمّد غوث سے تھی اگرچہ مُرید کسی دوسرے بزرگ کے تھے"۔[2]

حضرت محمّد غوثؒ ایک بلند پایہ بزرگ تھے۔ شہنشاہ بابر اور شہنشاہ ہمایوں ان کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ شیر شاہ سوری نے تخت پر بیٹھنے کے بعد ہمایوں کے مددگاروں اور جانثاروں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ ان میں حضرت محمّد غوث بھی تھے جن کے متعلّق شیر شاہ سوری کا یہ خیال تھا کہ وہ ہمایوں کے مددگار و معاون ہیں۔ ان (حضرت غوث) کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ گجرات روانہ ہو گئے اور احمد آباد پہنچ کر سارنگ پور نام کے علاقہ میں رہنے لگے۔

اُن کے احمد آباد آنے کی خبر جب مشہور ہوئی تو لوگ اُن سے ملنے کے لئے جوق در جوق آنے

---

[1] سفینۃ الاولیاء۔ (فارسی) از دارا شکوہ۔ ص ۱۹۴

[2] انوارِ صوفیہ (ترجمہ اردو اخبار الاخیار فی اسرار الابرار) ص ۳۳۸

لگے۔ایک ہفتہ کے بعد آپ (حضرت وجہیہ الدین) اپنے ماموں مولانا یحییٰ کے ساتھ ان (حضرت غوث) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ (حضرت وجہیہ الدین) ان کو دیکھتے ہی اُن کے شیفتہ و فریفتہ ہوئے۔

دل را بہ نگاہے بردجانانہ چنیں باید
یک جُرعہ خرابم کرد پیمانہ چنیں باید

احمد آباد آنے کے بعد کچھ لوگ تو اُن کے عقیدت مند ہوئے اور کچھ لوگوں نے ان کی مخالفت پر کمر باندھی۔ ہمایوں یہ بات خوب سمجھتا تھا کہ چونکہ انہوں نے اس کا ساتھ دیا ہے اس لئے ان کو شیر شاہ سوری شک و شبہہ کی نگاہ سے دیکھے گا اور ان کو پریشان کیا جائے گا۔ہمایوں نے ایران سے آپ کے پاس ایک خط بھیجا اور اس میں اس بات کا اظہار کیا کہ ممکن ہے کہ افغانیوں نے ان کے ساتھ خراب سلوک و برتاؤ کیا ہو۔

اس خط کے جواب میں انہوں نے ہمایوں کو لکھا کہ:

"علمِ معرفت والا شخص وجد کے حال میں رہ کر جو کچھ بھی زبان سے نکالتا ہے، وہ ایک معمولی انسان سمجھ نہیں سکتا۔یہی وجہ ہے کہ یہ نہ سمجھنے کی وجہ سے شیر شاہ سوری کے صوبہ دار شیخ عبدالمقدور بمبائی اور ملک زین الدین میرے خلاف ہو گئے۔آخر وہ سب لوگ مٹّی میں مل گئے۔"

دو جماعتیں بن گئیں۔ایک جماعت اُن کے (حضرت غوث) پرستاروں کی تھی اور دوسری جماعت اُن کے مخالفین کی تھی۔ان کے پرستاروں کی جماعت میں ہر طبقے کے لوگ تھے۔ ان میں بعض کے نام یہ ہیں:

مولانا بدرالقاسم سہروردی۔ مولانا سیّد یحییٰ۔ حسن محمد چشتی۔ شیخ محمّد شاہ چشتی۔ خواجہ عبدالواحد نقشبندی۔ مولانا سیّد عالم۔ شیخ الامداد متوکل۔ حضرت عرب شاہ۔ مولانا میر عبدالاول شارع بخاری۔ مولانا اسحاق مودودی۔ سیّد کمال الدّین شیرازی اور شیخ کمال ہمدانی۔

جو جماعت آپ کے خلاف تھی اس کے رہنما حضرت علی متقی تھے۔ یہ حضرت علی متقی وہ نہیں ہیں جو حضرت محمد طاہر پٹنیؒ کے پیر و مرشد ہیں اور جن کا مزار مدینہ منورہ میں ہے۔ اُن (حضرت غوث) کے مخالفین نے ایک فتویٰ نکالا جس پر بہت سے لوگوں کے دستخط تھے اور جس میں بعض باتوں کی بنا پر ان کے قتل کو جائز قرار دیا گیا تھا۔

یہ ان (حضرت غوث) کے قتل کا فتویٰ شاہِ گجرات سلطان محمود سویم کے پاس دستخط کے واسطے بھیجا گیا۔ سلطان نے پڑھا تو اس کو پڑھ کر تعجب ہوا کہ اس پر آپ (حضرت شاہ وجیہ الدّین) کے دستخط نہ تھے۔ اس نے اپنے وزیر امیر افضل بمبانی سے پوچھا کہ اس پر ان کے (حضرت وجیہ الدّین کے) دستخط نہیں ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

امیر افضل بمبانی نے سلطان کو بتایا کہ ان کے (حضرت وجیہ الدّین کے) دستخط اس پر اس وجہ سے نہیں ہیں کہ وہ ان (حضرت غوث) کے مُرید، معتقد و منقاد ہیں۔ یہ سن کر سلطان نے فتویٰ پر دستخط نہ کئے اور کہا کہ جب ان (حضرت وجیہ الدّین) جیسے اُن (حضرت غوث) کے مرید ہیں تو پھر اُن (حضرت غوث) کی کیا شان و مرتبہ ہوگا جن کے مرید اس درجہ اور علم کے ہیں۔

سلطان خود آپ (حضرت وجیہ الدّین) کی خانقاہ میں گیا اور فتویٰ دکھایا۔ آپ نے فتویٰ پڑھا اور فرمایا کہ جو الزامات اُن (حضرت غوث) پر لگائے گئے ہیں۔ وہ لغو، بے بنیاد اور سراسر غلط ہیں۔ عام لوگ ان کا درجہ کیا جانیں۔ وہ ایسے بڑے عالم ہیں کہ ان کو سمجھنا دشوار ہے۔ وہ ایسے بڑے درویش ہیں کہ اُن تک رسائی مشکل ہے۔ وہ صاحبِ نسبت اور صاحبِ کشف و کرامات بزرگ ہیں۔ ان کا شمار اہلِ حال اور اہلِ قال میں ہے۔

سلطان محمود سویم یہ سن کر متحیّر ہوا۔ اس نے وہ فتویٰ پھاڑ دیا۔

اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے:[1]

---

[1] سفینۃ الاولیاء۔ (فارسی) ص ۱۹۴

"وچون شیخ محمدؒ غوث بگجرات رفتند۔ شیخ علی متقیؒ کہ صاحب علوم ظاہر و باطن بودند با جمعی از علمائے ظاہر بسبب بعضے سخنان بلند فتویٰ بر قتل ایشاں نوشتند و حاکم آنجا فتویٰ را موقوف بہ نوشتن شیخ وجیہ الدین داشت۔ چوں ایشاں بخانۂ شیخ محمدؒ غوث رفتند در دیدن اوّل فریفتۂ شیخ گشتند و کاغذ فتویٰ را پارہ کردند و بشیخ علی متقیؒ گفتند کہ فہم شما بکمالات شیخ نرسیدہ و میگفتند کہ در ظاہر شریعت چناں باید بود کہ شیخ علی متقیؒ ست و در حقیقت آنچنانکہ مرشد ماست"۔

(ترجمہ) اور جب شیخ محمدؒ غوث گجرات تشریف لے گئے تو شیخ علی متقیؒ جو صاحب علوم ظاہر و باطن تھے، علوم ظاہر کی ایک جماعت کے ساتھ بوجہ خاص باتوں کے ان کے قتل کا فتویٰ لکھا اور وہاں کا حاکم شیخ وجیہ الدینؒ کے دستخط کے بغیر اس فتویٰ کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ جب وہ شیخ محمدؒ غوث کے مکان پر گئے تو دیکھتے ہی شیخ کے فریفتہ ہوئے اور فتویٰ پھاڑ کر پھینک دیا اور شیخ علی متقیؒ سے کہا کہ تمہاری عقل شیخ کے کمالات تک نہیں پہنچی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ظاہر شریعت میں ایسا ہونا چاہیئے جیسے کہ شیخ علی متقی ہیں اور حقیقت میں ایسا ہونا چاہیئے جیسا کہ ہمارے پیر و مرشد ہیں۔

آپ نے اس قسم کی تکفیر کی مخالفت ہی نہیں کی بلکہ ایک رسالہ لکھ کر

"ابتداءً فقہی کتابوں سے مسئلہ تکفیر پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر احادیث سے سنداً سب کو شرح سے بیان کیا ہے۔ آخر میں صوفیائے کرام کے احوال سے بحث کی ہے کہ حالتِ سکر میں جو کچھ کہہ جاتے ہیں، وہ قابلِ مواخذہ نہیں ہوتا۔ پھر سیّد محمد غوث گوالیاری کی کتاب اورادِ غوثیہ پر لوگوں نے جو اعتراضات کئے ہیں، ان کا جواب دیا ہے.... آپ کا ارشاد یہ تھا کہ کسی شخص کی سو باتوں میں سے ایک بات بھی اسلام کی ہو تو اس کو مسلم سمجھو اور

کسی کلمہ گو اہلِ قبلہ کو کافر نہ کہو۔"

حضرت شیخ محمدؒ غوث گوالیاری کا تعلّق شطاری سلسلہ سے تھا، اور چونکہ آپ (حضرت وجیہ الدّین) ان کے مرید تھے اس لئے آپ بھی شطاری سلسلہ سے وابستہ تھے۔

شطاری سلسلہ

شطاری سلسلہ کو حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ عہدِ وسطیٰ میں اس سلسلہ کو کافی مقبولیت و فروغ حاصل ہوا۔

شطاری کہنے اور کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ:

"سلوک اور طریقت میں وہ دوسرے سلسلوں کے بزرگوں سے زیادہ تیز اور سرگرم (شطّار) ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جنگلوں میں رہ کر سخت ریاضتیں کرتے تھے اور ان سے غیر معمولی افعال و تصرفات منسوب کئے جاتے تھے۔"[1]

ہندوستان میں یہ سلسلہ حضرت شیخ عبداللہ شطاری کے ذریعہ پھیلا۔ وہ اپنے پیر و مرشد کا حکم پاکر ایران سے ہندوستان آئے۔ ان کا نسب نامہ پدری پانچ واسطوں سے حضرت شیخ شہاب الدّین سہروردیؒ سے ملتا تھا اور شجرۂ بیعت سات واسطوں سے حضرتِ خواجہ بایزید بسطامیؒ سے ملتا تھا۔

ہندوستان آکر کچھ دن وہ پورب میں رہے۔ مانکپور میں حضرت شیخ حسام الدّین مانکپوری سے اکثر ملتے رہتے تھے۔ وہاں سے جونپور گئے۔ وہاں سلطان ابراہیم شرقی سے ان کی نہ بنی۔ مالدہ پہنچ کر وہاں قیام کیا۔ وہاں انہوں نے بہت عروج پایا۔ بہت لوگ

---

[1] رودِ کوثر۔ ص ۳۳

اُن کے مرید ہوئے۔ بہت سے اُن کے حلقہ بگوش ہوئے۔ آپ کے متعلق کہا گیا ہے کہ:[1]

"آپ کے طریقِ کار میں لوگوں کو مرعوب و متاثر
کرنے والی کئی باتیں تھیں۔ مشہور ہے کہ آپ
نقارہ بجواتے اور اعلان کرتے کہ ہے کوئی خدا کا
طالب جسے ہم راہِ خدا دکھائیں۔" سطوتِ شوکتِ
ظاہر بھی حاصل تھی۔ بڑی شان سے ایک جگہ سے
دوسری جگہ جاتے۔ نقارہ بجواتے، علم اٹھواتے۔
خود سلطانی لباس اور ہمراہی صوفی وردی پہنتے۔
مجلس میں بیٹھتے تو ہر طرف نگاہ دوڑاتے اور کہتے
کہ کیا یہاں کوئی تختہ سیاہ یعنی بے اعتقاد اور
شکی مزاج طالبعلم ہے۔ بعض تو ان طریقوں کو
ناپسند کرتے لیکن بعضوں پر ان کا بڑا اثر ہوتا۔"

وہ جب بہار پہنچے تو شیخ محمد علا کو جو شیخ قاضی شطاری کے نام سے مشہور ہیں یہ پیغام بھیجا کہ:

"اس درویش نے اس خیال سے سیاحی اختیار
کی ہے کہ اگر کلمۂ توحید کے معنی کوئی اس سے بہتر
جانتا ہو تو وہ مسافر کو تعلیم دے اور اگر ایسا نہ ہو
تو بے مشقت وہ گنجِ توحید مسافر سے حاصل
کرے۔"

---

[1] رودِ کوثر۔ ص ۳۴

شیخ قاضی شطاری نے یہ جواب دیا کہ:

"ایسے فضول گو اشخاص خراسان ایران سے بہت آتے ہیں"

جب یہ پیغام ان تک پہنچا تو انہوں نے کہا کہ:

"شیخ محمد علا کے کمالات کا ظہور مجھ ہی فضول گو کی تلقین پر منحصر ہے"

اس کے بعد وہ (شاہ عبداللہ) مانڈو کی طرف چلے گئے۔ شیخ محمد علا نے خواب دیکھا جس میں یہ بشارت ہوئی کہ:[1]

"تمہاری گرہ کشائی شاہ عبداللہ سے وابستہ ہے"

وہ فوراً مانڈو کی طرف روانہ ہوئے۔ شاہ عبداللہ کے دروازہ پر تین دن تک کھڑے رہے۔ وہ (شاہ عبداللہ) چوتھے دن باہر آئے۔ سرزنش اور امتحان کے بعد خلعتِ خلافت عطا کی اور واپس جانے کا حکم دیا۔

شاہ عبداللہ شطاری کا ۱۵۷۲ء میں وصال ہوا۔ اُن کے خلیفہ اعظم شیخ محمد علا المعروف بہ شیخ محمد قاضن شطاری نے ضلع مظفر پور (بہار) میں رہ کر بیس سال رشد و ہدایت میں گزارے۔ ان کے کئی لڑکے تھے، جن کے نام یہ ہیں:

مخدوم منصور حلاج شہید۔ عبدالرحمٰن شطاری۔ شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست شطاری۔ ان کے خلیفہ شیخ ظہور حاجی حمید حضور گوالیاری نے دو بچوں کی پرورش کی۔ ایک کا نام شیخ فریدالدین جہانگیر تھا جو شیخ بہلول کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور دوسرے کا نام شیخ خیرالدین تھا جو شیخ غوث گوالیاری کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت شیخ محمد غوث شطاری سلسلہ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ حضرت شیخ فریدالدین عطار کی نسل سے تھے۔

---

[1] گلزارِ ابرار

اُن (حضرت محمدؐ غوث) کی اور اُن کے بھائی کی پرورش شیخ ظہور حاجی حمید نے کی۔ اور ان کو نہ صرف سلوک و باطن کی پوری تعلیم دی بلکہ

"نامور خانوادوں کے مشائخ جو کمالات اور حالات رکھتے ہیں، ان کے اطوار اوراسرار، بالخصوص شطاریہ مشرب کی رفتار۔ دعوت کا فن۔ افکار کی طرز اور اشغال و تصورات کی سندیں۔ غرض کہ کل چیزیں دو سال کے اندر تعلیم و تلقین فرمادیں۔"

حضرت شیخ محمدؐ غوث گوالیاری نے شطاری سلسلہ کو بہت فروغ دیا۔ اُن کے مرید حضرت شاہ وجیہ الدین اور ان کے شاگرد شیخ صبغت اللہ بھڑوچی نے شطاری سلسلہ دُور دُور تک پھیلایا۔

مدرسہ کا قیام

آپ نے ۹۳۴ھ مطابق ۱۵۲۸ء میں خان پور، احمد آباد میں ایک مدرسہ کھولا۔ اور اس مدرسہ کا نام مدرسہ عالیہ علویہ رکھا۔ کچھ عرصے کے بعد طلبار کے لئے دارالاقامہ یعنی بورڈنگ ہاؤس بنایا گیا۔

مدرسہ کا قیام ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس مدرسے سے بہت سے ایسے لوگ پڑھ کر نکلے جنہوں نے نہ صرف ہندوستان میں ہی بلکہ دور دراز ممالک میں جاکر رشد و ہدایت اور تلقین کی۔ آپ نے اس مدرسہ میں ۸۴ سال کی عمر تک درس دیا۔ جب آپ کی عمر ۸۴ سال کی ہوئی تو پڑھانا چھوڑ دیا اور مدرسہ کے نگراں اور مربّی کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔ ایک رات سرورِ عالم حضرت محمدؐ مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ سرورِ عالم نے آپ کو حکم دیا کہ:

"مدرسہ میں درس دینا نہ چھوڑو۔ جس طرح سے اب تک پڑھاتے

آئے ہو، اسی طرح پڑھاتے رہو۔"

سرورِ عالم کا یہ حکم پاکر آپ نے پھر پڑھانا شروع کر دیا اور آخر دم تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اس خواب کے بعد آپ نے مدرسہ کا نام بدل دیا، اور بجائے مدرسہ عالیہ علویہ کے اس کا نام مدرسہ درسِ محمدی رکھا۔

مدرسہ میں بارہ سو طالبعلم تھے۔ اس مدرسہ سے اسّی ہزار طالبعلم عالم و فاضل ہوکر نکلے۔ جب ۱۱۰۹ھ میں مدرسہ ہدایت بخش احمد آباد میں قائم ہوا تو آپ کے مدرسہ پر اس کا اثر پڑا اور بجائے ترقی کے تنزل کی طرف جانے لگا۔ طلبار بھی کم ہو گئے۔

مشہور و ممتاز شاگرد

آپ کے مدرسہ سے ہزاروں طلبار فارغ التحصیل ہوکر نکلے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

حضرت محمد غوث گوالیاری کے چاروں صاحبزادے یعنی شاہ عبداللہ۔ شاہ چنارالله شاہ اویس اور شاہ اسمٰعیل۔ شاہ عبداللہ نے آپ کا نام سارے ہندوستان میں روشن کیا۔ شہنشاہ اکبر ان کے علم و فضل سے بہت متاثر تھا۔ اکبر نے ان کو "اولیائے دولت" کا خطاب دیا تھا۔

شیخ محمد فضل اللہ نے بھی اسی مدرسہ میں تعلیم پائی تھی۔ علامہ صبغت اللہ نے بھی آپ کے مدرسہ میں علم حاصل کیا۔ وہ بورڈنگ میں رہتے تھے۔ انہوں نے بہت عزت اور شہرت حاصل کی۔ ان کے والد کا نام روح اللہ تھا۔ اصفہان کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان آکر بھڑوچ میں رہنے لگے۔ روح اللہ کی شادی بھڑوچ کے ایک بزرگ علامہ سیّد کمال الدین کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ ان کے بطن سے ۹۵۲ھ میں علامہ صبغت اللہ پیدا ہوئے۔

اس فہرست میں سے اسحاق بھڑوچی کا نام حذف نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی سیّد

جلال الدّین ابو محمّد ماہ عالم کا۔

مہدوی تحریک

آپ کے زمانہ میں مہدوی تحریک زوروں پر تھی۔ اس تحریک کے بانی سیّد محمّد جونپوری تھے۔ وہ ۱۴۴۳ء میں پیدا ہوئے تھے۔ شیخ دانیال چشتی جونپوری سے بیعت تھے۔ وہ علومِ ظاہری و باطنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اس بنیاد پر سیّد محمّد جونپوری کو دیگر علماء نے اسد العلما کا خطاب دیا تھا۔

سلطان حسین شرقی جونپور کا آخری بادشاہ تھا۔ وہ ۱۴۵۸ء میں تخت پر بیٹھا۔ بہلول لودھی نے اُس کو ۱۴۸۰ء میں شکست دی۔ وہ بنگال چلا گیا، اور وہاں ۱۴۹۹ء میں راہی ملکِ بقا ہوا۔

سلطان حسین شرقی کے متعلق مہدویوں کا یہ خیال تھا کہ وہ گوڑ کے راجہ دلپت یا دلیپ رائے کا خراج گزار تھا۔ سیّد محمد جونپوری نے سلطان حسین شرقی کو رائے دی کہ وہ راجہ سے لڑے اور خراج دینا بند کرے۔ سلطان حسین شرقی لڑنے پر آمادہ ہوا۔ لڑائی میں سیّد محمّد جونپوری بھی شریک ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ جنگ ترہٹ کے راجہ سے ہوئی تھی۔ انہوں (سیّد محمد جونپوری) نے راجہ پر حملہ کیا۔ ان کی تلوار راجہ کا سر کاٹتی ہوئی سینہ پر پڑی۔ راجہ دلیپ رائے کا دل سینہ سے نکل آیا۔ اس وقت انہوں (سیّد محمّد جونپوری) نے دیکھا کہ جس بت کی راجہ پوجا کرتا تھا، اس کی صورت اس کے دل پر کندہ ہے۔

یہ دیکھ کر آپ کو تعجّب ہوا۔ آپ نے سوچا کہ جب ان معبودوں کا یہ حال ہے تو معبودِ حقیقی کا کہنا ہی کیا۔ اس جذبہ کی حالت میں آپ نے بارہ برس گزار دیئے۔ اس کے بعد وطن کو خیرباد کہہ کر دانا پور گئے۔ پھر کالپی، چاندیری، چاپانیر اور مانڈو پہنچے۔ بعدازاں دکن میں قیام فرمایا۔ آپ کی دُعا سے احمد نظام شاہ بن نظام الملک بحری کے اولاد ہوئی۔ احمد نگر

سے بیدر پہنچے۔ گلبرگہ اور بیجاپور میں کچھ عرصے قیام کرکے ڈابول گئے۔ وہاں سے مع تین سو ساٹھ مریدین و معتقدین کے مکّہ معظمہ پہنچے۔ حج کیا۔ وہاں آپ نے سنگ اسود اور رکن کے درمیان مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دعویٰ آپ نے برلی میں کیا۔

وہاں سے واپس کھمبایت آئے۔ پھر احمد آباد گئے۔ وہاں آپ نے اعلان کیا کہ

"میں اس دنیا میں مادّی آنکھوں سے خدا دِکھا
سکتا ہوں"

علماء نے اس دعویٰ پر اعتراض کیا۔ آپ کو احمد آباد سے چلے جانے کا حکم ہوا۔ آپ پٹن پہنچے۔ پھر برلی گئے۔ برلی میں پھر وہی دعویٰ کیا۔ بعدازاں جالور، ناگور، جیسلمیر رُکتے ہوئے ٹھٹہ پہنچے۔ ٹھٹہ میں ایک سال قیام کیا۔ وہاں سے قندھار گئے اور قندھار سے فرہ پہنچ کر ۲۳، اپریل ۱۵۰۴ء کو عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف کوچ فرمایا۔

مہدوی تحریک نے خاندیش، احمد نگر اور گجرات میں کافی زور پکڑا۔ گجرات میں جب مہدویوں پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا تو آپ (حضرت شاہ وجیہ الدّین) سے دستخط کرنے کو کہا گیا۔ آپ نے دستخط کرنے سے اِنکار کر دیا۔ آپ نے بتایا کہ:

"جس نے کلمہ پڑھ لیا، اس کو کافر نہ کہنا چاہیئے۔
جس مسلمان میں سو باتوں میں سے ایک بات بھی
اسلام کے حکم کے مطابق ہو تو اس کو مسلمان سمجھنا
چاہیئے"

سلاطین و امراء سے تعلّقات

آپ کے آبا و اجداد جب گجرات آئے تو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔ کوئی قاضی مقرّر ہوا تو کوئی قاضی القضاۃ۔ کسی کو لشکر افسر کا عہدہ مِلا تو کسی کو مذہبی امور سپرد کئے گئے۔ آپ

شاہی دربار میں نہ جاتے تھے اور نہ ہی بادشاہوں کی پروا کرتے تھے۔ گجرات کے بادشاہ سلطان محمود سویم اور سلطان مظفر شاہ سویم آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ سلطان محمود سویم آپ کی خانقاہ میں آپ سے ملنے آیا اور سلطان مظفر شاہ سویم آپ کی دعا کا خواہشمند رہتا تھا۔ سلطان مظفر شاہ سویم نے اپنی تاجپوشی پر آپ کو بلایا۔ آپ تشریف نہیں لے گئے۔ سلطان مظفر شاہ سویم خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ:

"میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا کریں اور یہ شاہی تلوار اپنے دستِ مبارک سے میری کمر میں باندھ دیجئے۔"

آپ نے اس کی درخواست منظور فرمائی۔ تلوار اس کی کمر میں باندھ کر آپ نے نعرہ لگایا کہ: "سلطان زندہ باد"

آپ نے تلوار اس کی کمر میں باندھتے وقت جو پیشینگوئی کی تھی، وہ لفظ بہ لفظ صحیح نکلی۔ اس نے اپنی تلوار سے اپنا گلا خود کاٹ لیا۔ خانِ اعظم نے اس کا سر شہنشاہ اکبر کو بھیج دیا۔

آپ لوگوں کی امانتیں بھی رکھتے تھے۔ سلطان محمود سویم کے ورثاء اور مددگاروں پر پابندی عائد کی گئی اور یہ اعلان ہوا کہ کوئی شخص سلطان محمود سویم کے ورثاء کو کسی طرح کی امداد نہ دے اور اس کے امراء اور مددگاروں کی امانت نہ رکھے اور اگر کسی نے امانت رکھی ہو تو وہ حکومت کے افسرِ متعلقہ کے سپرد کر دے۔ آپ کو اس اعلان کا علم نہ تھا۔

آپ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا جو اپنے آپ کو تیموری اور چنگیزی نسل کا کہتا تھا۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ آپ امانتیں رکھتے ہیں تو اس نے شہر کے کوتوال کو خبر کی۔ کوتوال نے میر علاء الدین کو جو خان پور کا فوجدار تھا حکم دیا کہ وہ معاملہ کی تفتیش کرے۔ وہ خانقاہ میں آیا اور اس شبہ پر کہ آپ سلطان محمود سویم کے ورثاء اور مددگاروں کی امانتیں رکھتے ہیں، آپ کو گرفتار کر کے گھوڑے کے آگے دوڑاتا ہوا دربار تک لے گیا۔

اس وقت وہاں سید میران بخاری۔ سید حامد بخاری۔ شاہ ابو تراب سراجی، میرزا

مقیم اور سیّد جیو عبدالرحمٰن موجود تھے۔ وہ آپ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ سیّد میران اور سیّد حامد آپ کے ساتھ اس خراب برتاؤ پر سخت غصّے ہوئے۔ سیّد حامد نے تلوار نکال لی اور آپ کے قدموں پر گر پڑا۔

فوجدار نے فردِ جرم پیش کی۔ اعتماد خان نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے اعلان سُنا تھا کہ کوئی شخص سلطان محمود سویم کے ورثار، حامیوں اور مددگاروں کو مدد نہ دے اور نہ اُن کی امانت رکھے اور اگر امانت رکھی ہو تو افسرِ متعلّقہ کے سپرد کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ:

"میں نے اس قسم کا کوئی اعلان نہیں سُنا۔ اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ اس قسم کا اعلان ہو چکا ہے تو میں امانت رکھنے سے انکار کر دیتا، کیونکہ اسلام کا قانون میری زندگی سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

بعدازاں آپ سے کہا گیا کہ خانقاہ تشریف لے جائیں۔ سیّد حامد بخاری نے اپنی گاڑی میں بٹھا کر آپ کو خانقاہ میں پہنچایا۔

شہنشاہ اکبر نے جب گجرات فتح کر لیا تو اس کے سامنے ایک فہرست باغیوں کی مدد کرنے والوں اور ان کی امانت رکھنے والوں کی پیش ہوئی۔ اس فہرست میں آپ کا بھی نام تھا۔ اکبر نے آپ کو بلایا اور عزّت و احترام سے بٹھایا۔ دونوں گلے ملے۔ بجائے مصافحہ کے معانقہ پر یہ ملاقات ختم ہوئی۔ شہنشاہ اکبر اور آپ کی آخری ملاقات اس وقت ہوئی جبکہ اکبر بھدر کے شاہی محل کے ایک کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کمرے کے چار دروازے تھے۔ اکبر نے آپ سے کہا کہ دیکھیے کہ اس کمرے کے چار دروازے ہیں۔ اور ان چار دروازوں کی طرح اپنے یہاں چار فرقے ہیں یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی۔ اتنا کہہ کر اکبر نے آپ سے سوال کیا کہ:

"یہ بتائیے کہ ان چاروں فرقوں میں سب سے اچھّا فرقہ کونسا فرقہ ہے؟"

آپ نے جواب دیا کہ :

" دیکھنے کی یہ بات ہے کہ اس کمرے کے چار دروازے ہیں اور آپ خود اس کمرے میں مسند پر بیچ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو بھی اس کمرے میں کسی بھی دروازے سے داخل ہوگا تو آپ کو ضرور دیکھے گا۔"

اتنا کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ اکبر آپ کا مطلب سمجھ گیا کہ فرقہ کوئی بھی ہو منزل ایک ہے۔ ہر فرقہ اللہ سے ملا دیتا ہے۔ اکبر آپ کی ذہانت، علمیّت اور قابلیت سے بہت متاثر ہوا۔

اعتماد خاں کا لڑکا شیر خاں اپنا مال آپ کے پاس بطور امانت رکھتا تھا۔ شیر خاں فولادی، موسیٰ خاں، فتح خاں بلوچی، سیّد حامد، تاتار خاں، بیرم خاں آپ کی بہت عزّت کرتے تھے اور آپ کے معتقد و منقاد تھے۔

سفارش

ایک مرتبہ آپ سلطان محمود سویم کے پاس شاہی محل میں ایک شخص کی سفارش کرنے تشریف لے گئے۔ اس شخص کو سُولی پر چڑھائے جانے کی تیّاری ہو رہی تھی کہ ناگاہ آپ تین دروازے کے چوک احمد آباد سے گزرے۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص کو سپاہی لے کر آئے۔ اس کو بھور کے برج میں سولی پر چڑھانا تھا۔ اس شخص نے آپ سے عرض کیا کہ اُس کی رہائی کے لئے دعا کریں۔ آپ نے اس سے حالات معلوم کئے اور سلطان محمود سویم سے سفارش کی۔ سلطان محمود سویم نے آپ کی سفارش پر اس کو رہا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

تاریخی ملاقات

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے آپ سے ملاقات کی۔ اس ملاقات[1] کے متعلّق وہ

---

[1] انوارِ صوفیہ (ترجمہ اردو، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار) ص ۳۳۸

اس طرح لکھتے ہیں کہ:

"محرّر سطور جب سیّدِ کائنات صل اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کے قصد سے اُس ولایت میں پہنچا تو آپ کی ملاقات کی سعادت حاصل کی، اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کے بعض اذکار و اشغال سے مشرّف ہوا۔"

شادی اور اولاد

آپ کے دو بیویاں تھیں۔ آپ کی ایک بیوی کا نام امّت العزیز تھا۔ دونوں بیویوں سے جو بچّے ہوئے، ان کے نام یہ ہیں:

شاہ محمّد۔ شاہ عبدالحق۔ شاہ عبداللہ۔ شاہ عبدالواحد۔ شاہ حامد۔ شاہ غالب۔ شاہ حبیب اللہ۔ شاہ عبدالشکور۔ شاہ غضنفر۔ آپ کے لڑکیاں بھی تھیں۔ آپ کی ایک صاحبزادی امّت الحبیب کا انتقال مکّہ میں ہوا۔

وفات

آپ ۹۹۷ھ میں واصلِ بحق ہوئے[1]۔ اپنی خانقاہ کے صحن میں احمد آباد میں مزارِ پرانوار مرجعِ خاص و عام ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ:[2]

"وفاتِ شیخ وجیہ الدّین در غرۂ صفر سال نہصد و نو و ہشت ہجری بودہ و قبر درمیان شہر احمد آباد ست۔"

(شیخ وجیہ الدّینؒ کی وفات صفر ۹۹۸ھ میں ہوئی اور ان کا مزار

---

[1] انوارِ صوفیہ (ترجمہ اردو، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار) ص ۳۳۸

[2] سفینۃ الاولیاء۔ (فارسی) از داراشکوہ۔ ص ۱۹۴

شہر احمد آباد کے وسط میں ہے۔)
غرض آپ کی وفات ۱۵۹۰ء میں ہوئی۔[1]

حلقۂ مریدین و معتقدین

آپ کا حلقۂ مریدین و معتقدین بہت وسیع تھا۔ اس حلقہ کی نمایاں ہستیاں حسب ذیل ہیں۔

مولانا عبدالغنی جونپوری۔ علامہ صبغت اللہ بھڑوچی۔ سید جلال الدین۔ مقصود عالم۔ علامہ اسحاق۔ حضوری ہجوری۔ امیر صادق خاں۔ حسن فراکی۔ ملا عبدالرحمٰن۔ ان کے علاوہ ان کے لڑکے شاہ محمد۔ شاہ عبدالحق۔ شاہ عبداللہ۔ شاہ عبدالواحد۔ شاہ غالب، شاہ حبیب اللہ۔ شاہ عبدالشکور اور شاہ غضنفر بھی آپ سے بیعت تھے۔ بہرام خاں آپ کا معتقد تھا۔ شیخ مبارک بھی آپ سے عقیدت رکھتا تھا اور اپنے لڑکوں سے فیضی اور ابوالفضل کی فلاح و بہبود کے لئے اس نے آپ سے دُعا کرائی تھی۔ علامہ عبدالغفور، بھولا شاہ مادری شطاری اور شیخ حسن موسیٰ شطاری کے لڑکے شیخ محمد غوثی بھی آپ کے مرید تھے۔

سجّادہ نشین

آپ کی وفات کے بعد آپ کے سجّادہ پر آپ کے صاحبزادے شاہ عبداللہ بیٹھے۔ اُن کے متعلّق یہ کہا گیا ہے کہ:[2]

"اب آپ کے جانشین آپ کے خلف الصدق شیخ
عبداللہ ہیں جو علم، حلم، ریاضت، غربت، ہمّت،
عفّت اور درویشوں کے تمام اخلاق کے ساتھ

---

[1] ردِ کوثر۔ ص ۳۳۸

[2] انوارِ صوفیہ (اردو ترجمہ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار) از شیخ عبدالحق محدّث دہلوی۔ ۳۳۸

موصوف ہیں۔"

سیرت

آپ کبائر مشائخ اہل تصوف تھے۔ آپ کے حلقہ درس میں بہت لوگوں نے فیض پایا۔ علوم ظاہری و باطنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ لوگ آپ پر اس قدر اعتماد و بھروسہ کرتے تھے کہ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھا کرتے تھے۔ سرورِ عالم حضرت محمدؐ مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلم بھی امانتیں رکھتے تھے اور آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم امین کہلاتے تھے۔ آپ نے سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور لوگوں کی امانتیں رکھیں اور مانگنے پر واپس کر دیں۔ آپ کی علمیت اور قابلیت کا دُور دُور شہرہ تھا۔ آپ کو "استاد الاساتذہ" یعنی استادوں کا استاد کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ گجرات کے سلاطین ہی نہیں بلکہ گجرات کے عالم اور صوفی بھی آپ کو ایک بلند پایہ محدّث مانتے تھے اور "ملک المحدثین" کے لقب سے آپ کو خطاب کرتے تھے۔

آپ فتویٰ بھی دیتے تھے اور آپ کا دیا ہوا فتویٰ حرفِ آخر ہوتا تھا۔ آپ شان و شوکت سے نفرت کرتے تھے۔ معمولی کھانا کھاتے اور سادہ کپڑے پہنتے تھے۔ آپ کھادی کے کپڑے پہنتے تھے۔ آپ کے کھادی کے کپڑے پہننے کی وجہ سے احمد آباد اور آس پاس کے شہروں اور قصبوں میں کھادی پہننے کا رواج عام ہوا۔

آپ کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ:[1]

> "ولایتِ گجرات کے متاخرین مشائخ میں سے ہیں۔ کامل دانشمند، جامع کمالات و برکات ہیں، عمر مرتاض تھے۔ تدریسِ علوم، تصنیفِ کتب اور طالبوں کی تربیت و ارشاد میں مشغول رہتے تھے۔ آپ نے

---

[1] انوارِ صوفیہ (ترجمہ اردو اخبار الاخیار فی اسرار الابرار)۔ از شیخ عبدالحق محدّث دہلوی ص ۳۳۸

اکثر کتابوں کی شرحیں اور حواشی لکھے ہیں۔ صاحب
تالیفات بھی ہیں۔ لباس اس علاقے کے عوام کا
سا پہنتے تھے۔"

آپ کے علم و فضل کا یہ حال تھا کہ:[1]

"ان کے علم و فضل کا دریا احمد آباد میں بہتا رہا۔
انہوں نے کئی سال درس دیا اور ایک عالم کو
سیراب کیا اور متعدّد درسی کتب پر حاشیے اور
شرحیں لکھیں۔"

ان کی روزمرہ کی زندگی کے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ:[2]

"ان کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ موٹا کپڑا پہنتے
اور عام لوگوں کی طرح رہتے۔ جو کچھ آتا وہ دوسروں
پر خرچ کرتے۔ امیروں کے گھر پر بطور خود کبھی نہ
جاتے۔ ایک دو دفعہ حکّام وقت کی طلب پر بہ
مجبوری و اکراہ جانا پڑا۔ ورنہ گھر اور مسجد کے
احاطہ سے باہر قدم نہ نکالتے۔"

آپ کے ایک جیّد عالم ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ کو علوم باطنی پر بھی دسترس حاصل تھی۔ آپ کا شمار اہل دل اور اہلِ نظر میں ہوتا تھا۔ حاجتمند، بیمار اور مصیبت زدگان آپ کی خدمت میں جوق در جوق آتے تھے اور اپنے

---

[1] رودِ کوثر۔ ص ۳۳۸

[2] رودِ کوثر۔ ص ۳۳۹

درد کی دوا پاتے تھے۔ اور "خلائق را پیوستہ از انفاس متبرکہ او فیض می رسید۔ وحق سبحانہٗ اسم الشافی را ظاہر داد را مظہر ساختہ بود۔ تا ہر روز جمعے لاتعداد لاتحصیٰ از بیماراں و محنت زدگان بہ ملازمتِ اُو آمدہ التماس و دعا می نمودند و اثرِ آں زود می یافتند۔"[1] آپ گجراتی کہلانے پر فخر کرتے تھے۔

علمی ذوق

آپ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے بہت سی کتابوں پر حاشیے لکھے اور کچھ کتابیں بھی لکھیں۔ آپ کی سب کتابوں کی تعداد ۱۹۷ بتائی جاتی ہے[2]۔ آپ نے جو حاشیے لکھے، ان میں سے حسبِ ذیل مشہور ہیں:

حاشیہ بیضاوی۔ حاشیہ مواقف۔ حاشیہ قطبی منطق۔ حاشیہ بر حاشیہ محقق دوانی۔ حاشیہ اصفہانی۔

جو کتابیں آپ نے لکھیں ان میں مشہور یہ ہیں:

رسالہ جنت العدن۔ تفسیر بیضاوی۔ شرح حکمت العین۔

آپ کو اپنے قائم کردہ مدرسہ عالیہ علویہ سے اس قدر لگاؤ تھا کہ تادمِ آخر اس کی خدمت میں مصروف رہے۔ آپ نے بہت سی کتابیں جمع کیں اور علوی کتب خانہ ہندوستان بھر میں مشہور تھا۔

شعر و شاعری

آپ کو شعر و شاعری کا بھی شوق تھا۔ آپ کا تخلص "وجیہہ" تھا۔

تعلیمات

آپ نے توکّل و قناعت پر بہت زور دیا۔ توکّل اور قناعت کے بغیر اندرونی کشمکش

---

[1] منتخب التواریخ از ملّا عبدالقادر بدایونی

[2] معاثر الکرام

ختم نہیں ہو سکتی۔ اندرونی کشمکش سے نجات پائے بغیر سکون و اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔
آپ نے فرمایا کہ:

"کسی شخص کی سو باتوں میں سے ایک بات بھی
اسلام کی ہو تو اس کو مسلم سمجھو اور کسی کلمہ گو
اہلِ قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہیئے۔"

کشف و کرامات

آپ نے سلطان مظفر شاہ سویم کی درخواست پر اس کی کمر میں اپنے دستِ مبارک سے تلوار باندھتے ہوئے جو فرمایا تھا، ویسا ہی ہوا اور جن نتائج سے اس کو آگاہ کیا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔

آپ کے مدرسہ میں غبی سے غبی لڑکا بھی آتا تو وہ بھی عالم ہو کر نکلتا تھا۔

علوئے مرتبت

حضرت پیر محمد شاہؒ نہایت پابندی سے آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے تھے لیکن اندر نہیں جاتے تھے۔ باہر سے ہی فاتحہ پڑھ کر واپس آجاتے تھے۔ لوگوں نے اندر حاضر ہونے پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ اندر اس وجہ سے نہیں جاتا ہوں کہ کہیں مجھ سے کوئی بے ادبی نہ ہو جائے۔ اس لئے باہر سے ہی سلام پیش کر کے واپس آجاتا ہوں۔

سلاطین و امرار کو آپ کے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے خط ملنے کی آرزو رہتی تھی۔ ان میں سے خاندیش کا سلطان میراں محمد فاروقی بھی تھا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ برہان پور سے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے درخواست کی کہ برہان پور کے بادشاہ کو ایک سفارشی خط تحریر فرما دیں کہ اُن کے مکانات گرانے کا حکم منسوخ کر دیا جائے۔ آپ نے خاندیش کے بادشاہ کے نام ایک خط لکھ دیا۔ وہ خط جب ملا تو سلطان نے اپنی آنکھوں اور پیشانی سے ملا اور بوسہ دیا اور اپنی خوش قسمتی پر فخر کیا۔ پھر یہ

مزار مقدس حضرت شاہ وجیہ الدین صاحبؒ (احمد آباد)

حکم جاری کیا کہ جو مکان پرانا ہے اُسے توڑ دیا جائے اور ہمارے خرچ سے نیا مکان بنا کر پرانے مکان میں رہنے والے کو دیدیا جائے۔

خاندیش کے سلطان نے آپ کا وہ خط احتیاط سے اپنے پاس رکھا۔ ایک دن اپنے درباریوں کو بلا کر یہ وصیّت کی کہ:

"میرے مرنے کے بعد یہ خط میرے سینہ پر رکھ دینا۔ قبر کی مشکلات اس خط کے وسیلہ سے آسان ہوں گی اور روزِ قیامت میری نجات کا باعث ہوگا۔ یہ کہنا کہ مردے کے سینے پر کاغذ رکھنے کا حکم نہیں ہے، اس خط پر اس کا اطلاق بالکل نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس خط میں قرآن پاک کی آیتیں ہیں۔ پس اس خط کو میرے سینے پر ضرور رکھنا۔"

مقبرہ

امیر صادق خاں نے جو شہنشاہ اکبر کا پنج ہزاری امیر تھا اور جو شہزادہ سلیم کا استاد تھا۔ اور آپ (حضرت وجیہہ الدّین رح) کا ایک مخلص مُرید تھا، مزارِ مبارک پر ایک شاندار مقبرہ ۱۰۵۰ھ میں تعمیر کرایا، جس کا گنبد احمد آباد میں سب سے بڑا کہا جاتا ہے۔

نواب مرتضیٰ خاں نے مزار کا چھپر کھٹ تیار کرایا اور اس پر سیپ کا نہایت اعلیٰ درجہ کا کام کرایا۔

باب ۵۳

حضرت شیخ سراج الدّین

حضرت شیخ سراج الدّین مقتدائے دین ہیں۔ پیشوائے اہلِ یقین ہیں۔ شمع شبستانِ ہدایت ہیں۔ چراغِ دودمانِ ولایت ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کا نسب نامہ حضرت امام حسن علیہ السّلام تک پہنچتا ہے۔[۱]

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام نامی اسم گرامی حضرتِ خواجہ کمال الدّین ہے۔ وہ عبدالرحمٰن کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے والد ماجد بہت بڑے عالم تھے اور اس وجہ سے لوگ آپ کو علاّمہ کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ حضرت نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان کو حضرت نصیر الدّین چراغ دہلی سے بھی خرقۂ خلافت ملا تھا۔[۲] وہ حضرت چراغ دہلی کی بہن کے لڑکے تھے۔

والدہ ماجدہ

آپ کے والد حضرت کمال الدّینؒ جب زیارتِ خانۂ کعبہ سے واپس آئے تو حضرت

---

[۱] انوار العارفین۔ ص ۳۱۳

[۲] مجالسِ حسنیہ

نصیرالدّین چراغ دہلی کے حکم سے اُنہوں نے شادی کی۔ چونکہ منکوحہ سیاہ فام تھیں اس لئے وہ چھ سال تک بیوی کی طرف متوجّہ نہ ہوئے۔

ایک دن حضرت نصیرالدّین چراغ دہلی نے شیخ زین الدّین کو حکم دیا کہ ایک مکان ٹھیک کرو۔ جمعہ کی نماز کے بعد حضرت چراغ دہلی وہاں تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ کمال الدّین اور اُن کی منکوحہ کو وہاں طلب فرمایا اور فرمایا کہ:[1]

"یہ مکان تم کو دیا۔ یہاں رہو۔"

پھر فرمایا کہ:

"مردمان بر رنگ نظر می کنند و نظر بر شکم این عورت نمیکنند۔ یگان یگان اولیاء از شکم این عورت پیدا شوند۔"

ترجمہ: لوگ رنگ پر نظر کرتے ہیں اور اس عورت کے پیٹ پر نظر نہیں کرتے کہ کیسے کیسے اولیاء اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوں گے۔

ولادت

آپ دہلی میں پیدا ہوئے۔

بھائی

آپ کے دو بھائی تھے۔ ایک کا نام شیخ نظام الدّین تھا جن کا عین جوانی میں انتقال ہوگیا۔ دوسرے بھائی کا نام شیخ نصیرالدّین تھا جو اپنے والد کی حیات میں تحصیلِ علم سے فارغ ہو گئے تھے۔

بہن

آپ کی بہن کی شادی شیخ برہان الدّین کے صاحبزادے سے ہوئی تھی۔[2]

---

[1] تکملہ سیرالاولیاء۔ ص ۲۶

[2] تکملہ سیرالاولیاء۔ (فارسی) ص ۱۹

تعلیم وتربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر والدِ ماجد کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ نے قرآنِ مجید ختم کیا۔ آپ کے والدِ ماجد نے آپ کو مختلف علوم پر مختلف کتابیں پڑھائیں۔ آپ نے طلبِ علم میں چالیس سال سخت مجاہدہ کیا اور علامہ احمد تھانیسری، مولانا عالم پانی پتی اور مولانا عالم سنگریزہ سے جو ان کے والد کے شاگرد تھے، اکتسابِ علم کیا۔

بیعت وخلافت

چار سال کی عمر میں حضرت نصیرالدین چراغ دہلی نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ اور کبر سنی میں اپنے والد بزرگوار سے خرقۂ خلافت پاکر سرفراز ہوئے۔[1]

فرمان

حضرت نصیرالدین چراغ دہلی نے آپ کو نصیحت فرمائی کہ:

"یہ بات تم بخوبی سمجھ لو کہ تم کو اس جگہ سے باہر نہ جانا چاہیئے ہاں اگر کوئی خاص ضرورت ہو تو جا بھی سکتے ہو۔ کسی بادشاہ یا امیر کے دروازے پر ہرگز نہ جانا۔ خانقاہ میں رہنا اور لوگوں سے میل جول کم رکھنا۔ خلوت نشینی میں عافیت اور بہتری ہے۔"

آپ نے ایسا ہی کیا۔ سوائے بزرگوں سے ملنے اور مزارات کے آپ کہیں نہیں جاتے تھے۔

پٹن میں آمد

حضرت نصیرالدین چراغ دہلیؒ کے وصال کے بعد آپ دہلی سے ترکِ سکونت کر کے گجرات تشریف لے گئے اور پٹن میں سکونت اختیار فرمائی۔ علماء، امراء، وزراء نے

---

[1] تکملہ سیرالاولیاء۔ ص ۲۵

آپ کا استقبال کیا اور سلطان نے آپ کے خرچ کے لئے وظیفہ مقرر کیا۔

دکن سے دعوت نامہ

آپ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کا شہرہ دور دور پھیل گیا تھا۔ فیروز شاہ بہمن دکھنی نے اپنے ایک خاص درباری کو ستّر ہزار دے کر آپ کو بلانے بھیجا اور اس کو تاکید کی کہ ستّر ہزار نذرانہ پیش کرے اور دکن آنے کی درخواست کرے۔ آپ نے نذرانہ قبول نہ کیا اور نہ ہی دکن تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ:

"مجھے نذرانہ کا کیا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر مانگے اور بغیر طلب کے گجرات میں ہی خورد و نوش کا معقول انتظام کر دیا ہے۔ اب اگر میں یہاں سے کہیں بھی جاؤں تو وہ میرے لئے مناسب نہیں۔ اگر میں کہیں جاؤں تو وہ میرا سفر طلبِ حق میں ہرگز نہ ہوگا بلکہ طلبِ دنیا میں ہوگا جو مذموم ہے اور درویش کے شایانِ شان نہیں۔"

شادی و اولاد

شیخ المشایخ شیخ یحییٰ بن شیخ لطیف الدّین کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی۔ اور اُن سے پانچ لڑکے اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔ آپ کے صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:
شیخ معین الحق والدین محمّد۔ شیخ علم الحق والدین۔ شیخ محمّد۔ شیخ عبدالحق والدین۔ شیخ سعدالدین عرف شیخ خواجہ۔

آپ کی صاحبزادی کا نام بی بی مریم ہے[1]

وفات شریف

آپ چند دن بیمار رہے۔ ایک دن اپنے صاحبزادے شیخ علم الدّین کو طلب فرمایا

---

[1] تکملہ سیر الاولیاء (فارسی)۔ ص ۲۷

اور کہا کہ:[1]

"فرشتے آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میرے اعمال نامہ کو دیکھیں۔
میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور میرے گناہ عارضی ہیں۔ میں توبہ کرتا ہوں۔"

شیخ علم الدّین نے دریافت کیا کہ اور کیا کہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا، وہی کہتے ہیں جو میں نے تم سے کہا ــــ وقد اوسر باظہارِ الغامات التی وھن ربّی وقرء یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربّی وجعلنی من المکرمین۔

آپ نے بوقتِ عشار ۲۱ جمادی الاول ۸۱۷ھ کو جوارِ رحمت میں قدم رکھا۔[2] مزار پرانوار پٹن میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔ مولانا ہمزہ ناگوری نے تاریخِ وفات لکھی۔ اشعار حسبِ ذیل ہیں:

امروز رفت علم ازین شہر چون عیان
امروز نیست آنکہ کند بر و دے بیان
مفتاح وہم مطالع و توضیح وہم بدیع
آن کیست کہ بگوید در درسِ می توان
ایں ظلمتِ سراسر در دہر از کجا الست
دانم سراج ملّت و دین رفت از جہان
ماہِ جمادی الاوّل در بست و یک ز شہر
لیل الخمسین و وقتِ عشا بود دفن شان

---

[1] تکملہ سیر الاولیاء۔ ص ۲۹

[2] تکملہ سیر الاولیاء۔ ص ۲۹
تحفتہ الابرار۔ حصہ دوئم۔ ص ۱۰۶
برکات الاولیاء۔ ص ۳۱

در سال بود ہشتصد و ہفدہ شمارہ او
از ہجرتِ رسول خداوند مستعان

سیرت پاک

آپ فنا فی الرّسول اور فنا فی اللہ کے درجہ پر پہنچ گیے تھے۔ صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ توکّل اور قناعت میں بے نظیر تھے۔ آپ کے علم اور فضیلت کا شہرہ دور دور پہنچ گیا تھا۔ بڑے بڑے عالم اور صاحبِ کمال درویش آپ کی قابلیت، فضیلت اور برگزیدگی کے معترف تھے۔

حضرت نصیر الدّین چراغ دہلی کے وصال کے بعد حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت جب دہلی تھے تو علماء کی ایک محفل میں آپ (حضرت سراج الدینؒ) سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے بہت سے مشکل سوال کیے۔ اور آپ نے ہر سوال کا جواب دیا جس سے حضرتِ مخدوم جہانیانِ جہاں گشت مطمئن ہوئے۔ محفل برخاست ہونے کے بعد ایک شخص نے آپ کے متعلّق حضرتِ مخدوم جہانیان جہاں گشت سے پوچھا کہ وہ عالم کون تھے، جنہوں نے آپ کے ہر سوال کا جواب برجستہ دیا۔ حضرتِ مخدوم جہانیانِ جہاں گشت۔ نے جواب دیا کہ:

"حضرتِ شیخ کمال الدّین علّامہ کے فرزند ہیں"۔

بعدازاں حضرتِ مخدوم جہانیانِ جہاں گشت آپ سے ملے اور آپ سے کہا کہ:[1]

"ما شاگردان والدِ بزرگوارِ شما ایم و نیز منشورِ خلافت
کہ حضرت چراغ دہلوی بما عطا فرمودہ بود بقلم شیخ
والدِ بزرگوار شما بود"۔

---

[1] تکملہ سیر الاولیاء۔ ص ۲۷

ترجمہ: ہم آپ کے والدِ بزرگوار کے شاگرد ہیں۔ اور منشورِ خلافت جو حضرت چراغ دہلوی نے مجھ کو عطا فرمایا تھا، وہ بھی حضرت شیخ آپ کے والدِ بزرگوار کے قلم سے لکھا ہوا تھا۔"

آپ کی مخلوق سے بے پروائی کا یہ حال تھا کہ آپ کا ایک شاگرد جو آپ کی خدمت میں ایک سال سے زیادہ عرصہ سے رہ رہا تھا، ایک دن حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا کہ حضور میرے حال پر رحم فرمائیں۔ سلطان کے نام ایک سفارشی خط لکھ دیں تاکہ مجھے مقصد میں کامیابی حاصل ہو۔ آپ جب خط لکھنے بیٹھے تو آپ نے اس شاگرد سے اس کا نام پوچھا۔ وہ طالبعلم چونک پڑا اور عرض کیا کہ حضور ایک سال سے زائد ہو گیا کہ غلامی میں ہوں۔ روزانہ حضور سے درس لیتا ہوں اور خدمتِ اقدس میں حاضر رہتا ہوں پھر بھی حضور کو میرا نام نہیں معلوم۔

آپ نے فرمایا کہ:

"تمہارا نام معلوم کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔
اب تمہارا نام معلوم کرنا ضروری ہوا۔ لہٰذا نام
دریافت کیا۔"

شعر و شاعری

حضرت کو شعر و شاعری کا شوق تھا۔ سراج تخلص فرماتے تھے۔ حسبِ ذیل شعر حضرت کا ہے:[1]

بارِ دیگر ہم ہمیں گوید سراج
قبلۂ ما نیست الا روئے یار

---

[1] انوار العارفین (فارسی) ص ص ۳۱۶-۱۷

باب ۵۴

حضرت شیخ رکن الدّین کانِ شکر

حضرت شیخ رکن الدّین کان شکر قدوۃ المکاشفین ہیں۔ شمس الواصلین ہیں۔

خاندانی حالات

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ سے آپ کا نسب نامہ ملتا ہے۔ آپ حضرت بابا فرید الدّین مسعود گنج شکرؒ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے دادا کا نام علاؤ الدین یوسف گنج رواں ہے۔ جو حضرت بدر الدّین سلیمان کے صاحبزادے تھے۔ اور حضرت بدر الدّین سلیمان حضرت بابا فرید الدّین گنج شکر کے صاحبزادے ہیں۔

والدِ ماجد

آپ کے والدِ ماجد حضرت علم الدّین محمّد زہد و تقویٰ کے لئے مشہور تھے۔

ولادت

آپ پٹن میں ۶۰۷ھ مطابق ۱۲۰۷ء میں پیدا ہوئے۔

نام

آپ کا اسمِ گرامی رکن الدّین ہے۔

لقب

آپ کا لقب کانِ شکر ہے۔

خطاب

آپ کا خطاب بابا فرید ہے۔

کنیّت

آپ کی کنیّت ابوالمظفّر ہے۔

بیعت وخلافت

اپنے والد بزرگوار کے مرید ہوئے اور اُن ہی سے خرقۂ خلافت پایا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت زاہد چشتی کے مرید وخلیفہ ہیں۔ حضرت شیخ محمّد زاہد چشتی کے والد کا نام یوسف ہے اُن کے والد کا نام احمد اور ان کے والد کا نام محمّد ہے اور ان کے والد کا نام علی اور ان کے والد کا نام ابو محمّد ہے۔ وہ حضرت خواجہ مودود چشتی کی اولاد سے ہیں۔

حضرت گیسو دراز سے ملاقات

حضرت سیّد محمّد گیسو دراز ایک مرتبہ آپ سے ملنے آئے۔ ملاقات کے دوران حضرت گیسو دراز نے آپ سے کہا کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ اور سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی جیسے کامل درویش آج کل دیکھنے میں نہیں آتے۔ پھر انہوں نے آپ سے پوچھا کہ ان جیسا کسب وفتوحات آج کل کے درویشوں کو کیوں حاصل نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بات سیدھی سادی ہے۔ وہ نہ تو خود اور نہ ان کے زمانہ میں درویش حمیانی کمر سے باندھتے تھے۔ ان کو کامل توکل حاصل تھا۔ اس وقت حضرت گیسو درازؒ کی کمر سے روپوں کی حمیانی بندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسی وقت حمیانی اُتار کر پھینک دی۔

مُریدین

آپ کے دستِ حق پرست پر بہت سے لوگ بیعت ہوئے اور فیض پایا۔ ان میں سے گجرات کا بادشاہ سلطان احمد اوّل بھی ہے۔ جس نے احمد آباد بسایا۔

وفات

۲۲، شوال ۸۴۲ھ مطابق ۱۴۳۸ء کو آپ نے دار فانی سے دار بقا کی طرف

کوچ فرمایا[1]۔ مزار پرانوار پٹن میں مرجع خاص و عام ہے۔

سیرت مبارک

آپ عشق و محبّت اور ذوق و شوق میں یکتا تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں بے مثال تھے۔ سماع کے دلدادہ تھے۔ درس و تدریس دیتے اور رشد و ہدایت فرماتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی کثیر تعداد تھی اور بہت سے آپ کی توجّہ سے درجۂ کمال کو پہنچے۔

آپ کے توکل کا یہ حال تھا کہ گھر میں کوئی چیز نہ رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے کہ جس اللہ نے اب پانی دیا وہ ہی پھر وضو کے لئے پانی دے گا۔ پھر پانی رکھنے سے فائدہ کیا۔

تحمّل و بردباری اس درجہ تھی کہ کسی نے آپ کو کسی کو برا کہتے نہ سنا۔ اور نہ کبھی آپ کو غصّہ آتے دیکھا۔

تعلیمات

آپ فرمایا کرتے تھے کہ پیرانِ عظام کی پیروی ازبس ضروری ہے۔ پیر کی خدمت کئے بغیر مرید کو کچھ نہیں ملتا۔ پیر کی دُعا مرید کے حق میں تریاق کا کام کرتی ہے۔ پیر و مرشد کی صورت دیکھنا مرید کے لئے عبادت کی طرح ہے۔

باب ۵۵

حضرت شیخ احمد کھٹّو

حضرت شیخ احمد کھٹّو مقتدائے اہلِ بصیرت ہیں۔

---

[1] اذکار ابرار۔ ص ۱۳۷ ۔ برکاتِ اولیاء۔ ص ۵۸

خاندانی حالات

حضرت دہلی کے شاہی خاندان سے تھے۔ تغلق خاندان سے تعلّق رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد سلطان فیروز شاہ تغلق کے دُور کے رشتہ دار تھے۔ تغلق خاندان کو جاہ و مرتبہ، دولت و ثروت و حکومت حاصل تھی، اور آپ کو خداوندِ تعالیٰ نے روحانی لازوال دولت دے کر سرفراز فرمایا۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نامِ نامی اسمِ گرامی ملک اختیار الدین ہے۔

ولادت

آپ دہلی میں ۱۳۳۸ء میں پیدا ہوئے۔

نام نامی

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی ملک نصیر الدّین ہے۔

القاب

ملک المشائخ۔ برہان الحاذق۔ سراج الاولیا۔ تاج الاصفیا۔ آپ کے القاب ہیں۔ "جمال الدّین" بھی آپ کا لقب بتایا جاتا ہے۔[1]

خطابات

گنج بخش۔ گنج بخش مغربی۔ چراغ آپ کے خطاب ہیں۔

بچپن کا ایک واقعہ

ایک دن ایسا ہوا کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھر سے باہر کھیل رہے تھے۔ اتنے میں آندھی کا ایک سخت طوفان آیا۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ اس طوفان نے آپ کو گھیر

---

[1] چار گلشن (قلمی۔ فارسی) از رائے زادہ چترسین۔ (۱۲۰۴ھ)

لیا۔ تند و تیز ہوا کے جھونکوں نے آپ کو دُور کسی مقام پر پھینک دیا۔ آپ حیران و پریشان اِدھر اُدھر پھرتے رہے۔ تھوڑی دُور چلے تو دیکھا کہ ایک قافلہ وہاں مقیم ہے۔ آپ اس قافلہ میں شامل ہو گئے۔ قافلہ روانہ ہوا اور دندوانہ جا کر ٹھیرا۔ ایک شخص مجیب نے آپ کو قافلے والوں سے لے لیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شاہی خاندان کی ایک کنیز آپ کو لے کر باہر نکلی تھی۔ اتنے میں ہوا کا طوفان آ گیا اور آپ بچھڑ گئے اور قافلہ والوں نے آپ کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ یہ واقعہ ۱۳۴۲ء کا ہے جبکہ آپ کی عمر چار سال کی تھی۔

بشارت

حضرت بابا شیخ اسحاق مغربی کو جو کھٹّو میں رہتے تھے، بشارت ہوئی کہ اس اس حلیہ کا ایک بچّہ قافلہ والوں کے ساتھ ہے۔ تم اس بچّے کو اپنے پاس بلاؤ اور اس کو اپنے پاس رکھو اور اس کی تعلیم و تربیت پر خاص توجّہ دو۔

ھدایت

حضرت بابا شیخ اسحاق مغربی نے مولانا صدرالدّین ہمدانی کو جو مولانا شہاب الدّین ہمدانی کے صاحبزادے تھے، ہدایت فرمائی کہ:

"تم دندوانہ جا رہے ہو۔ وہاں جا کر اِس اِس حلیہ کا ایک بچّہ کو جس کی عمر تقریباً چار سال ہے، اور جو قافلہ والوں کے ساتھ ہے، تلاش کرنا۔ اور اگر وہ بچّہ مِل جائے تو یہاں میرے پاس بھیج دینا۔"

حضرت بابا اسحاق کی خدمت میں آمد

مولانا صدرالدین ہمدانی دندوانہ پہنچے اور بتائے ہوئے حلیہ کے بچّے کو تلاش کرنے لگے۔ آخر کار اُن کی کوشش کامیاب ہوئی۔ انہوں نے قافلہ والوں سے اس حلیہ کے بچّے کو (آپ کو) لے لیا اور قافلہ والوں نے بخوشی آپ کو ان کے حوالہ کر دیا اور آپ بابا اسحاق

مغربی کی خدمت میں رہنے لگے اور ان سے تعلیم و تربیت پانے لگے اور ان کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے۔

نیا نام

حضرت بابا اسحاق مغربی نے آپ کو "شیخ احمد" کے نئے نام سے نوازا اور آپ اسی نام سے مشہور ہیں۔

دہلی میں آمد

حضرت بابا اسحاق مغربی آپ کو اپنے ہمراہ لے کر کھٹو سے دہلی تشریف لائے۔ دہلی پہنچ کر خان جہاں کی مسجد میں قیام فرمایا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ایک شخص شاہی لباس زیب تن کئے اور ہتھیار پہنے مسجد میں داخل ہوا اور آپ (حضرت شیخ احمد کھٹو) کو بغور دیکھا۔ آپ کے چہرے پر جو نظر ڈالی اور آپ کے کاندھے پر جو سُرخ نشان دیکھے تو فوراً حضرت بابا اسحاق مغربیؒ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ:

"میں اپنے بھائی کی تلاش میں ایک مدّت سے تھا۔ تلاش کرتے کرتے آج اس کو پالیا۔ حلیہ اور چہرہ اور کاندھے پر سرخ نشان دیکھ کر میں نے اس بچّہ کو (آپ کو) پہچان لیا۔ یہ میرا بھائی ہے۔ میرے بھائی کو میرے ساتھ کر دیجئے۔"

سوال

حضرت بابا اسحاق مغربیؒ نے تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور پھر اس شخص سے یہ سوال کیا کہ:

"اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارا بھائی تم سے کب اور کس طرح بچھڑ گیا۔"

جواب

اس شخص نے جواب دیا کہ جب اس بچّہ کی عمر چار سال کی تھی تو اس طرح سخت

آندھی آئی اور وہ باہر گیا ہوا تھا۔ وہ تب سے غائب ہو گیا۔ آج اس کا حلیہ دیکھ کر پہچانا۔ اب اتنی مدّت کے بعد اس کا پتہ لگا ہے۔

اس شخص کے ذریعہ آپ کا تغلق خاندان سے تعلّق اور آپ کے خاندانی حالات معلوم ہوئے۔

اِنکار

حضرت بابا اسحاق مغربی نے آپ کو اس شخص کے حوالہ کرنے سے انکار کیا، اور آپ بھی اس شخص کے ساتھ جانے پر آمادہ نہ ہوئے۔

واپسی

حضرت بابا اسحاق مغربی کچھ دن دہلی میں قیام کر کے کھٹّو واپس آ گئے۔

دوبارہ دہلی میں آمد

کچھ عرصے کے بعد حضرت بابا اسحاق مغربی پھر کھٹّو سے دہلی پہنچے اور خانِ جہاں کی مسجد میں قیام فرمایا۔

سلطان فیروز شاہ کا حکم

ایک دن سلطان فیروز شاہ تغلق نے خانِ جہاں مسجد میں آ کر حضرت بابا اسحاق مغربی کو حکم دیا کہ وہ لنگر خانہ فوراً خالی کر دیں۔

واپسی

حضرت بابا اسحاق مغربی نے اسی وقت لنگر خانہ خالی کر کے شاہی ملازمین کے سپرد کیا اور آپ (حضرت شیخ احمد کھٹّوؒ) کو اپنے ہمراہ لے کر کھٹّو واپس آ گئے۔

بیعت و خلافت

آپ حضرت بابا اسحاق مغربی کے مُرید اور خلیفہ ہیں۔ حضرت بابا اسحاق مغربی کا سلسلہ حضرت شیخ ابو مدین مغربی تک پہنچتا ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ کی تعلیم وتربیت آپ کے پیرومرشد حضرت بابا اسحاق مغربیؒ کی نگرانی میں ہوئی۔ ان ہی کی نگرانی میں آپ نے علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل کی۔ پیرومرشد کے فیوض باطنی سے مالامال ہوئے اور آپ پر اسرار وحقائق منکشف ہوئے۔

پیرومرشد کی وفات

آپ کے پیرومرشد حضرت بابا اسحاق مغربیؒ بعمر ۱۱۶ سال ۱۷ شعبان ۷۷۶ھ کو یاحیّ یاقیوم کہتے ہوئے اپنے خالق سے جاملے۔ ان کا مزار مبارک کھٹو میں مرجع خاص وعام ہے۔

حج کو روانگی

حضرت شیخ احمد کھٹوؒ ۷۸۳ھ میں حج کے لیے روانہ ہوئے۔ کھٹو سے پٹن تشریف لائے۔ پٹن میں ملک فرحت الملک نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور بہت خاطر تواضع کی۔ اس نے راستی خاں کو آپ کے کھمبات پہنچنے کی اطلاع دی۔ جب آپ کھمبات میں رونق افروز ہوئے تو راستی خاں نے آپ کا وہاں شاندار استقبال کیا اور پانسو روپے آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کئے۔ کھنبات پہنچ کر معلوم ہوا کہ سب جہاز جاچکے تھے۔ صرف ایک جہاز خواجہ محمد مُراد کا روانہ ہونے والا تھا۔ آپ نے اس جہاز میں سفر کرنے کا ارادہ کیا، لیکن اس جہاز والوں نے کرایہ زیادہ مانگا۔ لہٰذا آپ نے اس جہاز میں سفر نہیں کیا۔

آپ ماہم پہنچے اور وہاں ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ آپ کی آمد کی اطلاع جب وہاں کے حاکم نصرت خاں کو ہوئی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک جہاز میں آپ کو جگہ دلاکر آپ سے رخصت ہوا۔

دربار رسالت میں حاضری

حج سے فارغ ہوکر آپ مدینہ منوّرہ روانہ ہوئے۔ جب قافلہ مدینہ منورہ کی سرحد میں

داخل ہوا اور سرورِ عالم کا روضۂ منوّرہ دکھائی دیا تو آپ پر ایک والہانہ کیفیت طاری ہوئی۔ آپ اونٹ سے کود پڑے اور تیزی سے چلتے ہوئے اور درود شریف اور سرورِ عالم کی شان میں نعتیہ اشعار پڑھتے ہوئے دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

لوگوں نے آپ کو اپنا مہمان رکھنا چاہا لیکن آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ:

"آج میں سرورِ عالم کا مہمان ہوں۔"

روضۂ منوّرہ میں جوں ہی حاضر ہوئے تو ایک شخص نے جو مجاوروں میں سب سے بڑا مانا جاتا تھا آپ کو کچھ کھجوریں پیش کیں جو کپڑے میں لپٹی ہوئی تھیں اور کہا کہ یہ کھجوریں سرورِ عالم کی طرف سے ہیں جن کے وہ آج مہمان ہیں۔

حضرتِ مخدوم جہانیان جہاں گشت سے ملاقات

واپسی پر حضرت ٹھٹھہ ہوتے ہوئے اُچھ اوچ پہنچے اور وہاں حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت سے ملے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔

اُچھ سے آپ کھٹّو پہنچے۔ شہر میں رات کے وقت داخل ہوئے۔ صبح کو آپ کے آنے کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ کچھ دن کھٹّو میں رہ کر آپ دہلی تشریف لے گئے، اور خان جہاں کی مسجد میں قیام فرمایا۔ دہلی میں آپ نے زیادہ وقت مراقبہ، ذکر و فکر اور تحصیل علم میں گزارا۔

اُسی زمانہ میں حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت دہلی تشریف لائے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ ایک نوجوان خانِ جہاں کی مسجد میں مقیم ہے اور مراقبہ و عبادت و ریاضت میں دن و رات مشغول ہے تو وہ آپ سے ملنے کے لئے خانِ جہاں مسجد پہنچے۔ وہاں جب آپ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ نوجوان آپ ہی ہیں۔

حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے آپ کو بہت سی دعائیں دیں اور آپ کو یہ مژدہ سنایا کہ مستقبل قریب میں وہ ایک بڑے روحانی اور صاحبِ دل بزرگ کا درجہ

حاصل کریں گے اور ہزاروں لوگ آپ سے روحانی فیوض و برکات حاصل کریں گے۔ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے آپ کو کچھ تبرکات بھی دیے۔

تیمور کا حملہ

تیمور نے ۱۳۹۸ء میں ہندوستان پر حملہ کیا۔ دہلی پہنچ کر اس نے تخت و تاج پر قبضہ کیا۔ اس وقت دہلی کا بادشاہ محمود تغلق تھا۔ محمود تغلق دہلی چھوڑ کر گجرات چلا گیا۔[1] آپ (حضرت شیخ احمد کھٹوؒ) اس وقت دہلی میں مقیم تھے۔ تیمور کی فوج نے لوٹ مار کے علاوہ بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا۔ ان میں آپ بھی تھے۔ آپ کے خرق عادات، بزرگی اور کرامات کی خبر جب تیمور تک پہنچی تو اس کو آپ سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ تیمور نے آپ کی رہائی کا حکم دیا اور آپ کو سواری بھیج کر اپنے پاس بلایا۔

آپ نے تیمور سے قیدیوں کی رہائی کے لئے کہا اور ساتھ ہی ساتھ اس بات پر بھی زور دیا کہ لوٹ مار، خوں ریزی اور قتل و غارتگری بند کرنے کے لئے وہ (تیمور) فوراً حکم دے۔

تیمور آپ کی شخصیت سے بہت متاثر ہُوا اور آپ کا معتقد ہُوا۔ اس نے آپ کی بات مان لی اور قیدیوں کی رہائی کا حکم دیا اور قتل و غارتگری بند کرنے کے لئے احکام جاری کیے۔[2] اور اس طرح آپ کی کوشش سے دہلی میں امن قائم ہُوا۔

سمرقند میں آمد

تیمور کی درخواست پر آپ اس کے ساتھ سمرقند پہنچے۔ وہاں کے علماء سے آپکا اکثر بحث و مباحثہ ہوتا اور کبھی کبھی تیمور کی موجودگی میں مذہبی امور پر وہاں کے علماء سے آپ کی بات چیت ہوئی۔ سمرقند کے علماء آپ کے سامنے لاجواب ہو جاتے۔ شاہی دربار کے ایک ممتاز عالم نے ایک مرتبہ آپ کے متعلق یہ کہا کہ:

---

[1] ہسٹری آف انڈیا۔ (انگریزی)۔ ص ۳۵۸۔ (ایلفنسٹن)

[2] منتخب التواریخ از بدایونی۔

"سمرقند کے علما ایک دہلوی کے سامنے مجبور، لاچار اور لاجواب ہو جاتے ہیں"

رخصت

سمرقند میں کچھ دن قیام کے بعد آپ نے ہندوستان واپس آنا چاہا۔ تیمور نے بخوشی اجازت دی۔ آپ ۱۲ جمادی الاوّل ۸۰۲ھ کو بلخ پہنچے۔ پھر ہرات ہوتے ہوئے قندھار میں رونق افروز ہوئے۔ قندھار کے گورنر نے آپ کا خیر مقدم کیا اور آپ سے قندھار میں رہنے کی درخواست کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی عرض کیا کہ وہ ایک مدرسہ کھولنا چاہتا ہے اور مدرسہ کے خرچ کے لئے ایک گاؤں وقف کرنا چاہتا ہے۔ حضرت قندھار میں سکونت اختیار فرمائیں اور مدرسہ میں درس دیں اور درس و تدریس و رشد و ہدایت میں قندھار ہی میں زندگی کے باقی دن گزاریں۔

آپ راضی نہ ہوئے۔ وہاں سے روانہ ہو کر ملتان تشریف لائے۔

پٹن میں آمد

ملتان سے آپ پٹن تشریف لائے جو اس وقت گجرات کا دارالخلافت تھا۔ اس وقت یعنی ۸۰۳ھ مطابق ۱۴۰۰ء میں مظفر خاں گجرات کا گورنر تھا۔

دکن کو روانگی

پٹن سے آپ نے دکن جانے کا ارادہ کیا۔ آپ پٹن سے کھنبات پہنچے۔ مظفر خاں کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ دکن جانے کے خیال سے آئے ہیں تو اس نے یہ حکم جاری کیا کہ حضرت کو کشتی میں بٹھا کر کوئی شخص نربدا پار نہ لے جائے۔ چنانچہ آپ نربدا پار نہ جا سکے۔ مظفر خاں اس وقت راندیر میں بغاوت فرو کرنے میں مشغول تھا۔

مظفر خاں نے وقت نکال کر اور ایک پروانہ دیکر ایک امیر مسمّی برہان الملک کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس پروانہ میں اس نے خود حاضر نہ ہونے کی معافی چاہی

اور یہ استدعا کی کہ حضرت اس امیر (یعنی برہان الملک) کے ساتھ اس کے خیمہ میں تشریف اگر لے آئیں تو حضرت کا بڑا کرم ہوگا۔

مظفّر خاں کی باریابی

آپ نے اس کی درخواست منظور فرمائی۔ مظفر خاں کو شرفِ باریابی بخشا۔ اس سے قبل مظفر خاں اور تاتار خاں حضرت سے مِل چکے تھے اور یہ ملاقات دہلی میں خان جہاں کی مسجد میں ہوئی تھی۔ اس ملاقات میں مظفر خاں نے حضرت سے استدعا کی کہ حضرت دکن تشریف نہ لے جائیں بلکہ گجرات میں ہی رہیں۔ پھر حضرت نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے ایسے نازک وقت میں دہلی کی سلطنت کی امداد کیوں نہ کی۔ مظفّر خاں نے جواب دیا کہ اگر میں دہلی کی سلطنت کی امداد کرتا تو پھر گجرات میں اقتدار کیونکر اور کیسے حاصل کرتا۔

تحفہ

مظفر خاں نے سو رکابیاں حضرت کی خدمت میں پیش کیں۔ حضرت نے فرمایا کہ سو رکابیوں کا ان کو کیا کرنا ہے، ان کے لئے تو بس ایک رکابی کافی ہے۔ مظفر خاں نے عرض کیا کہ:

"حضور کے دربار میں عام لنگر ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ روزانہ کھانا کھاتے ہیں۔ ایسی صورت میں سو رکابیاں بھی کم ہیں۔"

حضرت مسکرائے اور مظفر خاں کا تحفہ قبول فرمایا۔

تاتار خاں کو شرفِ باریابی

تاتار خاں بھی اپنے والد کی طرح حضرت کا معتقد تھا۔ وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کپڑے اور دیگر چیزیں جو مظفر خاں نے بطور تحفہ حضرت کی خدمت میں بھیجی تھیں، وہ پیش کر کے دعا کا طالب ہوا۔ اور عرض کیا کہ:

"حضور دکن یا کہیں نہ جائیں۔ یہیں قیام فرمائیں"۔

سرکھیج میں قیام

حضرت نے مظفر خاں کو آگاہ کیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق وہ سرکھیج میں قیام کریں گے۔ مظفر خاں یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے سرکھیج کے حاکم ملک بدر کو اطلاع دی کہ حضرت سرکھیج تشریف لا رہے ہیں۔ ان کا شاندار استقبال کیا جائے۔ حضرت سرکھیج پہنچے۔ ایک مکان میں قیام فرمایا۔ ملک بدر نے کچھ زمین خریدی اور اس پر ایک مکان حضرت کی رہائش کے لئے تعمیر کرایا۔ یہ مکان جب تعمیر ہو گیا تو حضرت اس مکان میں تشریف لے گئے اور اسی میں مستقل سکونت اختیار کی۔

اس وقت گجرات کا دارالخلافت پٹن تھا۔ سرکھیج گجرات کا روحانی مرکز قرار پایا۔

احمد آباد کا سنگِ بنیاد

احمد آباد کا سنگِ بنیاد آپ کے مبارک ہاتھوں سے رکھا گیا۔ سلطان احمد شاہ اوّل نے بروز سنیچر ۱۳ رمضان ۸۱۳ھ مطابق ۹ جنوری ۱۴۱۱ء گجرات کے تخت شاہی پر نہروالہ (پٹن) میں بیٹھ کر عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی[1]۔ ایک دن وہ سابرمتی دریا کے کنارے سے گزر رہا تھا کہ اس کی نگاہ ایک کھلے ہوئے کشادہ میدان پر پڑی۔ اس کو فوراً خیال آیا کہ اس جگہ ایک شہر آباد کیا جائے۔

اس نے اس بات کا ذکر آپ (حضرت شیخ احمد کھٹوؒ) سے کیا اور آپ سے روحانی امداد کا طالب ہوا۔ وہ آپ کا معتقد و منقاد تھا۔ آپ نے بھی اس کے اس خیال کو پسند فرمایا اور اس کے لئے دعا کی۔ ویران جگہ آباد ہوئی۔

---

[1] تاریخ سلاطینِ گجرات (فارسی)۔ ص ۱۵۷ از محمود بخاری

احمد نام کے چار اشخاص کے ہاتھوں احمد آباد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ سلطان احمد اوّل، رسّی کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں لے کر اس جگہ قبلہ رو کھڑا ہوا جہاں دربارِ شاہی کا دروازہ ہے اور آپ (حضرت شیخ احمد کھٹوؒ) دوسرا سرا دستِ مبارک میں لے کر اس جگہ کھڑے ہوئے جہاں اب تین دروازے ہیں۔ شمال کی طرف قاضی احمد رسّی کا سرا لئے ہوئے اس جگہ کھڑے تھے، جہاں جمال پور ہے اور جنوب کی طرف مولانا احمد رسّی کا سرا لئے ہوئے اس جگہ کھڑے ہوئے تھے جہاں ایدریہ دروازہ ہے۔

حضرت (حضرت شیخ احمد کھٹوؒ) جب سنگ بنیاد رکھنے تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں ایک بزرگ کو بیٹھا دیکھا۔ ان بزرگ نے آپ کو آواز دی۔ آپ نہایت ادب و احترام اور کمال خشوع و خضوع اور غایت اعظام و احترام سے اُن بزرگ کے پاس گئے اور دوزانو ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر تک دونوں بزرگ بیٹھے رہے۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ آپ ان بزرگ سے اجازت لے کر رخصت ہوئے اور وہاں سے آکر احمد آباد کا سنگِ بنیاد رکھا۔

کچھ عرصے کے بعد حضرت کے ایک خاص خادم نے حضرت سے دریافت کیا کہ وہ بزرگ کون تھے جن کے سامنے حضرت نہایت ادب سے بیٹھے تھے اور جن کی حضرت نے اس قدر تعظیم و تکریم کی۔ حضرت نے اس شخص کو بتایا کہ وہ حضرت خضر علیہ السّلام تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم شہر کا سنگِ بنیاد رکھنے جا رہے ہو۔ میں نے اُن سے عرض کیا جی ہاں۔ حضرت خضر علیہ السّلام نے فرمایا کہ:[1]

"برو۔ بنا کن کہ خوب خواہد شد"

(جاؤ۔ بنیاد رکھو۔ بہت اچھا (شہر) ہوگا)

---

[1] تاریخ سلاطین گجرات۔ (فارسی)۔ ص ۲۲

لفظِ "خیرک" سے تعمیر حصار شہر احمد آباد کی تاریخ برآمد ہوتی ہے یعنی ۸۳۰ھ مطابق ۱۴۲۶ء۔

احمد آباد کے سنگِ بنیاد کی تاریخ لفظ "خیرہ" سے برآمد ہوتی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ احمد آباد کا سنگِ بنیاد ۸۱۵ھ مطابق ۱۴۱۲ء میں رکھا گیا۔ بعض کے نزدیک ۸۱۳ھ مطابق ۱۴۱۰ء میں سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

سلاطین سے تعلقات

حضرت نے دہلی اور گجرات کے کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ سلطان فیروز تغلق آپ کا بہت احترام کرتا تھا۔ غیاث الدین تغلق دویم۔ ابوبکر تغلق۔ ناصر الدین تغلق۔ محمود تغلق کے زمانے میں دہلی کی سلطنت بہت کچھ اقتدار کھو چکی تھی۔ بدامنی اور بغاوت نے دہلی کی سلطنت کو کمزور کر دیا تھا۔ اس کے باوجود شاہانِ دہلی حضرت کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

گجرات کے بادشاہوں میں، جو حضرت کے زمانے میں تھے۔ سلطان مظفر شاہ، سلطان احمد شاہ اور سلطان محمد شاہ سب ہی حضرت کے معتقد و منقاد تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلطان احمد شاہ نے حضرت کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔[1]

حضرت قطب عالم

حضرتِ قطب عالم گجرات کے مشہور بزرگ، جن کا مزار بٹوہ (احمد آباد کے قریب) میں ہے۔ سال میں دو مرتبہ حضرت کے پاس آیا کرتے تھے اور حضرت ان کو ہر سال دو اشرفیاں دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرتِ قطب عالم نے حضرت کی جانماز اور مٹی کے برتن جو حضرت کے وضو کے کام میں آتے تھے، لینے کی خواہش کی۔ حضرت نے ان کو اپنی جانماز

---

[1] ہسٹری آف گجرات۔ جلد اوّل۔ ص ۱۲۸ از پروفیسر کمی ساری ات

اور وضو کے برتن جو مٹی کے تھے، دے کر ان کی خواہش پوری کی۔ حضرت نے حضرت قطب عالم کو مغربی سلسلہ میں بیعت کرنے کی اجازت بھی دی۔

حضرت شاہ عالم

حضرت شاہ عالم اپنے والد ماجد حضرت قطب عالم کی طرح حضرت کے پاس سر کھیج جاتے تھے۔ حضرت ان پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ان کی عمر قریب سترہ سال کے تھی۔ حضرت نے ان کو تبرکات دیے اور ان کے لئے دعا کی۔

وفات

حضرت ایک طویل مدت تک رشد و ہدایت فرماتے رہے اور لوگوں کو راہِ حق دکھاتے رہے۔ حضرت ۱۴ شوال ۸۴۹ھ مطابق ۱۴۴۵ء کو واصل بحق ہوئے[1]۔ اس وقت حضرت کی عمر ایک سو گیارہ سال کی تھی۔

حضرت کا وصال گجرات کے بادشاہ سلطان محمد شاہ کے زمانہ میں ہوا۔ سلطان محمد شاہ حضرت کا معتقد تھا۔ حضرت کے وصال کی خبر سے اس کو سخت صدمہ ہوا۔ غرض

> "... در عہد او حضرت مخدوم جیوندار ی ارجعی الی ربک، بگوشِ ہوش شنیدہ رخت حیات بدارِ بقا کشیدند۔ چوں سلطان زحمتِ حضرت مخدوم زیادہ شدہ شنیدند، بجہتِ پرسشِ احوال شخصے را بخدمتِ مخدوم فرستادند، چوں بآستانۂ مخدوم رسید خبرِ فوت شنیدہ از راہ بازگشت۔

---

[1] تاریخ سلاطینِ گجرات۔ (فارسی)

چوں بخدمت سلطان رسید، سلطان پرسید
مخدوم چہ حال دارند۔ او تاریخی در بدیہہ یافتہ
بود۔ در جواب پادشاہ ہماں تاریخ بر زبان
آورد۔ ع

شہِ عالم محمّد را البقا باد

سلطان محمد شاہ، امرار، درباری، عوام و خواص نے حضرت کے جنازے میں شرکت کی۔

حضرت کا مزار پرانوار سرکھیج میں (احمد آباد کے قریب) فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

سلطان محمد شاہ بن سلطان احمد شاہ نے ۱۴۴۶ء میں حضرت کے مزار کی تعمیر شروع کی۔ گجرات میں حضرت کا روضہ سب سے زیادہ شاندار اور خوبصورت ہے۔ سلطان محمد شاہ کے زمانے میں روضہ مکمّل نہ ہو سکا۔ اس کے لڑکے سلطان قطب الدّین کے دورِ حکومت میں روضۂ مبارک مکمّل ہوا۔ وہاں ایک شاندار جامع مسجد بھی ہے۔

مرید و خلیفہ

محمود بن سعید ایرجی آپ کے مرید ہیں اور شیخ صلاح الدّین کو آپ کا خلیفہ بتایا جاتا ہے۔

سیرت مبارک

حضرت کا شمار مشائخِ بکار میں ہے۔ عبادت، ریاضت اور مجاہدات میں وقت گزارتے تھے۔ روزے اس شان سے رکھتے تھے کہ کھل کے ٹکڑے سے افطار کرتے تھے۔ اپنے پیر و مرشد حضرت بابا اسحاق مغربیؒ کی وفات کے بعد حضرت نے ایک چلّہ کھینچا۔ چالیس دن میں حضرت نے چالیس کھجوریں کھائیں یعنی ایک کھجور روز تناول فرماتے تھے۔

حضرت مخلوق سے بے نیاز تھے۔ شاہانِ وقت کی ذرا پروا نہ کرتے تھے۔ حضرت کو تعمیرات کا بھی شوق تھا۔ حضرت نے جامع مسجد اور حوض تعمیر کیا۔ سلطان احمد شاہ نے اس کارِ خیر میں حصّہ لینا چاہا۔ حضرت نے سلطان احمد شاہ کی درخواست رد فرمائی۔ اور خود ہی جامع مسجد اور حوض کی تعمیر کا خرچہ برداشت کیا۔ حضرت کو کُشتی کا بھی شوق تھا اور تیر چلانے میں مہارت حاصل تھی۔

حضرت کے دسترخوان پر بہت سے لوگ روزانہ دونوں وقت کھانا کھاتے تھے۔ لنگر اس قدر وسیع اور عام تھا کہ اس کا دُور دُور شہرہ تھا۔

فتوحات جو آتیں سب خرچ کر دیتے تھے۔ اپنا حال لوگوں پر ظاہر نہ کرتے تھے۔ اخفاحال کی کوشش کرتے تھے۔ آپ کا لباس معمولی ہوتا تھا۔ جب آپ سمرقند میں تھے تو ایک دن آپ جو ایک مسجد میں گئے تو دیکھا کہ ایک عالم وہاں درس دے رہا ہے۔ بہت سے طالبعلم حلقۂ درس میں شریک تھے۔ آپ مسجد میں جاکر نہایت خاموشی کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک طالبعلم نے جو حسامی پڑھ رہا تھا، غلط اعراب پڑھے۔ یہ سُن کر آپ نے اُس طالبعلم کو ٹوکا۔ اس عالم نے جو درس دے رہا تھا جب یہ سنا تو اس کو تعجّب ہوا۔ وہ آپ کے ساتھ نہایت عزت، احترام اور اخلاق سے پیش آیا۔ اس نے آپ کا امتحان لینے کی غرض سے آپ سے علمِ اصول کے متعلّق چند سوالات کئے۔ آپ نے ہر سوال کا جواب دیا۔ سوالوں کا جواب سن کر وہ عالم سخت متعجّب ہوا اور سوچنے لگا کہ اتنا علم ہوتے ہوئے بھی اتنے سادے اور معمولی کپڑے پہنتے ہیں۔ اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ آخر کار آپ سے اس نے کہا کہ:[1]

"تم نے باوجود اتنے علم کے ایسے حقیر کپڑے اور ٹوپی پہن رکھی ہے۔"

---

[1] اخبارالاخیار۔ ص ۳۳۲ (اردو ترجمہ)

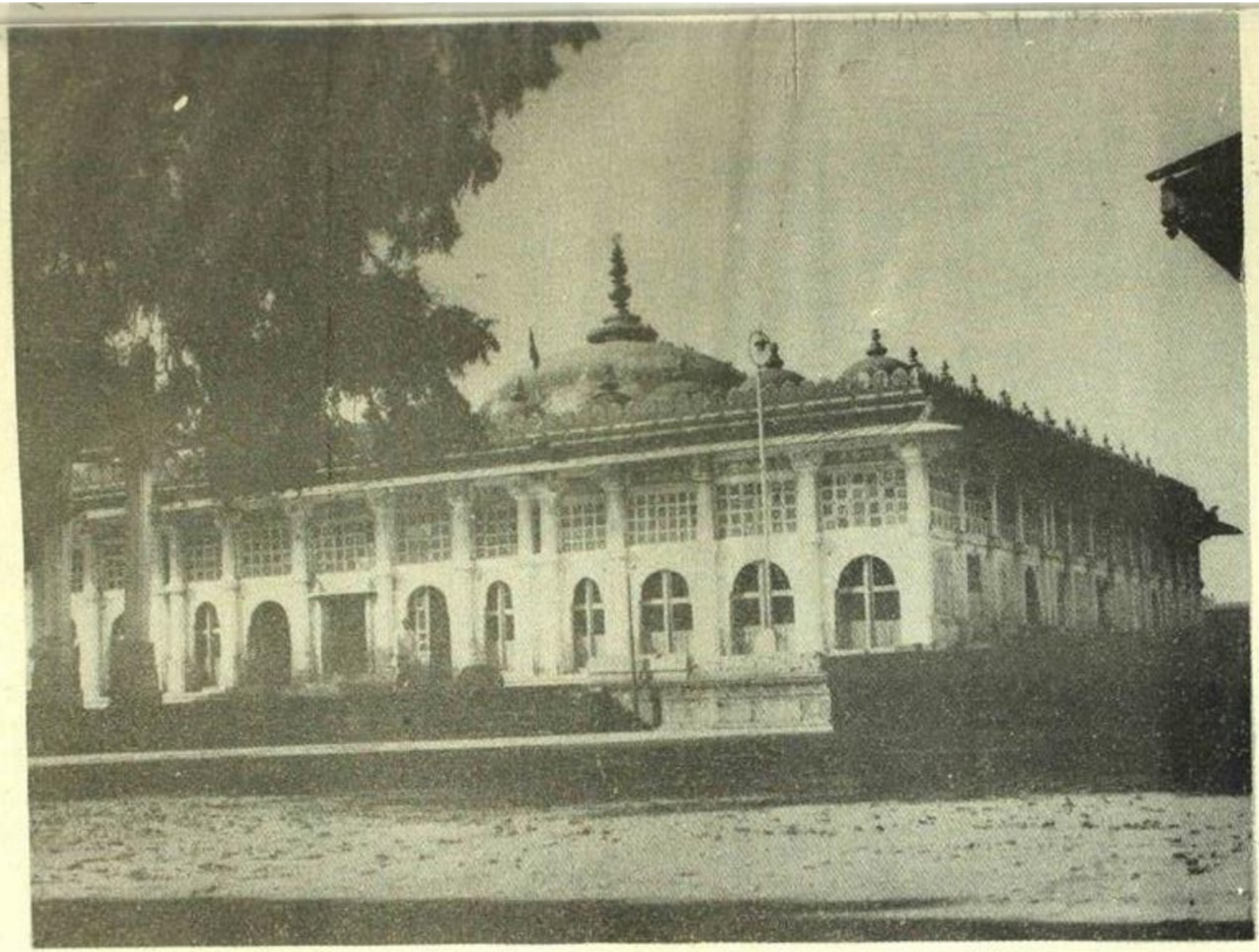

مزار شریف حضرت کنج احمد شاہ صاحبؒ (احمد آباد)

حضرت مسکرائے اور اس عالم کو یہ جواب دیا:

"ایک تو علم۔ دوسرے اگر اچھے کپڑے پہنو تو نفس بدخوئی کرے۔ اس درویش نے خاص کر خود کو اس لباس میں پوشیدہ رکھا ہے۔"

فرمان

آپ نے فرمایا کہ[1]:

"درویشوں کی مجلس میں آنا تو آسان ہے مگر سلامتی سے باہر جانا دشوار ہے۔"

کشف و کرامات

تیمور نے جب ہندوستان پر حملہ کیا اور دہلی کو تاراج کیا، اس وقت آپ دہلی میں تھے۔ حملے سے پندرہ دن پہلے آپ نے دہلی کے باشندوں کو آنے والی مصیبت سے آگاہ کر دیا تھا۔ آپ کے بعض مرید آپ کے حکم سے دہلی سے جونپور چلے گئے اور اس طرح وہ بچ گئے۔

تیمور کے سپاہیوں نے دہلی میں بہت کشت و خون کیا اور بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا۔ حضرت بھی ان لوگوں میں تھے جو گرفتار کئے گئے۔ آپ کے ساتھ چالیس آدمی تھے۔ قید و بند میں بھی آپ نے اپنے ساتھیوں کا خیال رکھا۔ جب تک قید میں رہے غیب سے چالیس روٹیاں آتی رہیں۔ اس طرح سے ان کو کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

تیمور کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو وہ آپ کی بزرگی و عظمت کا معترف ہوا اور آپ کا معتقد ہوا۔ اس نے آپ کو رہا کیا اور شبہ کی بنا پر آپ کو گرفتار کرنے پر نادم ہوا۔ اور حضرت سے معافی کا خواستگار ہوا۔

حضرت جب حج کو جا رہے تھے تو ایک دن جہاز میں وضو کرتے ہوئے سمندر میں گر گئے

---

[1] تحفۃ المجالس۔

ملاّحوں نے آپ کو نکالا۔ آپ سمندر میں ڈوبے نہیں۔ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر ملاّحوں کو ہی نہیں بلکہ مسافروں کو بھی تعجب ہوا۔ وہ سب آپ کے معتقد ہوئے۔

باب ۵۶

حضرت شاہ سلیم

حضرت شاہ سلیم جمالِ معرفت تھے۔

خاندانی حالات

آپ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کی اولاد سے ہیں۔

والدِ ماجد

آپ کے والدِ ماجد حضرتِ برہان الدّین قطب عالم آپ سے بہت محبّت کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے تعلیم اپنے والدِ بزرگوار سے پائی اور ان ہی سے آپ نے فیضِ تربیت حاصل کیا۔

بیعت و خلافت

آپ اپنے والدِ ماجد کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور ان سے خرقۂ خلافت پاکر سرفراز ہوئے۔

ایک واقعہ

ایک مرتبہ آپ اور آپ کے دو سوتیلے بھائی حضرت شاہ صادق محمدؐ اور حضرت شاہ راجو

اپنے والد بزرگوار کے مزار پر جا رہے تھے۔ جب ایک گلی کے قریب پہنچے تو تینوں بھائی وہاں رک کر کھڑے ہو گئے تاکہ ایک دوسرے کی بے ادبی کا مرتکب نہ ہو۔ حضرت شاہ راجو نے فرمایا کہ کتنی اچھی بات ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ادب کا خیال رکھتے ہیں۔ پھر انہوں نے ایک راز کا انکشاف کیا کہ جب مدرسہ جاتے تھے تو اڑ کر جاتے تھے۔ اس پر دونوں بھائیوں نے ان سے کہا کہ یہ بات اچھی نہیں کہ راز ظاہر کیا جائے۔

والد ماجد کی پیشین گوئی

آپ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک دن آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ بھائیوں نے آپ کو زمین پر گرا کر آپ کی پشت پر گھونسے مارے۔ آپ نے والدِ ماجد سے آپ کی شکایت کی۔ آپ کے والد نے آپ سے فرمایا کہ خفا ہونے کی بات نہیں ہے، خوشی کی بات ہے۔ تمہاری قسمت میں اولاد نہ تھی۔ تمہارے بھائیوں نے تمہاری پیٹھ پر ایک ایک گھونسہ مار کر تمہارے لئے اولاد مانگی۔ تمہارے بارہ بچے ہوں گے۔

اولاد

آپ کے بارہ بچے تھے جن میں سے بعض کے نام حسبِ ذیل ہیں:

سیّد زین العابدین۔ سیّد فضل اللہ۔ سیّد شعیب۔ سیّد خاں۔ سیّد شاہ محمدؐ۔ سیّد محمود۔ سیّد ولی۔ سیّد بہاء الدّین۔ سیّد پیر۔ سیّد کبیر۔ سیّد حامد۔

مزار

آپ کا مزارِ مبارک چاپانیر میں ہے۔

سیرت

آپ زیادہ تر استغراق کے عالم میں رہتے تھے۔ حالتِ کیف و وجد میں کئی کئی دن گزر جاتے تھے۔ آپ کو سماع کا بہت شوق تھا۔ محفلِ سماع میں آپ پر جب کیفیت طاری ہوتی تھی تو کئی کئی دن متواتر آپ اسی حالت میں رہتے تھے۔ ترک و تجرید اور جود و سخا

میں بے مثل تھے۔

کشف و کرامات

ایک مرتبہ آپ اور آپ کے بھتیجے حضرت شعیب ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ کچھ دُور چل کر آپ ایک دم بیل گاڑی سے اُترے اور ایک طرف کھڑے ہو کر رونے لگے۔ تھوڑی دیر بعد بجائے رونے کے آپ ہنسنے لگے۔ حضرت شعیب سے نہ رہا گیا۔ اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے ان کو بتایا کہ یہاں کسی کی قبر ہے۔ اس پر سخت عذاب ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے لئے مغفرت کی دُعا کی لیکن قبول نہ ہوئی۔ لیکن جب میں نے اپنے والدِ محترم حضرت قطب عالم کا واسطہ دیا تو میری دُعا قبول ہو گئی اور اس مُردے پر بجائے عذاب کے رحم و کرم اور مغفرت کے پھول برسنے لگے۔

باب ۵۷

حضرت شیخ علیم الدّینؒ

حضرت شیخ علیم الدّین سرورِ سالکانِ طریقت ہیں۔ پیشوائے عارفانِ حقیقت ہیں۔

خاندانی حالات

آپ حضرت کمال الدّین علّامہ کے پوتے ہیں۔

والد

آپ کے والدِ بزرگوار حضرت شیخ سراج الدّین مشہور عالم و درویش تھے۔

والدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ وہ جو کچھ فرمادیتی تھیں ویسا ہی ہوتا تھا۔ ایک دن انہوں نے آپ سے فرمایا کہ:

"چراغ پسرِ من شیخ الحق والدین از فرزند او
شیخ حضرت شیخ را جن روشن خواہد شد۔"[1]

نام

آپ کا نام علیم الدّین ہے۔ آپ پٹن میں پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ حسن فرماتے ہیں کہ جیسا کہ انہوں نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

بھائی

آپ کے چار بھائی تھے۔ جن کے نام یہ ہیں:
شیخ معین الحق والدین محمدؒ۔ شیخ محمدؒ۔ شیخ عبدالحق والدین شیخ سعدالدّین عرف شیخ خواجہ۔

بہن

آپ کے ایک بہن تھیں جن کا نام بی بی مریم ہے۔[2]

تعلیم و تربیت

آپ نے اپنے والدِ محترم کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی اور اُن ہی سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کو حدیث، فقہ، تفسیر میں دستگاہ حاصل تھی۔

بیعت و خلافت

آپ اپنے والدِ ماجد کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ نے حضرت سیّد محمدؒ گیسو دراز سے بھی

---

[1] تکملہ سیر الاولیاء۔ (فارسی)۔ ص ۳۰

[2] تکملۂ سیر الاولیاء۔ (فارسی)۔ ص ۲۷

خلافت پائی۔[1]

خرقۂ سجّادگی

آپ کے والدِ ماجد نے آپ کو اپنا سجّادہ نشین مقرر فرمایا۔ اور

"بعد وصالِ حضرت سراج الحق والدین محمّد بر سریرِ
مشیخت سجّادگی نشست"۔[2]

آپ اپنے والد کے وصال کے بعد اپنے والد ماجد کے سجّادہ پر بیٹھ کر رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔

مہمان نوازی

مولانا بدرالدّین محمّد بن احمد مالکی جب پٹن تشریف لائے تو آپ کی خانقاہ میں قیام کیا۔ آپ نے ان کی بہت عزّت کی۔ وہ آپ کی خاطر تواضع سے بہت متاثر ہوئے۔

وفات شریف

آپ ۲۶ صفر ۹۰۰ھ کو جوارِ رحمت میں داخل ہوئے۔ مزارِ پرانوار پٹن میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے والد کے برابر آپ کا مزار ہے۔ اس گنبد کے متعلّق کہ جس میں آپ کا مزار ہے کہا جاتا ہے کہ:[3]

"وآن گنبد در پٹن مذکور است کہ بلدۂ قدیمۂ ولایت
گجرات است۔ بسیار کبار در آنجا مدفون اند۔
سرزمین آں عشق خیز و محبّت انگیز است۔ انوارِ

---

[1] انوار العارفین۔ (فارسی)۔ ص ۳۱۸

[2] تکملۂ سیر الاولیاء۔ (فارسی)۔ ص ۳۰

[3] انوار العارفین۔ (فارسی)۔ ص ۳۱۸

برکت و ولایت از ویرانہائی آن میتابد۔"

ترجمہ: وہ گنبد پٹن مذکور میں ہے کہ گجرات میں پُرانا شہر ہے۔ بہت سے کبار وہاں دفن ہیں۔ وہاں کی سرزمین عشق خیز اور محبّت انگیز ہے۔ برکت و ولایت کے انوار اس کے ویرانوں سے چمکتے ہیں۔

سیرت مبارک

آپ ولی کے بیٹے ولی تھے۔ علومِ صوری و معنوی پر آپ کو کافی عبور تھا۔ زبردست عالم، متقی اور پرہیزگار بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ صاحبِ کشف و کرامات بھی تھے۔ مخلوق کی خدمت کو خالق تک پہنچنے کا اچھّا ذریعہ سمجھتے تھے۔ آپ کا یہ طریقہ تھا کہ جو طالبِ علم آپ کے پاس آتا، آپ اس کو پہلے علومِ ظاہری پڑھاتے اور پھر علومِ باطنی سے اس کو آگاہ فرماتے۔[1]

آپ کے مریدوں کی تعداد کثیر تھی۔ آپ کے پاس جب کوئی آتا اور مرید ہوتا تو مرید کو، اگر وہ لکھا پڑھا نہ ہوتا تو اس کو نماز، روزہ اور درود شریف کی تلقین فرماتے۔ مریدوں کے حال پر بہت شفقت فرماتے۔

غرض آپ

"وصاحبِ نسبت پیرانِ چشت از جمیع برادران
ہمین حضرت علم الحق والدین شد و کشف و کرامات
خطے وافر داشت۔"

اور

"و در جمیعِ علومِ صوری و معنوی بہرہ کامل و احیار

---

[1] تحفۃ الابرار۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۶، برکاتِ اولیار۔ ص ۳۰

سنّتِ آبا و اجداد و مشایخ چشتیہ کما حقہ فرمودند[1]

باب ۵۸

حضرت شیخ محمّد بن طاہر پٹنی رح

حضرت شیخ محمّد بن طاہر پٹنی فیض یافتہ و تربیت یافتہ بزرگ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی و مُخلِق نبی سے آراستہ تھے۔ دنیا کی راہ میں پاشکستہ تھے۔ طلبِ حق میں از خود رفتہ تھے۔

خاندانی حالات

آپ کے دادا کا نام علی ہے۔ ان کا پٹن کے بڑے تاجروں میں شمار ہوتا تھا۔ ان لوگوں کی تجارت وسیع پیمانہ پر تھی۔ یمن، جدہ، مکہ، مدینہ، طائف، بصرہ اور ہر منز سے تجارت کرتے تھے۔ وہ لوگ کاغذ، کمخواب، طاس گجراتی، مختلف قسم کے کپڑے، نیل، تلوار، کٹار، خنجر وغیرہ کا کاروبار کرتے تھے۔ یہ لوگ بوہرہ کہلاتے تھے۔ آپ کے دادا بوہرہ تھے۔ لفظ بوہرہ مسلمان تاجروں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ[2]:

"بھاٹ لوگوں کا خیال ہے کہ احمد شاہ اوّل کے
عہد میں برہمنوں اور مہاجنوں کو مسلمان بنایا گیا

---

[1] تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص ۳۰۷

[2] راس مالا گجراتی۔ جلد اوّل۔ ص ۲۱۵

وہی بوہرے یا بہرے کہلائے گئے، کیونکہ ان لوگوں
نے عرب کے ساتھ بوہار (بیوپار) شروع کر دیا۔
اس سبب سے ان لوگوں کو بوہارے اور کثرتِ
استعمال سے بوہرے کہنے لگے۔"

لیکن بوہرے احمد شاہ کے زمانہ سے پہلے موجود تھے۔ غرض

"بوہرہ قوم ایک ایسی جماعت ہے جو مختلف نسلوں
اور مختلف قوموں کا مجموعہ ہے۔ اس میں سنّی بھی
ہیں اور شیعہ بھی۔ خالص عرب بھی ہیں اور خالص
ہندی بھی۔ ایرانی بھی ہیں اور عراقی بھی۔ قدیم الاسلام
بھی ہیں اور جدید الاسلام (نومسلم) بھی۔ تاجر بھی
ہیں اور غیر تاجر بھی۔ غرض یہ بوہرہ قوم مختلف
قوموں اور نسلوں کا مجموعہ ہے۔"[1]

والد ماجد

آپ کے پدرِ بزرگوار کا نام نامی اسمِ گرامی طاہر ہے۔ آپ کے والد بھی تجارت کرتے تھے۔ آپ کے والد کو اُن کے والد سے ترکہ میں کافی دولت ملی تھی۔ آپ کے دادا نے اپنے دونوں بیٹوں کو دولت گِن کر نہیں بلکہ تول کر دی تھی۔

نسب نامہ

آپ کا نسب نامہ حسب ذیل ہے:

محمّد بن طاہر بن علی بن الیاس بن ابوالنصر داؤد بن ابوعیسیٰ عبدالمالک بن ابوالفتح

---

[1] تذکرہ علّامہ شیخ محمّد بن طاہر محدث پٹنی از سیّد ابوظفر ندوی۔ ص ۲۷

یونس شامی ابن عمر شامی بن عبداللہ بن ابوالعطا حسین مفتی بن ابوالمحامد احمد غریب بن ابوالقاسم محمد بن ابوالصلاح محمد بن ابوالفیض عبداللہ بن ابوالرضا عبدالرحمٰن بن ابوالبقا قاسم البر محمد عباس بن ابوالنصر محمد طیفور شامی بن ابوالمجد خلف بن ابوالمجد احمد بن ابوالوجود شعیب بن ابوطلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ولادت

آپ نہروالہ پٹن میں ۹۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔[1]

پیشینگوئی

آپ کے والد بزرگوار سے منجم لوگوں نے آپ کی بابت یہ خبر دی کہ:

"اگر یہ سعادت مند لڑکا سیدھے راستے پر چلا تو فضل و کمال کا بڑا مرتبہ پائے گا اور حق تعالیٰ کا قرب اس درجہ اس کو حاصل ہوگا کہ بڑے بڑے اولیائے کامل اور واصل برحق لوگ اس درجہ کے آرزومند ہوں گے اور اگر اس کے برخلاف برے راستے پر چلا تو اس کو بھی حدِ کمال تک پہنچا دے گا۔"

تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ ابھی دس سال کے بھی نہ ہوئے تھے کہ قرآن مجید حفظ کر لیا۔ مروّجہ علوم سے جلد فارغ ہو گئے۔ معقول و منقول، اصول و فروع سے جلد ہی فرصت پالی۔ آپ کی طالب علمی کا زمانہ کچھ خوشگوار نہیں گزرا۔ آپ اتنے ذہین اور تیز

---

[1] رسالہ مناقب (ترجمہ) شامل تذکرہ علامہ شیخ محمد بن طاہر۔ ص ۸۹

طبع تھے کہ کسی کو آپ سے مباحثہ کی تاب نہ تھی۔ آپ رشک و حسد کا شکار ہوئے۔ آپ کو تکالیف پہنچائی جاتیں اور مختلف قسم سے ستایا جاتا۔ آپ ان سب باتوں کو برداشت کرتے۔

نذر

ایک دن آپ اس برتاؤ سے آزردہ خاطر ہوئے۔ بجائے شکایت و شکوہ کے آپ نے یہ نذر مانی کہ:

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب میں فارغ التحصیل ہو جاؤں گا تو علوم و فنون کی تعلیم میں بخل نہ کروں گا اور کسی کو اس سے محروم نہ رکھوں گا اور جاری چشمہ کی طرح ہر شخص کو فیضیاب ہونے کا موقع دوں گا۔"

تحصیلِ علم کے بعد آپ نے ایسا ہی کیا۔

آپ کے استاد

آپ کے وہ استاد جن سے آپ نے ہندوستان میں علم حاصل کیا، یہ ہیں:
مولانا شیخ ناگوری۔ شیخ برہان الدین سمہودی۔ اور ید اللہ سوہی۔ ملا متھ یا (متھ)

درس و تدریس

پندرہ سال کی عمر میں علوم نقلیہ و عقلیہ سے فارغ ہوئے اور صاحب درس ہوئے۔ پٹن میں رہ کر پندرہ برس تک تعلیم و تلقین دیتے رہے۔ فن حدیث میں گجرات کے علماء میں منفرد تھے۔

حرمین شریف کو روانگی

آپ ۹۴۴ھ میں حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر حج کا فریضہ

ادا کیا۔[1] پھر مدینہ منوّرہ حاضر ہوئے اور نذرانۂ عقیدت حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کے دربار میں پیش کر کے روضۂ منوّرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بعدہٗ مکہ معظّمہ پہنچے اور تکمیلِ تعلیم کے خیال سے مکّہ معظمہ میں مقیم ہوئے۔

مکّہ معظّمہ میں قیام

مکّہ معظمہ کے قیام کے دوران آپ نے علم حدیث کی طرف خاص توجہ دی اور مشہور علماء سے جو علمِ حدیث کے ماہر تھے، استفادہ حاصل کیا۔

مکّی اُستاد

وہ لوگ جن سے آپ نے مکہ معظّمہ میں استفادہ حاصل کیا، ان مکّی استادوں کے نام حسبِ ذیل ہیں:

(۱) ابو عبید اللہ زبیدی (۲) سیّد عبداللہ عیداوس عدنی (۳) شیخ عبید اللہ حضرمی۔ (۴) شیخ جاراللہ بن ہند مکی (۵) شیخ برخوردار سندھی (۶) شیخ ابوالحسن بکری مکّی (۷) شیخ علی ابن عراقی مدنی۔

شیخ ابن حجر مکّی اور حضرت شیخ علی متقی سے علم کی تکمیل کی۔ شیخ ابن حجر مکّی حدیث میں اور حضرت علی متقی حدیث اور تصوف میں مینارۂ روشنی تھے۔

بیعت

آپ حضرت علی متقی کی شخصیت اور علم سے اتنا متاثر ہوئے کہ ان کی بیعت کر کے اُن کے مرید، معتقد اور منقاد ہوئے۔ حضرت شیخ علی متقّی کا نام علی ہے، لقب متقی ہے۔ آپ کے والد کا نام حسام الدّین عبدالملک ہے۔ آپ کے والد جون پور کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے منڈوا آئے اور پھر وہیں رہنے لگے۔

---

[1] خاتمہ مراۃ احمدی۔ ص ۱۱۶ (کلکتہ)

حضرت علی متقی ۸۸۵ھ میں منڈو میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں آپ کے والد نے آپ کو شاہ باجن چشتی کا مرید بنوا دیا۔ ان کا چند سال کے بعد انتقال ہو گیا۔ آپ نے کچھ دن منڈو میں ملازمت کی۔ پھر شیخ عبدالحکیم بن شاہ باجن کے پاس رہنے لگے۔ اور ان سے خرقۂ خلافت پاکر ملتان چلے گئے۔

ملتان پہنچ کر حضرت شیخ حسام الدین متقی کی صحبت اختیار کی۔ دو سال تک تفسیر بیضاوی اور عین العلم کے مطالعہ میں ہمہ تن مشغول رہے۔ بعدازاں منڈو آئے اور پھر وہاں سے احمد آباد آئے۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی آپ سے ملا۔ احمد آباد سے وہ دیو پہنچے۔ اور وہاں سے مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔

مکہ معظمہ پہنچ کر آپ شیخ ابوالحسن بکری کی صحبت میں رہ کر اُن سے فیوض حاصل کرتے رہے اور وہیں انہوں نے شیخ محمد بن محمد ابن محمد المبخاوی سے سلسلۂ عالیہ قادریہ کا خرقہ پہنا اور سلسلۂ شاذلیہ کا خرقہ بھی ان ہی سے پہنا[1]۔ سلسلۂ شاذلیہ حضرت شیخ نورالدین ابوالحسن علی الحسن الشاذلی پر منتہی ہوتا ہے۔ اور ان ہی سے مدینیہ سلسلہ کا خرقہ پہنا جو حضرت شیخ ابومدین شعیب المغربی قدس اللہ اسرارہم تک پہنچتا ہے[2]۔ اور سلسلۂ مغربیہ کا خرقہ بھی پہنا۔ آپ کے متعلق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ[3]:

> "مکہ معظمہ میں مقیم ہو کر عالم کو انوارِ طاعت و مجاہدات اور آثار افاضیتِ علومِ دینی و معارف یقینی سے مستفیض و مستفید کیا اور علمِ حدیث و تصوف

---

[1] اخبارالاخیار فی اسرارالابرار۔ (ترجمہ اردو: انوارِ صوفیہ) ص۔ ۴۹۳

[2] انوارِ صوفیہ۔ ص ۴۹۳

[3] انوارِ صوفیہ۔ ص ۴۹۳

میں کتب و رسائل کی تالیف و تصنیف میں مشغول
ہوئے۔ تو الیف وغیرہ میں آپ کے آثار خیر کے
مشاہدہ کے بعد عقل حیران ہوتی ہے اور یقین
سے کہتی ہے کہ یہ کام توفیق کامل اور برکت
شامل کے بغیر جو مرتبۂ استقامت کے کمال اور
درجۂ ولایت کے رسوخ سے پیدا ہوتی ہے، وجود
میں نہیں آسکتے۔"

آپ کا حدیث اور تصوّف میں کمال دیکھ کر آپ کے استاد شیخ ابن حجر بھی آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

سلطان محمود ثانی گجراتی کے زمانہ میں ۹۵۲ھ میں آپ (حضرت شیخ علی متقی) احمد آباد تشریف لائے۔ سلطان محمود ثانی آپ سے بیعت کر کے آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوا۔ سلطان کا وزیر اعظم آصف خاں تھا۔ سلطان نے امورِ سلطنت اُن کے سپرد کر دیے کہ شرع شریف کے مطابق انجام دیں۔ انہوں نے اپنے ایک مرید کو اس کام پر مقرر کیا۔ کام چلتا رہا۔ پھر ایسا ہوا کہ وہ شخص رشوت لینے لگا۔ جب بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے وزراء کے سپردِ مملکت کے معاملات کر کے پھر سے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیا۔

وہ (حضرت شیخ علی متقی) بادشاہ سے ملے تو بادشاہ کا رنگ بدلا پایا۔ فوراً مکّہ معظمہ کا رُخ کیا۔ لوگوں نے بہت اصرار کیا لیکن وہ نہ مانے۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ:

"دین اور دنیا دو سوکنیں ہوتی ہیں ایسا سُنا
تھا۔ صرف اس تجربہ کے لئے مکّہ مکرمہ سے آیا
تھا۔ اب معلوم ہوا کہ یہ صحیح ہے۔"

مکہ معظمہ پہنچ کر بقیہ عمر رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین میں گزاری۔ نوّے سال کی عمر میں مدینہ منوّرہ میں وفات پائی اور وہیں آپ سپردِ خاک کئے گئے۔ انہوں نے ۹۷۵ھ میں وفات پائی۔ سنہ وفات "متابعتہ نبی" اور "شیخ مکہ" سے نکالا ہے۔[1]

انہوں نے چھوٹی بڑی سو سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ رسالہ تبییض الطریق اور حکیم کبیر آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔ آپ کے متعلق شیخ ابوالحسن بکری نے فرمایا کہ:

"سیوطی نے تمام عالم پر احسان کیا ہے اور متقی نے اُس پر احسان کیا ہے۔"

واپسی

آپ (حضرت محمدؐ بن طاہر پٹنی) مکہ معظمہ سے واپس آکر اپنے وطن پٹن میں رہنے لگے اور رشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور تعلیم و تلقین فرمانے لگے۔ کچھ ہی دنوں میں طلبا کی ایک بڑی جماعت آپ کے گرد جمع ہو گئی۔ آپ کو اپنے والدِ ماجد سے جو کچھ ورثہ میں ملا تھا، وہ سب کچھ طلبا پر خرچ کر دیا۔ مالدار لڑکے سے کہتے کہ اطمینان سے علم حاصل کرو اور غریب لڑکے کو تسلّی دیتے اور کہتے کہ تیرا اور تیرے اہل و عیال کا خرچ میرے ذمّہ ہے۔ گھبراؤ مت۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ نہایت اطمینان سے علم حاصل کرو۔

آپ کا طریقہ تھا کہ درس دیتے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق اپنے ہاتھ سے روشنائی تیّار کرتے تھے۔ یعنی دل بیار دست بکار۔

اُستاد کی جا نشینی

جب آپ کے استاد عارف ربانی حضرت شیخ مہنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے

---

[1] اذکارِ ابرار۔ ص ۴۰۳

اپنا کوئی جانشین نہ چھوڑا۔ ان کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ ان کا جانشین کون ہو۔ بہت بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے پایا کہ اُن کا مصلّیٰ خالی چھوڑ دیا جائے اور جس کی طبیعت مائل ہو وہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔ جس وقت یہ بات طے ہوئی اس وقت آپ (حضرت محمّد طاہر) بھی وہاں موجود تھے۔ آپ بغیر کسی کے کہے اور بغیر کسی اشارہ کے آگے بڑھے اور مصلّیٰ پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ لوگ سمجھ گئے کہ خداوند تعالیٰ کو استاد کا جانشین بنانا آپ ہی کو منظور ہے۔

رشد و ھدایت

آپ کے وعظ و پند سے بھی لوگ مستفید ہوتے تھے۔ حدیث سے آپ کو خاص دلچسپی تھی اور حدیث ہی آپ کا شغف تھا۔ انہوں نے لوگوں کی اصلاح پر کمر باندھی۔ بوہرہ جماعت میں سُنّی بھی تھے اور شیعہ بھی۔ شروع میں سُنّی کم تھے اور شیعہ زیادہ تھے لیکن ملّا جعفر پٹنی کے سُنّی ہو جانے کے بعد سنّیوں کی تعداد شیعوں سے بڑھ گئی۔ پرانی خاندانی رسمیں مٹانے میں آپ کوشاں رہے۔ آپ کے متعلّق کہا گیا ہے کہ:[1]

"اور بعض بدعتیں جو اس قوم میں پھیلی ہوئی تھیں،
ان کو مٹایا اور اہلِ سنّت اور اس قوم کی بدعت
میں تمیز و تعریف کی۔"

غرض آپ وطن آ کر "درس اور اعلائے حق میں مصروف ہو گئے۔" آپ نے اپنی قوم سنّی بوہرہ کی اصلاح کی کوشش کی اور جو بدعت اور خلافِ شرع باتیں ان میں تھیں، ان کو دُور کرنا چاہا، اور میل جول، شادی بیاہ، لین دین، دعوت، کفن دفن کے اخراجات میں اصلاح کرنے کی کوشش کی۔

---

[1] انوارِ صوفیہ۔ ص ۵۱۱

احمد آباد میں آمد

آپ ۹۸۱ھ میں احمد آباد تشریف لائے۔ آپ نے تبلیغ اور اصلاح کے خیال سے یہ سفر اختیار کیا۔ آپ کا خیال تھا کہ وہاں سے بھی شرک اور بدعت کو دُور کرنا چاہیئے اور لوگوں کے غلط عقائد کی اصلاح کرنا ازبس ضروری ہے۔

حضرت شاہ وجیہ الدّین سے بات چیت

آپ جب احمد آباد آئے تو حضرت شاہ وجیہ الدّین سے بھی ملے اور اپنے اصلاحی خیالات سے ان کو آگاہ کیا۔ حضرت شاہ وجیہ الدّین سنتے رہے اور پھر اپنی رائے کا اظہار کیا۔

حضرت شاہ وجیہ الدّین کا اظہارِ خیال

حضرت شاہ وجیہ الدّین نے آپ سے کہا کہ:

"گرامی برادر کے حقیقت شناس ضمیر کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس نظم کے ساتھ جو کارخانۂ عالم کی آفرینش ہوئی ہے، اس کا باعث یہ ہے کہ آسمانی کمالات کا اظہار ہو اور یہ اظہار جمالی اور جلالی مظاہرے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اپنے مربّی کے آثار و احکام کی طرز پر اسم کے مظہر کی جو کچھ رفتار ہے، یہی رفتار اس کے واسطے صراطِ مستقیم ہے گو اس کے تقابل پر نظر کر کے وہ رفتار مخالف اور منحرف معلوم ہوتی ہے اور اس مقام پر ہر موسیٰ کو فرعون کے ساتھ آشتی رکھنی چاہیئے۔

واضح ہو کہ صراطِ مستقیم حقیقت شناس مفسروں

کے نزدیک دو طرح ہے۔

ایک ایجابی

دوسری ایجادی

قرآن مجید میں صراطِ مستقیم کا ذکر جہاں کہیں بہ لفظ نکرہ نازل ہوا ہے، وہاں پر اکثر ایجادی مُراد ہے اور جس آیت میں یہ لفظ معرفہ وارد ہوا ہے، وہاں پر زیادہ تر مفہوم ایجابی ہے۔

فافہم (یعنی آپ اس کو اچھی طرح سمجھ لیں اور غور کریں) دوسری بات یہ ہے کہ انسان جو عالمِ کبیر کا نمونہ ہے اس کے عنصری پیکر سے دقیقہ شناس شخص یہ عبرت کیوں حاصل نہیں کرتا کہ اس کی ہستی اس بندوبست اور متعارف اعتدال کے ساتھ چند لطیف اور کثیف اعضاء پر موقوف ہے۔ چنانچہ اگر امعاء (آنت) جیسے کثیف عضو کو بھی کوئی تکلیف پہونچ جاتی ہے تو باغیچۂ بدن میں سراسر آشفتگی اور پژمردگی نمایاں ہو جاتی ہے۔

اے برادرِ من! سیاست، فراست کی بات نہیں ہے اور مشغول حق کے ساتھ ہی ہونا زیبا ہے نہ خلق کے ساتھ۔

ہذا اوان السکوت والتزام البیوت۔

(یہ زمانہ خاموشی اور مکان میں بیٹھ رہنے کا ہے۔)

فرقہ مہدویہ

آپ (حضرت محمدؐ بن طاہر) نے حضرت وجیہ الدّین کی رائے اور مشورہ سے اتفاق نہ کیا اور بدعت و شرک کو دور کرنے میں لگے رہے۔ اس کے علاوہ مہدویہ فرقے کے خلاف مصروفِ عمل رہے۔

فرقہ مہدویہ کے بانی جناب سیّد محمدؐ ہیں۔ وہ سیّد عبداللہ کے صاحبزادے تھے۔ ان کا نام بدھ بھی بتایا جاتا ہے[1]۔ ان کا شجرہ امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تک اس طرح پہنچتا ہے:

سیّد محمدؐ بن سیّد عبداللہ بن عثمان بن موسیٰ بن قاسم بن نجم الدّین بن عبداللہ بن یوسف بن یحییٰ بن نعمت اللہ بن اسمٰعیل بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن سیّدنا امام حسین بن امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ۔

ان کا لقب خاتم الاولیا تھا المعروف بہ "مہدی موعود"۔ ان کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ وہ ۱۴ جمادی الاوّل ۸۴۷ھ مطابق ۱۴۱۳ء کو بمقام جون پور پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں قرآنِ مجید حفظ کیا اور بارہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ کے علم اور وسیع معلومات سے علمائے وقت آپ سے بہت مرعوب ہوئے۔ انہوں نے آپ کو "اسعد العلماء" کا خطاب دے کر آپ کو اسی خطاب سے پکارنا شروع کیا۔

حسین شاہ شرقی کے ساتھ آپ جنگ میں شریک ہوئے اور اڑلیسہ کو دوبارہ فتح کرنے میں حسین شاہ کامیاب ہوا۔ یہ واقعہ ۸۶۴ھ کا ہے۔

---

[1] آئینِ اکبری

آپ ۸۸۷ھ میں جون پور سے ہجرت کر کے داناپور (عظیم آباد پٹنہ) تشریف لے گئے۔ آپ کے اہل وعیال ساتھ تھے۔ وہاں سے چندیری گئے اور وہاں سے منڈو (مانڈو)۔ وہاں کا بادشاہ غیاث الدین خلجی آپ کا معتقد ہوا۔ بعدازاں چانپانیر (گجرات) تشریف لے گئے اور وہاں آپ کی اہلیہ کا انتقال ہوا۔ سلطان محمود احمد بیگڑو کی آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔ البتہ جالور کا تاجدار زبدۃ الملک عثمان خاں آپ سے ملا اور آپ کا عقیدتمند ہوا۔

آپ ۸۹۰ھ میں چانپانیر سے خاندیش پہنچے، اور پھر دولت آباد ہوتے ہوئے احمد نگر پہنچے پھر بیدر گئے اور وہاں سے گلبرگہ پہنچے۔ وہاں سے پھر وہ مکہ معظمہ روانہ ہوگئے۔ حج بیت اللہ سے ۹۰۱ھ میں فارغ ہوئے اور پھر جدہ ہوتے ہوئے کھنائٹ یادیو آئے اور احمد آباد پہنچ کر تاج خاں سالار کی مسجد واقع جمال پور میں قیام کیا۔

ایک دن انہوں نے کہا کہ میں دنیا میں ہی مادی آنکھوں سے خدا کو دکھا سکتا ہوں۔ اس پر علمار نے قتل کا فتویٰ دیا لیکن مولانا تاج محمد خاں نے اس کی مخالفت کی اور فتویٰ پر عمل درآمد نہیں ہوا۔

انہوں نے مخالفت دیکھ کر احمد آباد چھوڑ دیا اور سولہ سا نتیج پہنچے۔ پھر نہروالہ پٹن پہنچے۔ پھر پٹن سے برلی پہنچے۔ اور برلی میں دعویٰ مہدی موعود کا کیا۔ رویتِ باری کے مسئلہ پر ان کی سب سے پہلے مخالفت احمد آباد میں ہوئی۔ برلی سے تھڑاد آئے اور پھر جالور گئے۔ پھر ناگور (مارواڑ) گئے۔ وہاں سے جیسلمیر ہوتے ہوئے نصرپور کاہہ پہنچے اور پھر نصرپور کاہہ (سندھ) سے ٹھٹھہ آئے۔ وہاں سے آپ نوسو اشخاص کے ساتھ خراسان روانہ ہوئے۔ قندھار ہوتے ہوئے فرح پہنچے۔ اور ۱۹، ذیقعدہ ۹۱۰ھ مطابق ۲۳، اپریل ۱۵۰۵ء کو وفات پائی۔ اور موضع "رج" اور فرح کے درمیان مدفون ہوئے۔

جدّ وجہد

آپ (حضرت شیخ محمد بن طاہر ملتی) نے مہدویوں کے خلاف اس وقت جدوجہد شروع

کی جب ان کی سرگرمیوں نے شدّت اختیار کرلی اور جو ان کے عقائد سے انکار کرتا اس کو قتل کر ڈالتے تھے۔

آپ نے دلائل عقلی و نقلی سے اُن کے عقائد کی تردید کی۔ تحریر اور تقریر سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ایک رسالہ "نصیحتہ الولاۃ" لکھا اور شیر خاں[1] کو بھیجا۔ وہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ اگر مولانا نے یہ کتاب نہ لکھی ہوتی تو میں قیامت کے دن ان کا دامنگیر ہوتا۔ رسالہ کے اثر سے کچھ دن تو امن و امان رہا اور پھر شورش شروع ہوئی۔ سلطان مظفر سوئم گجرات کا آخری بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں گجرات میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اس وجہ سے آپ (حضرت محمّد بن طاہر پٹنی) کی اصلاحی کوششیں کامیاب نہ ہوسکیں۔

تلوار سے حملہ

آپ کی تحریر اور تقریر سے خطرہ محسوس کرکے کچھ لوگ آپ کے درپے آزار ہوئے۔ ایک شخص نے آپ پر تلوار سے حملہ کیا۔ آپ کے زخم پر ٹانکے لگے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"زخم کو سوئی سے سولہ دفعہ ٹانکے دیتے وقت
میں نے کوئی تکلیف محسوس نہیں کی، مگر صرف تین
ٹانکے پر"

آپ جلد شفایاب ہوگئے۔

احمد آباد میں آمد

آپ پٹن سے احمد آباد اس خیال سے گئے کہ وہاں امراء، وزراء اور اراکین دولت سے مل کر ان کی امداد حاصل ہو سکے گی اور رخنہ اندازی بڑھنے کے بجائے مسئلہ ایک ہی بار طے ہو جائے گا۔ آپ جب احمد آباد پہنچے تو کسی کو اس طرف متوجہ نہ پایا۔ ہر ایک

---

[1] شیر خاں فولادی۔ حاکم پٹن۔

کو اپنے اغراض و مقاصد سے کام تھا اور خانہ جنگی کے سبب وہ کسی دوسری طرف توجہ نہیں دے سکتے تھے۔

واپسی

آپ مایوس ہو کر احمد آباد سے پٹن آئے اور پند و نصائح، وعظ و نصیحت اور رشد و ہدایت کرتے رہے۔

پگڑی اتار دی

آپ کی تعلیم و تلقین کچھ مؤثر ثابت نہ ہوئی۔ مہدوی کبھی خاموش ہو جاتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ ایک طوفان برپا ہوتا۔ غرض شورش ختم نہیں ہوئی۔ آپ نے حکومت سے اپیل کرنے کے بجائے خود ہی تدبیر سوچی۔ عاجز اور تنگ آکر اور پریشان ہو کر آپ نے اپنے سر سے دستار اُتار دی اور فرمایا:

"اس دستار کے سر پر رکھنے سے کیا فائدہ جب
تم مری بات نہیں مانتے ہو۔ میری بات نہ ماننے
کے یہ معنی ہوئے کہ تم مجھے عالم نہیں سمجھتے ہو جس
کی فرمانبرداری از روئے قرآن و حدیث نائب
رسول ہونے کے سبب سے ضروری ہے۔"

گجرات کی سلطنت کا خاتمہ

شہنشاہِ اکبر کے امرا میں سے کچھ کی یہ رائے تھی کہ گجرات کی بدنظمی، بدامنی اور بدعت اور شرک کو دُور کیا جائے۔ اور کچھ امرا کی یہ رائے تھی کہ حالات کا جائزہ لیا جائے۔ سلطان مظفر گجراتی کے وزیر اعتماد خاں کا اکبر کو دعوت نامہ ملا اور ابوتراب شیروانی جو اعتماد خاں کا مشیر تھا، اکبر کو گجرات پر حملہ کرنے کی ترغیب و توجہ دلانے میں کامیاب ہوا۔ شہنشاہ اکبر مالدہ سے سیدھا گجرات پہنچا اور پٹن پر قبضہ کر کے احمد آباد پہنچا اور

اور تمام گجرات کو اپنے تسلّط میں لایا۔

اکبر کا آپ کے سر پر عمامہ باندھنا

پٹن پہنچ کر امرا اور علمار سے اکبر ملا۔ آپ کو ننگے سر دیکھ کر وجہ پوچھی۔ جب وجہ بتائی گئی تو اکبر نے اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر عمامہ باندھا اور آپ سے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں۔ آئندہ سے مذہبی اور شرعی معاملات آپ کے مشورہ سے طے ہوا کریں گے۔ اکبر نے آپ کو شیخ الاسلام کے عہدہ پر فائز کیا۔

نظم ونسق

گجرات فتح کرنے کے بعد اکبر نے خانِ اعظم مرزا کو گجرات کا ناظم (گورنر) مقرر کیا۔ خانِ اعظم سے آپ کے خوشگوار تعلّقات قائم ہو گئے۔ اس کے بعد عبدالرّحیم خانِ خاناں گجرات کا ناظم مقرر ہوا۔ اس سے آپ کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے۔ اس نے مذہبی معاملات کی طرف سے بے اعتنائی برتی۔ عبدالرّحیم خانِ خاناں کو اکبر نے اپنے پاس بلا لیا اور وزیر خاں اس کے نائب کی حیثیت سے نظامت کے فرائض انجام دینے لگے۔ اس کے چلے جانے کے بعد شہاب الدّین احمد خاں گجرات کا حاکم مقرر ہوا اور سلطان مظفر سویم گجراتی کا سابق وزیر اعتماد خان گجراتی پٹن کا عامل (فوجدار) مقرر ہوا۔[1]

آگرہ کا قصد

آپ بہت دل شکستہ ہوئے کہ کسی ناظمِ گجرات نے دینی مسائل کی اصلاح میں آپ کے ساتھ اشتراکِ عمل نہیں کیا۔ آپ نے یہ سوچا کہ آگرہ جا کر اکبر سے اس کی شکایت کریں۔ اکبر کے دینی عقائد کا بھی آپ کو پتہ لگا تھا۔ پس آپ نے یہ طے کیا کہ آگرہ جا کر اکبر کو بھی راہِ راست پر لائیں۔ اور گجرات میں بڑھتے ہوئے شرک، کفر و بدعت کی بھی

---

[1] مراۃ احمدی۔ جلد اوّل

شہنشاہ اکبر کو اطلاع دیں۔

عمامہ اُتار دیا

خانِ اعظم مرزا کے جو گجرات کا ناظم تھا، جانے کے بعد جب آپ کی کوئی شنوائی نہ ہوئی تو آپ نے پھر سر سے عمامہ اُتار دیا اور ننگے سر رہنے لگے۔ آپ نے یہ عہد کیا کہ جب تک شرک و بدعت اور ظلمت و تاریکی دُور نہ ہوگی اس وقت تک سر پر عمامہ نہ رکھوں گا۔

آگرہ کو روانگی

آپ ۹۸۶ھ میں مالدہ پہنچے۔ سارنگ پور پہنچ کر شیخ الاسلام بھکاری کے صاحبزادے شیخ حاجی محمدؒ جو آپ کے شاگرد تھے، کے یہاں تین روز قیام کیا۔ وہاں سے موضع سونی پہنچے۔

شہادت

موضع سوحی میں آپ نے قیام کیا۔ ۶ شوال ۹۸۶ھ کو آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔[1] آپ تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اس وقت آپ کو شہید کر دیا۔ شور و غل سے لوگ جاگ اٹھے۔ سارنگ پور میں حاجی شیخ محمدؒ نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ "مجھے شہید کر دیا گیا ہے۔ تم کفن دفن کا انتظام کرو"۔ وہ اور لوگوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ابھی تھوڑی دُور ہی گئے تھے کہ دیکھا کہ آپ کے شاگرد اور درویش جو آپ کے ساتھ تھے، لاش لئے آرہے ہیں۔

تدفین

سارنگ پور میں آپ کی تجہیز و تکفین ہوئی۔ اور شیخ بھکاریؒ کے قبہ میں آپ کو سپردِ

---

[1] انوارِ صوفیہ میں ۹۸۰ھ درج ہے۔

خاک کیا گیا۔ آپ کی تاریخ وفات "اہلِ صراطِ مستقیم" سے برآمد ہوتی ہے۔

مزارِ مبارک

شہنشاہ اکبر کو جب آپ کی شہادت کی خبر ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ سارنگ پور سے لاش پٹن لے جائی جائے اور وہاں دفن کی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ کا مزارِ مبارک پٹن میں مرجع خاص و عام ہے۔

اولاد

آپ کی اولاد پٹن میں خوب پھلی پھولی اور آج تک پٹن میں آپ کے خاندان کے افراد موجود ہیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے کا نام ابراہیم ہے۔

شاگردان

آپ کے مشہور شاگرد حسبِ ذیل ہیں۔

جناب محمد فضل۔ حضرت شیخ ضیاء الدین بن شیخ محمد غوث (گوالیاری)۔ مولانا میاں احمد خاں پٹنی شیخ داؤد بن شیخ حسن۔ مولانا برہان الدین واعظ۔ مولانا احمد۔ مولانا اسحاق۔ میاں جلال۔ مولانا شاہ محمد حسن۔ مولانا میاں نور محمد حسن۔ مولانا میاں عبدل بن فتح اللہ سارنگ پوری۔ مولانا شیخ محمد شطاری۔ مولانا شیخ جیون سورتی۔ مولانا شیخ حسین سورتی۔ شیخ عبدالہادی احمد آبادی۔ شیخ فرید کاسب پٹنی۔ شیخ عبدالنبی صدرالصدور۔

علوئے مرتبت

حافظ زین العابدین مالدہ آئے۔ اُن کے ساتھ خان دوران تھا۔ وہاں انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ میں نے اپنے اُستاد علی متقیؒ سے سُنا کہ ایک دن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ :

"یارسول اللہ! آج کل آپ کی نسبت پر صحیح طور سے چلنے والا کون ہے؟"

سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"شیخ علی متقی۔ پھر محمد طاہر گجراتی۔ پھر عبدالوہاب۔"

پیر و مرشد کا مکتوب

حضرت شیخ علی متقیؒ نے اس خواب کے بعد ایک خط آپ کو لکھا جس کا مضمون یہ ہے:

"حمدِ خدا، اور نعتِ رسول کے بعد علی بن حسام کی طرف سے یہ خط مولانا محمد طاہر کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ جو پسند کرے اس کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرتِ رسول اللہ صلعم سے سوال کر رہا ہوں کہ لوگوں سے افضل اس زمانہ میں کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تُو ہے۔ عرض کیا کہ اس کے بعد۔ ارشاد ہوا کہ مولانا محمد طاہر ہندوستانی۔ خواب سے جیسے بیدار ہوا کہ اس وقت عبدالوہاب آئے اور قبل اس کے کہ میں کچھ ان سے کہوں خود انہوں نے اِس واقعہ کو دہرایا۔ پس دونوں آدمیوں کے ایک ہی خواب دیکھنے سے خداوند کی درگاہ سے اُمید ہے کہ ہماری اور تمہاری عاقبت بخیر ہو۔ آمین۔"

آپ کے پیر و مرشد کا یہ طریقہ تھا کہ وہ جب آپ کو خط لکھتے تھے تو کبھی میاں محمد طاہر اور کبھی محمد طاہر سے خطاب کرتے تھے۔ اس خواب کے بعد آپ نے کاتب سے فرمایا کہ مولانا محمد طاہر لکھو۔ جب کاتب نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ میں نے آنحضرت صل اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہی خطاب سُنا ہے۔ پھر بھلا میں اس کے خلاف کیسے اور کیونکر کر سکتا ہوں۔

سیرتِ مبارک

آپ عالمِ باعمل اور درویشِ دلریش تھے۔ علمِ حدیث سے آپ کو خاص شغف تھا۔ علمِ حدیث کو پھیلانے میں آپ نے بہت تکالیف برداشت کیں۔ سنّی بوہروں کی اصلاح میں آپ

نے کافی جدوجہد کی۔ اُن کی تمدّنی، اخلاقی، اعتقادی، سماجی، اقتصادی اور روحانی اصلاح پر آپ نے کافی زور دیا۔ فرقہ مہدوی کی تردید، رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین، تبلیغ اور درس و تدریس میں آپ کا زیادہ وقت گزرتا تھا۔ آپ کے پاس ایک بیش بہا کتب خانہ تھا جس میں مختلف علوم و فنون پر کتابیں تھیں لیکن علمِ حدیث پر بہترین انمول کتابیں تھیں۔

عِلمی ذوق

آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ ذیل میں خاص خاص کتابوں کے نام دیے جاتے ہیں:

مقاصد جامع الاصول مشتمل بر احادیث ستہ مجمع البحار۔ تکملہ مجمع البحار۔ حاشیہ مقاصد الاصول۔ حاشیہ صحیح بخاری۔ حاشیہ صحیح مسلم۔ حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح۔ چہل حدیث۔ عدۃ المعتبدین۔ منہاج السالکین۔ توسل (اسمائے رجال میں ہے) مخنی اللبیب۔ تذکرۃ الموضات۔ قانون الموضات۔ تلویح و توضیح کا حاشیہ۔ شرح عقیدہ۔ طبقاتِ حنفیہ۔ رسالہ نہروالہ (جو "رسالہ مکیہ" کے نام سے مشہور ہوا)۔ مختصر منتظریہ۔ نصیحۃ الولاۃ والرعاۃ والرعیۃ۔ رسالہ امساک مطر۔ رسالہ احکام بیر۔ نصاب البیان۔ نصاب المیزان۔ کفایۃ الفرطین شرح شافیہ (صرف میں ہے) خلاصۃ الفوائد (علم صرف میں ہے) دستور الصرف۔ رسالہ کحلیہ۔

کرامات

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ سیر و تفریح کرتے تالاب کونکری پہنچے اور وہاں املی کا بیج بویا۔ وہ بیج فوراً اگ آیا اور اس میں چار پتے بھی نمودار ہوئے۔ پٹن میں وہ درخت اب تک ہے اور خوب ہرا بھرا ہے۔

شہنشاہ اکبر نے حکم دیا کہ آپ کا تابوت سارنگ پور سے پٹن لے جایا جائے اور وہاں

دفن کیا جائے۔ چھ مہینے کے بعد جب تابوت پٹن لے جانے کے لئے نکالا گیا اور جب تابوت پر سے لوح ہٹائی گئی تو حاضرین کو یہ دیکھ کر بہت تعجّب ہوا کہ کل مونگرہ اُگا ہوا ہے اور وہ قدم کی جانب سے اُگ کر دو شاخہ ہو گیا ہے اور ناک کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اس درخت میں چار پتّے اور پھول تھا۔ دو پتّے تو ناف کے پاس اور دو مُنہ کے پاس اور پھول ناک کے مقابل موجود تھا۔ حاضرین نے تبرّک سمجھ کر اس درخت کے پتّوں، پھول اور ٹہنیوں کو تقسیم کر لیا۔

آپ کا تابوت جب پٹن لایا گیا تو پٹن کے حاکم نے جو آپ کا مرید تھا، آپ کا چہرہ مبارک دیکھنا چاہا۔ منع کرنے پر بھی وہ نہ مانا۔ پردہ کر کے جب وہ تن تنہا اندر گیا تو اس نے دیکھا خون زخم سے جاری تھا اور بدنِ مبارک سے خوشبو آ رہی تھی۔

شرف الدّین کی عیادت کو میاں بڈھن اور شیخ لغمانی ساتھ ساتھ گئے۔ شرف الدّین نے کہا کہ ایک عجیب بات ہے جو میں نے آج تک کسی سے نہیں کہی۔ اب دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں اس لئے بہتر ہے کہ اس کا آج ذکر کروں۔ انہوں نے (شرف الدّین نے) بتایا کہ انہوں نے ایک خوبصورت سنگین گنبد اس خیال سے خریدا تھا کہ وہ اس کو حاجی نوحات کے مقبرہ پر لگائیں گے۔ جب دوسرے دن گنبد اتروانے کا خیال کیا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خواب میں زیارت ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ:

"یہ گنبد تمہارا نہیں ہے۔ یہ گنبد دوسرے کے
لئے بنا ہے، اس لئے تم اس گنبد سے دست
بردار ہو جاؤ۔"

سرورِ عالم کے فرمان اور حکم کے مطابق انہوں نے اس گنبد کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

اس کے کچھ عرصے کے بعد آپ (حضرت شیخ محمّد بن طاہر) کا تابوت پٹن پہنچا۔ ان کی اولاد

نے اس گنبد کو خرید کر اُتروانا چاہا۔ شیخ شرف الدّین کہتے ہیں کہ میں نے اپنے خواب سے ان کو آگاہ کرنا چاہا اور ایسا کرنے سے منع کرنا چاہا۔ پھر سوچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خود ان کو بھی منع فرما دیں گے۔ غرض آپ کی اولاد نے گنبد اتروایا اور اس کو آپ (حضرت محمّد بن طاہر) کے مقبرہ پر چڑھایا۔ چڑھانے میں کوئی دقت یا رکاوٹ نہ ہوئی۔ نہایت آسانی اور خوبصورتی سے وہ گنبد آپ کے مزار پر نصب ہو گیا۔ اُس گنبد کا کوئی پتّھر یا پتّھر کا ٹکڑا نہ گرا اور نہ ٹوٹا۔ شیخ شرف الدّین کہتے ہیں کہ یہ دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ گنبد آپ (حضرت محمّد بن طاہر) کے لئے ہی تھا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ عالی اسی طرف تھا۔

باب ۵۹

حضرت شاہ سیفُ اللہ رفاعی

حضرت شاہ سیف اللہ رفاعیؒ کلماتِ حقائق اور خوارق عادات میں مخصوص تھے۔

خاندانی حالات

آپ حضرت شیخ احمد بن ابوالحسن رفاعیؒ کے خاندان سے تھے، اور حضرت شیخ احمد رفاعی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی اولاد سے تھے[۱]۔ وہ عرب کے ایک قبیلہ رفاعیہ سے منسوب کئے جاتے ہیں اور اس نسبت کی وجہ سے رفاعی مشہور ہوئے۔

وہ ابوالحسن کے صاحبزادے اور حضرت شیخ علی فادمی کے مُرید و خلیفہ تھے۔ ان کا شجرہ

---

[۱] نفحات الانس (از مولانا جامی)۔ (فارسی)

پانچ واسطوں سے حضرت خواجہ ابوبکر شبلیؒ تک اس طرح پہنچتا ہے۔

حضرت شیخ احمد۔ شیخ علی فادمی۔ شیخ ابوالفضل۔ شیخ ابوعلی غلام ابن نرکان۔ شیخ علی رودباری۔ شیخ مجل عجمی۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ۔

امام شعرانیؒ نے ان کے متعلق فرمایا کہ:

"شیخ احمد کو اللہ تعالیٰ نے حیوانوں اور چارپایوں کی خدمت پر مامور فرمایا تھا۔"

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک کتّا ام عبیدہ میں تھا۔ اس کو خارش تھی۔ لوگوں نے اس کو جنگل کی طرف بھگا دیا۔ حضرت شیخ احمد اس کتّے کے ساتھ جنگل گئے اور اس کے بدن پر دوا ملتے، مالش کرتے، کھلاتے اور نہلاتے تھے۔ ان کی اس توجہ سے وہ کتّا کچھ ہی دنوں میں اچھا ہو گیا۔ شیخ سلائی اس واقعہ کی طرف اس طرح اشارہ فرماتے ہیں۔ ؎

ازاں بر ملائک شرف داشتند — کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

عبادت بجز خدمتِ خلق نیست — بہ تسبیح و سجّادہ و دلق نیست

ان کا وصال ۱۲ جمادی الاول ۵۷۸ھ کو ہوا۔[1] بعض کا خیال ہے کہ آپ کی تاریخِ وصال ۵۷۰ھ ہے۔ ان کا مزارِ مبارک ام عبیدہ میں ہے۔

ہندوستان کو روانگی

بشارت پاکر آپ بصرہ سے جہاں آپ مقیم تھے، ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے۔ بصرہ سے سندھ پہنچے۔ سندھ سے احمد آباد آئے۔ احمد آباد سے سورت اونٹ پر گئے۔

راندھیر میں قیام

سورت سے آپ راندھیر تشریف لے گئے۔ راندھیر کو پہلے منی پور کہتے تھے۔ راندھیر پہنچ

---

[1] سفینۃ الاولیاء (از داراشکوہ) (فارسی) ص ۱۷۴

کر آپ نے ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ اس مسجد پر جس کو آج کل میاں کی مسجد کہتے ہیں۔ جنات کا تسلط تھا۔ جن وہاں رات کو کسی کو نہ ٹھہرنے دیتے تھے۔ اگر کوئی رات کو مسجد میں رہ جاتا تو جن اس کو مار ڈالتے تھے۔ چنانچہ راندھیر کے لوگوں نے آپ کو منع کیا کہ وہاں نہ ٹھیریں۔ لیکن آپ نے کوئی پروا نہ کی اور رات کو مسجد میں رہے۔ صبح کو جب مسجد کا دروازہ کھولا گیا تو سب کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت اور مسرت ہوئی کہ آپ زندہ ہیں اور نماز پڑھ رہے تھے۔ اس بات سے تمام راندھیر میں آپ کی شہرت ہو گئی اور لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور فیض پانے لگے۔

راز و نیاز کی باتیں

آپ کے راندھیر میں آنے سے قبل وہاں حضرت شاہ عبدالرحمٰن شیر میاں پہنچ چکے تھے۔ ان کو جب آپ کے آنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے ایک دودھ سے بھرا ہوا پیالہ آپ کے پاس بھیجا۔ آپ نے اس پر ایک پتی رکھ کر وہ پیالہ واپس کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ شاہ عبدالرحمٰن شیر میاں نے آپ کو یہ بات بتائی کہ راندھیر میں کسی اور درویش کی گنجائش نہیں۔ انہوں نے آپ کو یہ بات بتائی کہ وہ راندھیر میں اس طرح رہیں گے جیسے کہ پتی دودھ پر رکھی ہوئی ہے۔

رہائش کیلئے جگہ

راندھیر میں آپ نے ایک زمین خانقاہ کے لئے خریدنا چاہی۔ اس زمین کے مالک سے جب قیمت پوچھی تو اس نے کہا کہ جس چادر پر آپ بیٹھے ہو اس کو بھر دو۔ اتنی قیمت ہو گی۔ آپ نے یہ سن کر حکم دیا کہ مٹی جمع کی جائے۔ جب مٹی کا ڈھیر ہو گیا تو آپ نے اس پر چادر بچھا دی۔ آپ نے اس شخص سے کہا کہ چادر ہٹاؤ اور جو ہے، وہ سب لے جاؤ!

اس شخص نے ایسا ہی کیا۔

مسجد کی تعمیر

آپ نے راندھیر میں ایک مسجد بھی تعمیر کی۔

مزار

آپ کا مزار راندھیر میں ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔

سیرت

آپ خدمتِ خلق میں مصروف رہتے تھے۔ جانوروں اور انسانوں کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ سخاوت کے لئے مشہور تھے۔ لنگر بڑے پیمانے پر کرتے تھے۔ رشد و ہدایت میں مشغول رہتے تھے۔ تعلیم، تلقین اور تبلیغ کے فرائض آپ نے بحسن و خوبی ادا کئے۔ آپ لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے اور اُن کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے۔ عبادت ریاضت سے غافل نہیں رہتے تھے۔

کشف و کرامات

آپ کا ایک مُرید تھا اُس کے اولاد نہ ہوتی تھی۔ ایک دن اس نے عرض کیا۔ آپ نے ایک دوسرا مرید پھلوں سے بھرا ہوا خوان لایا۔ اس خوان میں سے آپ نے دو پھل اُٹھا کر اس مُرید کو دیے جس نے اولاد کے متعلق عرض کیا تھا اور فرمایا کہ ایک پھل تم کھا لینا دوسرا اپنی بیوی کو دے دینا اور میں دُعا کروں گا۔

اُسی سال اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ حجامت بنوا رہے تھے کہ یکایک آئینہ مانگا۔ آئینہ میں مُنہ دیکھا اور فوراً کھڑے ہو گئے اور ایک حجرہ میں چلے گئے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد آپ باہر تشریف لائے تو نائی نے دیکھا کہ آپ کے دونوں ہاتھ پانی سے بھیگے ہوئے ہیں اور آپ کے کاندھے پر کیچڑ کے نشان موجود ہیں۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ پندرہ بیس دن کے بعد آپ کی خانقاہ میں کچھ لوگ حاضر ہوئے اور انہوں

آپ کو نذر پیش کی۔ آپ نے قبول فرمائی۔ ان لوگوں سے آپ نے دریافت کیا کہ سفر کیسا رہا اور پھر آپ نے فرمایا کہ جو منّت تم لوگوں نے مانی تھی اس میں کمی کیوں؟ اس پر اُن میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور نے ہم سب کو بچایا اور ہمارے جہاز کو ڈوبنے سے بچایا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے یاد کرنے پر آپ کس طرح سے پانی پر چل کر تشریف لائے اور کس طرح سے ہاتھ پانی میں ڈالے اور کس طرح سے کاندھے کا سہارا دے کر جہاز کو نکالا۔ یہ بھی بتایا کہ انہوں نے نذر و نیاز مانی تھی اور کس طرح سے انہوں نے اس میں کمی کرنا چاہی جس کی وہ معافی چاہتے ہیں اور تلافی کرنا چاہتے ہیں۔

تعلیمات

آپ نے لوگوں کو اللہ سے ڈرنے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کرنے کی تاکید فرمائی۔

آپ نے قرآنِ مجید کی رفعت و عظمت سے لوگوں کو باخبر کیا اور بتایا کہ قرآنِ مجید ایک رہنما ہے جو ہمیشہ سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

آپ خاندان پر ناز اور خاندانی دولت و ثروت پر فخر کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایسا شخص آپ کے خیال کے مطابق کبھی بھی معرفت کی بُو تک نہیں سونگھ سکتا۔

غرور اور تکبّر آپ کے نزدیک دو بُت ہیں۔ ذرا سا غرور یا تکبّر برسوں کی بے ریا عبادت کو ضائع کر دیتا ہے۔

آپ نے سچ بولنے کی تلقین کی۔ جو شخص خدا تک پہنچنا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ سچ بولے، کینہ و بغض کو دل سے نکال دے، لوگوں سے غرض نہ رکھے اور طمع اور لالچ کے جال میں نہ پھنسے۔

آپ اصل عبادت مخلوق کی بے لوث خدمت کو سمجھتے تھے۔ پیر و مرشد کی خدمت کو آپ بیش بہا نعمت سمجھتے تھے، اور آپ یہ سمجھتے تھے کہ جب تک پیر و مرشد ہی خدمت

لینا نہ چاہے مرید ہرگز خدمت نہیں کر سکتا۔

آپ نے بتایا کہ سخاوت بڑی چیز ہوتی ہے۔ درویش کے لئے سخاوت کے اور معنی ہیں اور دنیادار کے لئے اور۔ درویش میں سخاوت ایسی ہونی چاہیئے کہ بھوکے کو کھانا، ننگے کو کپڑا اور پیاسے کو پانی ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ کسی آنے والے کو محروم نہ رکھے۔

آپ نے اس بات پر زور دیا کہ محبّت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ محبّت صرف انسان سے ہی کی جائے۔ محبّت جانوروں سے بھی ہو سکتی ہے، پرندوں سے بھی ہو سکتی ہے، پیڑوں اور پودوں سے بھی ہو سکتی ہے۔ غرض محبّت ہر جاندار سے ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اُن چیزوں سے بھی محبّت ہو سکتی ہے جن میں جان نہیں ہے۔ محبّت اچھی چیز ہے، کسی سے بھی ہو، کہیں بھی ہو، کیسے بھی ہو۔

باب ۶۰

حضرت شاہ شرف

حضرت شاہ شرف کے مکمّل حالات نہیں ملتے۔ اتنا معلوم ہو سکا کہ آپ عبّاسی خاندان کے ایک معزز فرد تھے۔

نام نامی

آپ کا نام نامی اسمِ گرامی شاہ شرف ہے۔

وصال

آپ کا وصال ۲۰ رجب ۱۰۰۶ھ مطابق ۱۵۹۷ء کو ہوا۔ مزارِ پرانوار پٹن میں زیارت

گاہِ خاص و عام ہے۔

سیرت

آپ ہمہ وقت اور ہمہ تن عبادت، ریاضت اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ دنیا سے بے خبر اور دنیا والوں سے بے نیاز تھے۔ آپ زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ صاحبِ کشف و کرامات تھے۔

باب ۶۱

حضرت شیخ محمدؒ حبشی

حضرت شیخ محمدؒ حبشی مقربِ بارگاہ ایزدی ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کا خاندان علم و عرفان کے لئے مشہور تھا۔ آپ کے دادا شیخ احمد جو میانجیو کے لقب سے مشہور ہیں شیخ نصیر الدین ثانی کے صاحبزادے تھے۔[1]

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام حسن محمدؒ تھا۔

ولادت

آپ ۹۵۶ھ میں احمد آباد میں پیدا ہوئے۔ "شیخ ولی" سے آپ کی ولادت کی تاریخ

---

[1] انوار العارفین (فارسی) ص۔ ۳۲۱

برآمد ہوتی ہے۔

نام

آپ کا نام شمس الدّین ہے۔

القاب

آپ کے القاب محمّد اور قطب ہیں۔

کنیّت

آپ کی کنیّت ابوالحسن ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے اپنے والد ماجد سے تعلیم پائی۔ علمِ حدیث اور فقہ میں آپ نے شغف اور دلچسپی کا اظہار کیا۔ علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ علومِ باطنی کی طرف متوجّہ ہوئے۔

بیعت و خلافت

آپ نے اپنے والد کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اُن ہی سے خرقۂ خلافت پایا۔ بعدہٗ آپ اُن کے سجّادہ پر بیٹھ کر رشد و ہدایت فرمانے لگے اور تشنگان کی رُوحانی پیاس بجھانے لگے۔

مسجد میں گوشہ نشینی

والد ماجد کے وصال کے بعد آپ کو بہت سے مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ظاہری اور باطنی طور پر آپ نے اس آزمائش کے دَور کا کوئی اثر نہ لیا۔ ظاہری آمدنی کوئی نہ تھی۔ فقر و فاقہ کی یہ نوبت پہنچی کہ گھر والے اکثر آپ سے شکایت کرتے اور مُرید کہتے کہ شاہانِ گجرات کو خبر کریں۔ لیکن آپ منع فرماتے تھے۔ آپ نے شہنشاہ اکبر کو سندیں دِکھا کر جاگیریں واپس لینے کی تجویز مُسترد کر دی۔ آپ نے کئی سال ملک مقصود کی مسجد میں گزارے۔ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔

خانقاہ میں رہائش

کچھ سال کے بعد اپنی خانقاہ میں تشریف لائے جو شہر میں تھی اور لوگوں کو رشد و ہدایت کرنے لگے اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔

اولاد

آپ کے چار لڑکے تھے جن کے نام یہ ہیں[1]:
شیخ سراج الدین۔ شیخ عزیز اللہ۔ شیخ حسن محمدؒ اور شیخ محمود۔

وفات

آپ نے ۲۹ ربیع الاول ۱۰۴۱ھ کو وصال فرمایا[2]۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۵ سال کی تھی۔ "واصلِ حق محمد چشتی" اور "چشتی محمد اکبر" سے آپ کی تاریخ وصال برآمد ہوتی ہے۔
مزار پُر انوار احمد آباد میں مرجعِ خاص و عام ہے۔

خلفاء

آپ کے بہت سے خلفاء تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور و معروف حضرت شیخ یحییٰ مدنی ہیں۔
حضرت شیخ یحییٰ مدنیؒ ایک بلند پایہ بزرگ ہیں۔ آپ شیخ محمدؒ کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ احمد آباد میں پیدا ہوئے۔
قطعہ تاریخ یہ ہے:

چو سلطان الولایت شیخ یحییٰ — کہ بروئے از خدا صد آفریں باد
تولد یافت در تاریخِ مسعود — سعادت ذاتِ پاکش را قریں باد

---

[1] انوار العارفین۔ ص ۲۲۱
[2] انوار العارفین۔ ص ۲۲۱

آپ کا نام محی الدین ہے[1]۔ آپ کا لقب یحییٰ ہے۔ اور آپ کی کنیت ابی یوسف ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کا نام یحییٰ ہے۔ لقب محی الدین ہے[2] اور کنیت ابا یوسف ہے۔

آپ ایک بڑے عالم تھے۔ آخری زندگی مدینہ منورہ میں گزاری اور وہیں آپ کا وصال ہوا اور وہیں آپ کا مزار ہے۔

وصالش ؎

در مدینہ شیخ یحییٰ بست و ہشتم از صفر　　کرد آہنگِ سفر در وصل حق شد کامراں

سیرت

آپ قناعت و توکل میں بے نظیر تھے۔ سلاطین اور امرار سے جہاں تک ممکن ہوتا دور رہتے تھے۔ رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین اور عبادت و ریاضت میں وقت گزارتے تھے۔ اپنا حال کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے۔ اخفار راز کو درویش کا جوہر سمجھتے تھے۔

آپ قطبیت کے درجہ پر فائز تھے۔ اکثر سکر و صعو کی حالت سے گزرتے تھے۔

تعلیم

آپ نے فرمایا کہ:

"خدا رزاق ہے۔ پھر خدا کو چھوڑ کر بادشاہوں کے در پر کیوں جایا جائے۔ خدا کے ہوتے ہوئے بادشاہوں کا احسان مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

---

[1] انوار العارفین۔ ص ۳۲۱

[2] تکملہ سیر الاولیاء۔ فارسی۔ ص ۔۔۔

کشف و کرامات

آپ صاحبِ کشف و کرامات تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت نصیر الدّین چراغ دہلیؒ کے مزارِ پرانوار پر حاضر ہوئے۔ آپ تن تنہا اندر تشریف لے گئے۔ مزارِ مبارک شق ہوا۔ ایک شخص یہ دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اس بات کا تذکرہ کیا۔ عام چرچا ہونا شروع ہوا۔ ہوتے ہوتے شہنشاہ جہانگیر کے کانوں تک یہ خبر پہنچی۔ جہانگیر نے آپ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے اس کی درخواست منظور فرمائی۔

سیّد احمد قادریؒ کے ذریعہ یہ بات طے ہوئی کہ آپ جہانگیر سے ملیں گے۔ آپ جب جہانگیر سے ملنے پہنچے تو اس وقت جہانگیر شیروں کا تماشہ دیکھنے میں محو تھا۔ اتنے میں ایک شیر پنجرہ سے باہر نکل آیا۔ لوگ بہت سراسیمہ اور پریشان ہوئے۔ ابھی لوگ خوفزدہ تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ شیر پنجرہ سے باہر نکل کر آپ کی طرف بڑھا اور بجائے حملہ کرنے کے آپ کے پیروں پر گر پڑا۔ دُم ہلاتا تھا۔ شیر کا سر آپ کے پیروں پر تھا۔

باب ۶۲

حضرت شاہ عبدُاللطیفؒ

حضرت شاہ عبداللطیف کا ظاہر و باطن آراستہ تھا۔

خاندانی حالات

آپ سلطان محمود بیگرہ کے ایک سردار کے صاحبزادے تھے۔

نام

آپ کا نام ملک عبداللطیف ہے۔

لقب

آپ کا لقب داول شاہ پیر ہے۔

خطاب

آپ کا خطاب داور الملک ہے۔

رشد وھدایت

آپ رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین و تبلیغ کو ایک فرض سمجھتے تھے۔ آپ کی رشد و ہدایت و تعلیم و تلقین کے اثرات گجرات میں اب تک نمایاں ہیں۔ علاقہ کچھ کے بہت سے مسلمان جن کے آباو اجداد ہندو تھے، آپ کو اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں۔[1]

مزار

آپ کا مزار جو ناگڈھ کے قریب ہے۔[2]

کرامت

بیمار آپ کے مزار پر آتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔ اندھے آتے ہیں اور دوبارہ آنکھ میں روشنی پاتے ہیں۔

---

[1] دی پریچنگ آف اسلام۔ ص ۲۷۷

[2] انوارِ صوفیہ اردو ترجمہ اخبار الاخیار۔ ص ۲۳۶

باب ۶۳

حضرت شیخ بابو جیو

حضرت شیخ بابو جیو صاحب دل اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔

خاندانی حالات وولادت

آپ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کی اولاد سے تھے۔ آپ پٹن میں پیدا ہوئے۔

بیعت وخلافت

آپ نے حضرت شیخ برہان الدین غریب کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ پیر و مرشد کی خدمتِ اقدس میں رہ کر روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت شیخ برہان الدین غریب مرید و خلیفہ سلطان المشایخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے تھے اور وہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے اور وہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے اور وہ سلطان الہند خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری کے۔

پٹن میں قیام

پٹن میں آپ پیدا ہوئے اور پٹن میں ہی آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت ہوئی۔ جمیع علوم ظاہری سے فراغت پا کر آپ علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کے حلقۂ درس میں بہت سے طلبار شریک ہوتے اور فیض پاتے تھے۔

ایک مدت تک آپ حضرت مولانا تاج الدین یعقوبؒ جو مولانا محبوب کے لقب سے مشہور ہیں، کے روضۂ مبارک کے متولی کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔ بعد

ازاں تولیت سے دست بردار ہوئے اور عبادت، ریاضت اور ذکر و فکر میں ہمہ تن مشغول ہوئے۔

وفات شریف

آپ کا ۱۰۰۶ھ مطابق ۱۵۹۷ء میں وصال ہوا[1]۔ مزار پٹن میں ہے۔

سیرت

توکل اور قناعت کے لئے مشہور تھے۔ فتوحاتِ فقراء، غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔

باب ۶۴

حضرت شیخ کمال الدّین یعقوب

حضرت شیخ کمال الدّین یعقوب صاحبِ کمالات بزرگ تھے۔

گجرات میں آمد

اپنے پیر و مرشد کے حکم سے گجرات آئے اور پٹن میں سکونت اختیار کی۔ آپ نے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھایا۔ بہت سے لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔

مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک پٹن میں واقعہ ہے۔

---

[1] اذکارِ ابرار۔ ص ۴۴۰

باب ۶۵

حضرت شیخ بُرہان الدّین

حضرت شیخ برہان الدّین علومِ ظاہری و باطنی میں یکتا تھے۔

بیعت و خلافت

آپ حضرت شاہ قاضن کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

پیر و مرشد کی دُعا

آپ شاعر بھی تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے پیر و مرشد سے عرض کیا کہ حضرت امیر خسروؒ کو سلطان المشایخ حضرت نظام الدّین اولیاء محبوبِ الٰہی کی دعا سے وہ فیض پہنچا کہ جس کی کوئی حد و حساب نہیں۔ اور ان کے کلام میں وہ اثر پیدا ہوا کہ ان کا کلام مقبولِ خاص و عام ہوا۔ پھر آپ نے اپنے پیر و مرشد سے یہ درخواست کی کہ:

"میرے لئے دعا کیجئے کہ میرا کلام مجاز سے نکل کر حقیقت کے درجہ کو پہنچے۔"

آپ کے پیر و مرشد نے جواب دیا:

"کلامِ ربّانی سے تمہارے اعتقاد کے موافق تم کو بھی کچھ دِیا گیا۔"

پیر و مرشد کی دُعا نے اپنا کام کیا اور اُس روز سے آپ کے کلام میں مٹھاس پیدا ہوئی اور کلام مقبول ہوا۔

سیرت

آپ عالمِ باعمل تھے۔ درویشِ دلریش تھے۔ درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ آپ نے اتنی کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن کتابوں کا پتہ نہیں چلتا

باب ۶۶

حضرت شاہ قاضن

حضرت شاہ قاضن اولیاء نامدار سے ہیں۔

نام

آپ کا نام نامی اسمِ گرامی حسین ہے۔

بیعت و خلافت

آپ مولانا شیخ علم الدین شطاری کے مرید ہیں اور چشتیہ و سہروردیہ سلسلو
خلافت اُن ہی سے پائی، آپ کا سلسلۂ ارادت و خلافت حضرت نصیر الدین چراغ
سے اس طرح ملتا ہے۔ شیخ قاضن، مرید حضرت قاضی علم الدین وہ مرید حضرت صدر
راجو قتال وہ مرید و خلیفہ حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت اور وہ خلیفہ حض
نصیر الدین چراغ دہلی۔

بحث و مباحثہ

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ اور سیّد احمد جہاں شاہ کے درمیان تصوّف کے م
پر کافی طویل گفتگو ہوئی۔ آپ نے حضرت جہاں شاہ سے مختلف سوالات طریقت

اجازت کے مسئلہ پر پوچھے۔ حضرت احمد جہاں شاہ نے ہر ایک سوال کا جواب اطمینان بخش دیا۔ اُن کے ان سوالات کے جوابات سے مطمئن اور خوش ہو کر آپ نے ایک دن ایک اجازت نامہ و خلافت نامہ حضرت جہاں شاہ کے صاحبزادے سیّد نصیر الدّین محمود کے نام اپنے ہاتھ سے لکھ کر اور ایک ٹوپی بطور تبرک دے کر برہان الدّین بن شہاب الدّین اور اپنے خادم میراں امیر خسرو کو حضرت جہاں شاہ کے پاس بھیجا اور یہ پیغام بھیجا کہ میاں نصیر الدّین محمود کو میری طرف سے یہ خرقۂ خلافت پہنائیں۔ حضرت جہاں شاہ نے ایسا ہی کیا اور اپنے صاحبزادے کو آپ کی قدمبوسی کے لئے بھیجا۔

وفات

آپ کا ۳، صفر ۹۲۰ھ مطابق ۱۵۱۴ء کو وصال ہوا۔ پٹن میں خان سرور تالاب پر آپ کا مزار واقع ہے۔

سیرت

آپ پٹن میں رہ کر ایک مدّت تک رشد و ہدایت فرماتے رہے۔ درس و تدریس آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ طلبار کی خبر گیری سے غافل نہیں رہتے تھے۔ آپ کی خانقاہ میں طلبار کا ہجوم رہتا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ کامل درویش بھی تھے۔ آپ کے پاس دُور دُور سے طلبار اپنی علم کی پیاس بجھانے کے لئے آتے تھے۔ خواص و عوام آپ کی بہت عزّت کرتے تھے۔

باب ۶۷

حضرت شیخ محمدؒ

حضرت شیخ محمدؒ برگزیدہ بزرگ ہیں۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام حسن محمدؒ ہے۔

ولادت

آپ ۹۵۶ھ میں احمد آباد میں پیدا ہوئے۔

نام

آپ کا نام شمس الدّین ہے۔

القاب

آپ کے القاب محمدؒ اور قطب ہیں۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والد ماجد کی نگرانی میں ہوئی۔ صرف و نحو، تفسیر، حدیث اور فقہ اور دیگر علوم ظاہری کے اکتساب سے فارغ ہو کر علوم باطنی کی طرف متوجّہ ہوئے۔

بیعت و خلافت

آپ نے اپنے والد ماجد حضرت حسن محمدؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اُن ہی سے خرقۂ خلافت پا کر صاحبِ اجازت ہوئے۔[1]

---

[1] انوار العارفین۔ ص ۳۲۱

اولاد

آپ نے چار لڑکے اپنے بعد چھوڑے جن کے نام یہ ہیں[1]:
شیخ سراج الدّین۔ شیخ عزیز اللہ۔ شیخ حسن محمّد اور شیخ محمود۔

وفات

آپ بروز یکشنبہ ۲۹ ربیع الاوّل ۱۰۴۱ھ کو جوارِ رحمت میں داخل ہوئے۔ مزار پُر انوار احمد آباد میں مرجعِ خاص و عام ہے[2]۔

خلفاء

آپ کے بہت سے خلفاء تھے۔ ان میں سے مشہور تر آپ کے بنیرہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی بن شیخ محمود ہیں۔

سیرت

آپ ترک و تجرید، حلم و بردباری، استقامت میں بے نظیر تھے۔ آپ جامع کمالات صوری و معنوی تھے[3]۔

عِلمی ذوق

آپ نے ایک تفسیر لکھی جس کا نام تفسیر محمّدی ہے۔ حضرت شیخ محمّدؒ نے آپ سے فرمایا کہ[3]:

"لوگ چرچا کریں گے اور کہیں گے اور چاہیں گے۔ تم ہوشیار رہنا۔ ہرگز اس تفسیر میں کسی اہلِ دنیا یا بادشاہ کا نام درج نہ کرنا۔ تم نے حقِ تعالیٰ

---

[1] انوار العارفین۔ ص ۳۲۱

[2] انوار العارفین۔ ص ۳۲۱

[3] تکملہ سیر الاولیاء۔ (فارسی)۔ ص ۴۷

کے لئے ایسا کیا ہے اور حق تعالیٰ کے لئے ہی ایسا ہونا چاہیئے کیونکہ یہ حضرت محمد مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے۔"

بعدہٗ فرمایا کہ:[1]

"شما حاشیہ مینویسید بر تفسیر قاضی قدس سرہٗ۔ در دیباچہ آن حاشیہ اگر درج کند رضا شما است۔"

پھر فرمایا کہ:

"جو کچھ ہوا وہ کافی ہے اور زیادہ لکھنے کا خیال نہ کرو۔"

تعلیمات

آپ اپنے رسالہ "الہامات" میں فرماتے ہیں کہ:

"طالب کو چاہیئے کہ جب یادِ حق میں اس کو لذّت محسوس ہو، اُسی میں کوشش کرتا رہے کہ یہ سمجھے کہ لذّت انعام خداوند تعالیٰ ہے اور بفضلِ حق و برکتِ حق حاصل ہوئی ہے نہ کہ اس کے عمل سے۔ اور یہ سمجھتا رہے کہ اگر ساری عمر اس لذّت کی طلب میں صرف کرتا جب بھی حاصل نہ ہوتی۔ یہ محض بفضلِ حق و یمن شیخ حاصل ہوئی ہے۔"

آپ فرماتے ہیں کہ:

"طالب کو چاہیئے کہ توحید حاصل کرے یعنی دل کو غیرِ حق تعالیٰ سے تخلیص دے۔ یعنی اس بات میں

---

[1] تکملہ سیر الاولیاء۔ ص ص ۴۰۵-۷

کوشش نہ کرے کہ مجھ کو طلبِ حق تعالیٰ حاصل ہو
یا اس کی ارادت حاصل ہو یا اس کا علم حاصل
ہو یا معرفت حاصل ہو۔ یعنی
"امور خود بہمہ بوئے تسلیم کند۔ انچہ خواہد ہمان
کند۔"

آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات ضروری ہے کہ:

"طالب شعورِ دل کو غیرِ حق سے دُور کرے۔"

آپ فرماتے ہیں کہ:

"طالب کو چاہیئے کہ اگر مجاہدہ میں کوئی چیز ظاہر
ہو تو اس پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس سے اعلیٰ حاصل
کرنے کی کوشش کرے۔ اور جو کچھ ظاہر ہو اس کا کسی
سے ذکر نہ کرے۔ البتہ اپنے پیر و مرشد سے اس کا ذکر
کر سکتا ہے۔"

آپ فرماتے ہیں کہ:

"عشق کی علامت یہ ہے کہ غیر حق تعالیٰ جل جائے۔
اور وہ اس حد تک کہ طالب کی ذات بھی جل جائے۔
یعنی وہ فراموش ہو جائے سوائے حق تعالیٰ کے۔"

آپ کی کتاب "نکات الاخوان" سے حسبِ ذیل نکات پیش کئے جاتے ہیں:

نکتہ۔ المعرفتہ مایزید اضطرابت

نکتہ۔ آیۃ مایحظر فی البال ولا یطلع علیہ غیر الکبیر المتحال

نکتہ۔ العقل مایحنک من الاخلاق المذمومتہ الیٰ خلاق المحمودۃ

نکتہ۔ العلم مایذھب غفلتک

نکتہ۔ الادب مایجدعق ھوای النفس

نکتہ۔ الزھد ترک الایمان

نکتہ۔ الورع المحاسبۃ

نکتہ۔ الشھوۃ المیجان

نکتہ۔ المحبۃ الافناء العشق افراط المحبۃ بحیث لا یکون الشعور بالافناء

نکتہ۔ الوجد الخشوع

نکتہ۔ الجوع النار الباطنی

نکتہ۔ الریاضۃ ترک الشھوات

نکتہ۔ المجاھدۃ الانقطاع عن غیر اللہ

نکتہ۔ الخوف الاحتراز عن التعذیب

نکتہ۔ الرّجاء روح القلب الرّویۃ

نکتہ۔ التوبۃ الندامۃ

نکتہ۔ الانابۃ الاستغفار

نکتہ۔ الفقر التسلیم

نکتہ۔ الغنا الاطمینان بالذکر

نکتہ۔ الفقر کسر ضم النفس

نکتہ۔ الرّضاء الاکتفاء بما یکون من القضاء

نکتہ۔ الاخلاص جعل ما عند العبد فی اللہ

نکتہ۔ الولی من سرّ حال عن غیر اللہ

نکتہ۔ الکرامۃ التعظیم لامر اللہ

نکتہ۔ التوکل نواء الوجد والعدم والقلة والکثرة

نکتہ۔ التواضع تحمّل الاثقال

نکتہ۔ القناعة بالقسمة الازلة

نکتہ۔ الاستقامة اختیار الطاعات

نکتہ۔ الامر بالمعروف التعریض علی اتبا الحسنة

نکتہ۔ النّہی عن المنکر المزجر عن السّیّة

نکتہ۔ البلاء سراج الطالب

نکتہ۔ القربة الانقطاء عن غیر اللہ

نکتہ۔ العبودیة ترک الدعوی

نکتہ۔ الیقین المشاھدة

نکتہ۔ المشاھد رویة العابد المعبود

نکتہ۔ المراقبة رویة المعبود العابد

نکتہ۔ التقوی نسبة الحسنة الی اللہ ونسبة السّیّة الی النفس

نکتہ۔ الخلال ما الاحق فیہ للغیر

نکتہ۔ الذکر الانبساط مع اللہ

نکتہ۔ التفکر ان خلق الکل حق

نکتہ۔ الفراسة مطالعة العیوب

نکتہ۔ الدنیا اشغل عن اللہ

نکتہ۔ الحرص ترک القناعة

نکتہ۔ الحسد طلب زوال نعمة الغیر

نکتہ۔ التصوّف التقریب

نکتہ۔ حسن الخلق عفو عن الجانی

نکتہ۔ البکاء سبک الدموع من عیون الجسم او من عیون القلب لاجل الفراق او الوصال

نکتہ۔ الارادۃ العزم

نکتہ۔ المزید الاقبال الا اللہ

نکتہ۔ الصّبر ترک المعروفات المکروجات والادیغبان

نکتہ۔ الحرّیۃ ترک الدّارین

نکتہ۔ الرّزق مالا یزید بالطلب ولا ینقص بالشرک

نکتہ۔ الشریعۃ الاقوال

نکتہ۔ الطریقۃ الاعمال

نکتہ۔ الحقیقۃ الاحوال

نکتہ۔ حق الحقیقۃ الثبوت

نکتہ۔ حقیقۃ الحق العدم

نکتہ۔ فناء الفناء عدم الشعور بالفناء

نکتہ۔ بقاء البقاء عدم الشعور بالبقاء

باب ۶۸

حضرت شیخ حسن محمدؒ

حضرت شیخ حسن محمدؒ عشقِ الٰہی میں سرشار تھے۔ یگانۂ روزگار تھے۔

خاندانی حالات

آپ کے دادا شیخ نصیر الدّین ثانی سے بہت سے لوگوں نے فیض پایا۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام نامی اسم گرامی شیخ احمد ہے۔ میانجیو کے لقب سے مشہور ہیں۔

ولادت

آپ احمد آباد میں ۹۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔

نام

آپ کا نام جمال الدّین ہے۔

لقب

آپ حسن محمدؐ کے لقب سے مشہور ہیں۔

کنیّت

آپ کی کنیّت ابو صالح ہے۔

بیعت و خلافت

بارہ سال کی عمر میں آپ شیخ جمال الدّین جمنؒ جو آپ کے عمِ قرابتی تھے، مرید ہوئے۔ ریاضت، مجاہدہ اور پیر و مرشد کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر درجۂ کمال کو پہنچے اور خرقۂ خلافت اپنے پیر و مرشد سے حاصل کر کے سرفراز ہوئے۔ آپ کو اپنے والدِ بزرگوار شیخ احمد سے بھی خرقۂ اجازت و خلافت ملا۔[1]

وفات

آپ ۹۲۳ھ میں واصل بحق ہوئے۔ عمر ۵۹ سال کی تھی۔ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس

محلّہ شاہ پورا حمد آباد میں آپ کا مزار ہے۔

سیرت

آپ توکل و قناعت کا مجسّمہ تھے۔ مخلوق سے بے نیاز تھے۔ آپ صاحب تصنیف بھی ہیں۔ تفسیر محمّد، حاشیہ تفسیر بیضاوی اور نزہت الارواح پر حاشیہ آپ کی تصنیفات سے ہیں۔[1]

آپ نے بہت سے لوگوں کو راہِ راست دکھائی۔ رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے وصال کے بعد اکتالیس ۴۱ سال اور اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد چالیس ۴۰ سال اور اپنے والد کی حیاتِ ظاہری میں ستائیس ۲۷ سال مسندِ ارشاد پر بیٹھ کر رشد و ہدایت فرماتے رہے۔

باب ۲۹

حضرت شیخ جمال الدّین جمّن

حضرت شیخ جمال الدّین جمّن محبوبِ خدا تھے۔ سرورِ کائنات حضرت محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم پر فدا تھے۔

والد ماجد

آپ حضرت شیخ محمود راجن کے صاحبزادے ہیں۔

---

[1] انوار العارفین۔ ص ۳۲۰

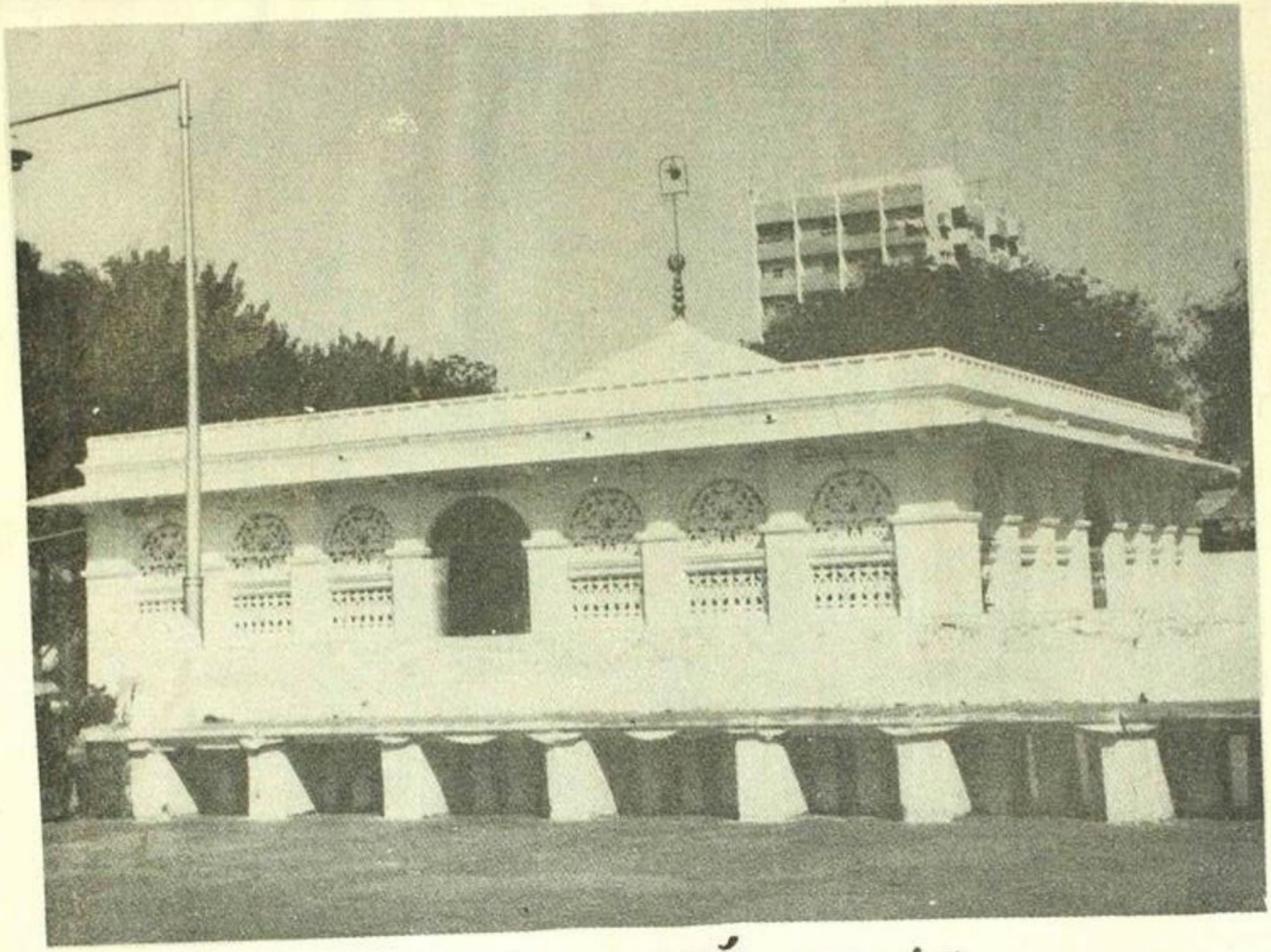

مزار شریف حضرت جُمّن شاہ صاحبؒ (احمد آباد)

نام نامی

آپ کا نام شیخ جمال الدّین ہے۔

لقب

آپ جُمّن کے لقب سے مشہور ہیں۔[۱]

بیعت وخلافت

آپ اپنے والدِ ماجد کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اور شیخ نصیر الدّین ثانی سے بھی خرقۂ خلافت پاکر آپ سرفراز ہوئے۔[۲] شیخ نصیر الدّین ثانی شیخ خواجہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کو خرقۂ خلافت اپنے والدِ بزرگوار شیخ مجدد الدّین سے ملا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے شیخ نصیر الدّین ثانی کو احمد آباد سے لے جاکر پٹن میں دفن کیا۔[۳]

وفات شریف

آپ نے چانپانیر میں خانقاہ بنائی اور وہیں رہتے تھے۔ آپ نے ۹ ربیع الاوّل ۹۰۸ھ کو جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ کی شہادت کی تاریخ یہ ہے:

"شہیدِ خنجرِ تسلیم عمرِ جاوداں دارد"

چانپانیر میں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔[۴]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے نورپور یا شاہ پور واقع دریا سابرمتی (احمد آباد) میں وفات پائی اور وہیں آپ کا مزار ہے۔

۱ھ انوار العارفین۔ ص ۳۲۰

۲ھ انوار العارفین۔ ص ۳۲۰

۳ھ مخبر الاولیاء۔

۴ھ گلزار الابرار۔ مراتِ ضیائی

سیرت

آپ اہلِ وجد و سماع تھے۔ عالم باعلم تھے۔ درویشِ کامل تھے۔ تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت میں عمر گزاری۔ مخلوق سے بے نیاز تھے۔ اتباع سنّت کے سخت پابند تھے۔

باب ۷۰

حضرت شیخ محمود راجن چشتی

حضرت شیخ محمود راجن چشتی زبدۃ المشاغلین ہیں۔ سرحلقۂ عاشقین ہیں۔

خاندانی حالات

آپ حضرت شیخ سراج الدینؒ کے پوتے ہیں۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام نامی اسمِ گرامی شیخ علم الدین ہے۔

ولادت و نام و کنّیت

آپ پٹن میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام محمود ہے۔ آپ کی کنّیت راجن ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے والدِ ماجد کی نگرانی میں ہوئی۔

بیعت و خلافت

آپ اپنے پدر بزرگوار کے مُرید اور خلیفہ ہیں۔

دوسرے سلسلوں سے فیض

خرقۂ خلافت سہروردیہ اور شطاریہ آپ کو حضرت شیخ قازن نے عطا فرمایا۔ خرقۂ چشتیہ حضرت محمد گیسو دراز اور حضرت شیخ ابوالفتح سے پاکر سرفراز ہوئے۔ اور حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل اور حضرت رکن الدین کان شکر سے بھی خرقۂ چشتیہ پایا۔ مغربیہ سلسلے کا خرقۂ خلافت آپ کو حضرت شیخ احمد کھٹوؒ نے عطا فرمایا۔[1]

جاہ و منصب

خواص و عوام سب ہی آپ کی عزّت کرتے تھے۔ شیخ فتح قریشی تو آپ کی اتنی عزّت کرتے تھے کہ جب آپ ان کی مجلس میں جاتے، وہ آپ کو دیکھتے ہی سروقد کھڑے ہو جاتے تھے اور آپ کو بیحد تعظیم سے بٹھاتے اور پھر کہتے کہ:

"آپ کی جتنی بھی تعظیم کی جائے وہ کم ہے۔ آپ تو اس بزرگ کی اولاد سے ہیں (یعنی حضرت کمال الدین علّامہ) کہ جس کی دستار کو دیکھ کر حضرت نصیر الدین چراغ دہلی تعظیماً کھڑے ہو جاتے تھے۔"

وفات

آپ نے بروز جمعہ ۲۲ صفر ۹۰۱ھ مطابق ۱۴۹۵ء کو دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کیا۔ احمد آباد میں سپردِ خاک کیے گئے۔ بعد میں آپ کے صاحبزادے شیخ جمال الدین جمن شاہ نے

"از احمد آباد گجرات نقل کردہ در پیرانِ پٹن

---

[1] انوار العارفین۔ (فارسی) ص ص ۲۰۰-۲۱۹

نہروالہ برحوض اعظم خانجہاں دفن کردند۔"[1]

ترجمہ: (احمد آباد گجرات سے لاکر پیران پٹن نہروالہ میں حوضِ اعظم خانِ جہاں پر دفن کیا)

سیرت

علمِ ظاہر و باطن میں جامع تھے۔ فقرا اور علمار کی بہت عزّت کرتے تھے۔ سادات کی بیحد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ فقر و فاقہ آپ کا شعار تھا۔ توکل اور قناعت کی دولت سے مالا مال تھے۔ آپ عوام و خواص، ہندو مسلم، امیر و غریب سب ہی کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ آپ کے علم و فضل کا دُور دُور شہرہ تھا۔

باب ۱۷

حضرت شیخ علی خطیب

حضرت شیخ علی خطیب قطب الزماں تھے۔ وحید دَوراں تھے۔

مجذوب سے ملاقات

آپ کی ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی۔ وہ اکثر آپ کے پاس آتا جاتا تھا۔ وہ جب کبھی بھی آپ سے ملتا تو کہتا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ آپ یہ بات نہ سمجھ سکے کہ اس کا ایسا کہنے سے کیا مطلب ہے۔ آپ نے سوچا کہ شاید اس کا منشا یہ ہے کہ میں زیادہ

---

[1] انوار العارفین۔ (فارسی)۔ ص ۳۲

عبادت صدق دل سے کروں۔ چنانچہ آپ عبادت میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہنے لگے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ وہ مجذوب ایک جگہ کھڑا ہوا غریبوں کو کھانا بانٹ رہا تھا۔ آپ کو دیکھ کر آپ کے پیچھے بھاگا اور آپ کو پکڑ لیا۔ اس نے آپ کو زمین پر گرا دیا اور زبردستی کھانے کے کچھ نوالے آپ کے مُنہ میں ڈال دیے۔ پھر پیٹ پر دو تین گھونسے مارے اور کہا کہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے ہو۔ آپ بیہوش ہو گئے تھے۔ جب ہوش میں آئے تو سوچا کہ کسی سے بیعت کرنا چاہیئے۔

تلاش

اس وقت آس پاس میں دو بزرگ رہتے تھے۔ ایک تو حضرت قطب عالم جو اسادل میں رہتے تھے اور دوسرے حضرت شیخ احمد کھٹو جو سرکھیج میں رہتے تھے۔ آپ قوالی نہیں سنتے تھے۔ سوچا کہ حضرت قطب عالم تو قوالی سنتے ہیں لیکن حضرت شیخ احمد کھٹو کے یہاں سماع نہیں ہوتا۔ بہتر یہ ہے کہ حضرت احمد کھٹو کا مرید ہونا چاہیئے۔

اس خیال سے آپ بیل گاڑی میں سرکھیج روانہ ہوئے۔ جب بیل گاڑی ایسے مقام پر پہنچی کہ جہاں سے ایک راستہ سرکھیج جاتا تھا اور دوسرا راستہ اسادل جاتا تھا تو راستہ صاف نہیں ملا۔ بیل وہیں رک کر کھڑے ہو گئے۔ باوجود کوشش کے آگے نہ بڑھ سکے۔

احساس

اس وقت آپ کو یہ محسوس ہوا کہ کسی نے آپ کے گلے میں ہاتھ ڈالا ہے اور آپ کے کُرتے کا کالر کوئی کھینچ رہا ہے۔ پھر آپ نے یہ محسوس کیا کہ کھانے میں ڈوبی ہوئی کسی کی انگلیاں آپ کے کرتے پر لگی ہیں۔

تاکید

یہ محسوس ہو کر آپ نے بیل گاڑی والے سے کہا کہ مجھے کوئی کھینچ رہا ہے۔ بیلوں پر چھوڑ

دے۔ جدھر وہ جائیں، جانے دے۔

اساول میں آمد

اب آپ کی بیل گاڑی اساول کی طرف چلی۔ آپ اساول پہنچے۔

باطنی طاقت

حضرت قطب عالم نے اپنی باطنی طاقت سے آپ کو اپنی طرف کھینچا۔ وہ اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔

انتظار

حضرت قطب عالم آپ کے منتظر تھے۔ اس وقت ان کی خدمت میں حضرت شہباز، حضرت شاہ دوسا، حضرت شیخ سراج اور حضرت شیخ فرید بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ حضرت قطب عالم سے بیعت ہونے آئے تھے۔ حضرت قطب عالم نے اُن سے فرمایا کہ ذرا ٹھیرو۔ تم سب کے پیر جلد یہاں آتے ہیں۔

باریابی

آپ جب حضرت قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سوچنے لگے کہ وہ (حضرت قطب عالم) شاید پہلے خلافت عطا کریں گے اور پھر مرید بنائیں گے۔ حضرت قطب عالم مسکرائے اور فرمایا کہ سوچ بچار کی کیا بات ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ پھر انہوں نے آپ کو اپنا بچا ہوا کھانا جو آپ کے لئے رکھایا تھا، کھلایا۔ اس دن آپ نے گوشت اور سبزی بارہ سال بعد کھائی۔ کھانے کا کھانا تھا کہ آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوئی۔ آپ اسی حالت میں رونے لگے اور رقص کرنے لگے۔

بیعت و خلافت

حضرت قطب عالم نے آپ کو پہلے خلافت عطا فرمائی اور پھر بیعت کیا۔

فرمان

حضرت قطب عالم کے حکم سے آپ نے حضرت شہباز، حضرت شاہ دوسا، حضرت شیخ سراج اور حضرت شیخ فرید کو مرید کیا۔

تعلیم و تربیت

آپ کے مرشد حضرت قطبِ عالم نے آپ کو تصوّف کی تعلیم دی اور ذکر و فکر اور مراقبہ و دیگر اشغال سے آپ کو بہرہ مند کیا۔

سیرت

آپ زہد و تقویٰ کے لئے مشہور تھے۔ عبادت میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ اناج نہیں کھاتے تھے۔ سبزی اور پھلوں پر گزارہ کرتے تھے۔ بارہ سال اسی طرح گزارے۔ اپنے پیر و مرشد کا بیحد ادب کرتے تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے روئے مبارک کے تصوّر میں محو رہتے تھے۔ جو ہاتھ آپ نے بیعت کرتے وقت مرشد کو دیا تھا۔ اس ہاتھ کی حفاظت کرتے تھے۔ ستر تک نہ لے جاتے تھے۔

کرامت

آپ درجۂ کمال کو پہنچ گئے تھے۔ جس چیز پر بھی آپ کی نظر کیمیا اثر پڑ جاتی تھی۔ وہاں علی حق لکھا نظر آتا تھا۔

باب ۲۷

حضرت شیخ صدرالدّین

حضرت شیخ صدرالدّین صاحبِ ولایت ہیں۔

خاندان

آپ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کی اولاد سے ہیں۔

والدِ بزرگوار

آپ کے والد ماجد کا نام نامی اسمِ گرامی شیخ عبداللطیف ہے۔

مزارِ مبارک

اپنے والد ماجد کے قریب پٹن میں آپ محوِ خواب ہیں۔

سیرت

اپنے والد کی طرح آپ علمِ ظاہری و باطنی میں منفرد تھے۔ آپ کے درس میں باہر کے طلبا بھی شریک ہوتے تھے جن کا خرچ آپ خود برداشت کرتے تھے۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ وسیع تھا۔ توکل، قناعت، سخاوت، عبادت، ریاضت اور ذکر و فکر و شغل میں یکتائے روزگار تھے۔

باب ۳۷

حضرت شیخ عبدُاللطیفؒ

حضرت شیخ عبداللطیف بحرِ علم و زہد و تقویٰ ہیں اور گنجِ حلم و جود و سخا ہیں۔

خاندانی حالات

آپ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ حضرت مخدوم حسام الدینؒ کے بھانجے صدرالدین فاروقی سے ملتا ہے۔ آپ کے دادا

سراج الدّین حضرت صدرالدّین فاروقی کے صاحبزادے تھے۔

والد ماجد

آپ کے پدر بزرگوار کا نام شاہ جمال ہے۔

ولادت

آپ پٹن میں پیدا ہوئے۔

نام

آپ کا نام عبداللطیف ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر ہوئی۔ فقہ، حدیث، تفسیر سے فارغ ہو کر علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔

بیعت و خلافت

آپ حضرت برہان الدّین المعروف بہ قطبِ عالم کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور ان ہی سے خرقۂ خلافت پا کر صاحبِ اجازت ہوئے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت قطب عالم آپ سے بیحد محبّت کرتے تھے۔ آپکو اپنا بارہواں فرزند فرمایا کرتے تھے۔ آپ جب پٹن سے پیر و مرشد کی خدمت میں جاتے اور کوئی شخص قطب عالم کو آپکے آنے کی اطلاع کر دیتا تو قطبِ عالم بہت خوش ہوتے۔ اگر وہ شخص مسلمان ہوتا، اس کو ایمان کی سلامتی کا مژدہ سُناتے اور اگر وہ غیر مسلم ہوتا تو اس کو اشرفی عنایت فرماتے۔

مژدہ

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ احمد نگر جا رہے تھے۔ قافلے سے بچھڑ گئے۔ شام ہوئی تو اذان دے کر مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر خیال آیا کہ تن تنہا جنگل میں رات کیسے گزاروں گا۔ مراقبہ کیا اور پیر و مرشد کا تصوّر کیا۔ تصوّرِ شیخ کے بعد آپ نے دیکھا کہ قطبِ عالم چہرہ پر نقاب ڈالے تشریف لا رہے ہیں۔ قریب آکر نقاب چہرہ سے ہٹائی اور آپ کا ہاتھ پکڑا اور آپ

کو مکان کے راستہ پر پہنچایا۔ آپ کے پیر و مرشد نے پھر آپ کو یہ مژدہ سنایا کہ:

"بابا عبداللطیف! گھبرانے کی کیا بات ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم جہاں بھی ہو یہ خیال مت کرو کہ تم اکیلے ہو۔ اس دنیا میں ہی نہیں جنّت میں بھی ہم تم ایک جگہ رہیں گے۔ جو شخص تجھے اور تیرے فرزندوں کو سات پشت تک دیکھے گا اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو گی۔ اگر مومن تیری صورت دیکھے گا، وہ جنّت کا حقدار ہو گا اور اگر کافر تیری صورت دیکھے گا، اُس پر دوزخ کا عذاب کم ہو گا۔"

وصیّت

وفات سے قبل بتاریخ ۱۲ شعبان ۸۷۷ھ کو آپ نے اپنے خادم عبدالملک انصاری کو بھیج کر سیّد احمد جہاں شاہؒ کو بلوایا اور اُن سے فرمایا کہ:

"میری عمر کے صرف تیرہ دن باقی ہیں۔ میرے انتقال کے بعد میرے فرزند صدرالدّین، جلال الدّین محمّد بھورے اور تم مجھے غسل دینا۔ اور کوئی غسل میں شریک نہ ہو۔ تم اور صدرالدّین مجھے قبر میں اتاریں۔ میرا لکھا ہوا رسالہ "مؤدّب برہانی" میری قبر میں رکھنا۔ مجھ کو دو نعمتیں حضرت قطبیہ سے عنایت ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک میں نے تم کو دی اور دوسری صدرالدّین کو۔ اور اپنا خرقہ

خلافت صدرالدّین کو دینا۔"

خرقۂ خلافت

آپ نے اپنا خرقۂ خلافت، خرقۂ وصال و خرقۂ کمال اپنے صاحبزادے حضرت صدرالدّین کو عطا فرمائے۔

وصال

۴، رمضان المبارک ۸۷۷ھ مطابق ۱۴۷۲ء کو آپ نے اپنے صاحبزادے شیخ شرف الدّین کو بھیج کر سیّد احمد جہاں شاہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ عشاء کی نماز تمہارے ساتھ پڑھیں گے۔ چنانچہ نماز پڑھی۔ سجدہ میں سر تھا۔ بلند آواز سے آپ نے "صبّوح" "قدّوس" تین بار کہا اور پھر جانِ شیریں جانِ آفریں کے سپرد فرمائی۔ آپ کو غسل آپ کی وصیّت کے مطابق دیا گیا اور قبر میں بھی اسی طرح اتارا گیا۔ پٹن میں آپ کا مزار واقع ہے۔

سیرت

آپ بڑے برگزیدہ بزرگ تھے۔ متقّی، پرہیزگار اور پابند سُنّت تھے۔ توکّل کا یہ حال تھا کہ دنیاوی کوئی چیز گھر میں نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے اہل و عیال کو فاقے ہوتے تھے۔ ایک دن تنگ آکر انہوں نے آپ سے شکایت کی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تم کو جو کچھ چاہیئے حجرہ میں جا کر لے لو۔ آپ کی اہلیہ حجرہ میں داخل ہوئیں تو دیکھا کہ حجرہ میں مٹّی کے تھال سونے سے بھرے رکھے ہیں اور حجرہ جواہرات و اشرفیوں سے بھرا ہوا ہے۔ آپ کی اہلیہ نے تھالوں میں سے کچھ لیا۔[1]

آپ ایک لمحہ بھی ذکر و فکر، عبادت و ریاضت سے غافل نہ رہتے تھے۔ آپ نے چند کتابیں بھی لکھیں لیکن ان کتابوں کا پتہ نہیں چلتا۔ آپ کی مشہور کتاب "منشور الخلافت"

---

[1] مراۃ احمدی۔ تحفۃ الکرام

ہے۔ جو قلمی ہے۔

تعلیمات

آپ نے فرمایا کہ۔

"مریدوں کے لئے یہ ازبس ضروری ہے کہ حاضر و غائب میں پیر و مرشد کے آداب کا لحاظ رکھیں۔ پیر کا ادب کریں اور پیر و مرشد کی غیر حاضری میں پیر کی صورت کو دھیان میں رکھیں اور پیر کی صورت کا مشاہدہ کریں۔ مرید کو چاہیئے کہ ہر وقت اپنے پیر و مرشد کو حاضر سمجھے۔ یہ نہ سمجھے کہ پیر دُور ہے۔"

فقر کے متعلق آپ نے فرمایا کہ:

"سرکارِ دو عالم صل اللہ علیہ وسلّم نے فقر کو عزیز رکھا ہے اور فقر کی قدر و منزلت کا اظہار فرمایا ہے۔ سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلّم فقر پر فخر کرتے تھے۔ ہم لوگ اسی کاشانہ کے جاں نثار ہیں۔ ہم درویش ہیں۔ درویش کو چاہیئے کہ سرکارِ دو عالم صل اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کرے۔"

کرامات

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کا رسالہ "مؤدب برہانی" آپ کی قبر میں رکھا جائے۔ دفن کرتے وقت یہ بات کسی کو یاد نہ رہی۔

آپ نے قبر میں فرمایا کہ:

"ہمارا رسالہ لاؤ اور رکھو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔

رسالہ جوں ہی رکھا گیا قبر مبارک نور سے روشن ہو گئی۔ کفن چہرۂ مبارک سے ہٹایا گیا تو آپ کلمۂ طیبہ پڑھ رہے تھے۔ ابھی قبر کھلی ہوئی تھی کہ قبر سے آواز آئی کہ:

"اللہ کے محبوب کو اللہ کے سپرد کر کے جاؤ۔"

باب ۴۷

حضرت شاہ موسیٰ سہاگ

حضرت شاہ موسیٰ سہاگ مردِ کامل تھے۔ صاحبِ ولایت تھے۔

نامِ نامی

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی موسیٰ ہے۔

بیعت

آپ حضرت شاہ سکندر بود کے مُرید تھے۔ اور وہ مرید شاہ جیول لال قلندر کے تھے، اور وہ مرید شاہ جمال مجرّد کے تھے اور وہ مرید شاہ ابراہیم گرم سیل کے تھے اور وہ مرید حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی کے تھے۔

سلسلہ

آپ سدا سہاگ سلسلہ سے تعلّق رکھتے تھے۔ فقرار کی ایک جماعت زنانہ لباس اور چوڑیاں پہنتی ہے۔ وہ محفلِ سماع میں رقص کرتے ہیں۔ ان کا لباس اور وضع قطع اور لب و لہجہ عورتوں کی طرح ہوتا ہے۔ فقرار کی یہ جماعت سدا سہاگ کے نام سے مشہور ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ ہندوستان میں سداسہاگ سلسلہ آپ سے (حضرت موسیٰ) جاری ہوا۔

رہائش

آپ احمد آباد میں رہتے تھے۔

حضرت محبوبِ الٰہی کے مزار پر حاضری

ایک دفعہ آپ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی کے مزارِ پُرانوار پر حاضر ہوئے۔ اس وقت وہاں کچھ عورتیں جمع تھیں۔ ان عورتوں کی کوئی مَنّت پُوری ہوئی تھی۔ اس سلسلہ میں وہ حضرت کے مزارِ پاک بستی نظام الدین دہلی میں آکر ڈھولک اور باجہ بجا کر گا رہی تھیں اور حضرت محبوب الٰہی کو اپنی زبان سے اور لوٹے پھوٹے الفاظ میں اور محبّت اور عقیدت کے لہجہ میں خراجِ تحسین اور خراجِ عقیدت پیش کر رہی تھیں۔

آپ جب حضرت محبوب الٰہی کے مزارِ پُرانوار پر حاضر ہوئے تو آپ ان عورتوں کو اس طرح گاتے بجاتے دیکھ کر دل میں ناراض ہوئے۔ آپ احکامِ شریعت کے سخت پابند تھے۔ متقّی اور پرہیزگار ہونے کے ساتھ ساتھ آپ احکامِ شریعت کی پابندی اور نفاذ کے حامی تھے۔

ان عورتوں کو اس حالت میں دیکھ کر آپ نے اُن کے اس فعل کو خلافِ شریعت اور خلافِ اسلام قرار دیا۔ پھر آپ کے دل میں یہ خیال آیا کہ گو اُن عورتوں کا وہ فعل خلافِ شرع ہے۔ لیکن ان عورتوں کا حضرت محبوب الٰہیؒ کے مزار پر ایسا ناجائز اور خلاف شرع فعل کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ان کو حضرت محبوب الٰہی کی اجازت حاصل ہے اور حضرت محبوب الٰہی اُن کے اس فعل کو پسند فرماتے ہیں۔ اگر حضرت محبوبِ الٰہی اس فعل کو ناپسند فرماتے تو وہ عورتیں ہرگز مزارِ اقدس پر اس طرح حاضر نہ ہوتیں اور خلافِ شرع فعل اُن سے سرزد نہ ہوتا۔

بہرحال حاضری دے کر آپ حضرت محبوب الٰہی کے مزار سے چلے آئے۔ وقت گزرتا رہا اور زمانہ کروٹیں لیتا رہا۔

فریضۂ حج

اس واقعہ کے چند سال بعد آپ (مولانا موسیٰ) حج کا فریضہ ادا کرنے کی غرض سے مکہ معظمہ پہنچے اور حج کے فریضہ سے فارغ ہو کر آپ نے مدینہ منوّرہ کا قصد کیا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ پاک پر حاضر ہو کر نذرانۂ عجز و نیاز پیش کریں۔

خواب اور آواز

آپ نے مدینہ منوّرہ کا قصد کیا اور روانہ ہونے والے تھے کہ رات کو آپ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بزرگ آپ کو مدینہ منوّرہ جانے سے روکتے ہیں۔ مولانا روانہ ہو گئے۔ تھوڑی ہی دُور قافلہ چلا تھا کہ آپ کو ایسا محسوس ہوا کہ کوئی شخص مدینہ منورہ جانے سے آپ کو روکتا ہے۔ آخر آپ نے جب یہ سنا کہ کوئی کہتا ہے کہ اگر تو مدینہ جائے گا تو یاد رکھ کہ تیرا ایمان سلب ہو جائے گا، تو آپ بہت پریشان اور مضطرب ہوئے۔

مشورہ

آپ کے قافلے میں ایک بزرگ تھے۔ آپ نے اُن سے خواب کا حال اور پھر راستہ میں کسی کے روکنے کا اور آواز سننے کا حال بیان کیا۔ ان بزرگ نے تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور پھر آپ کو آگاہ کیا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلّم ان سے خفا ہیں۔

وجہ

حضرت محمد مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلّم کی خفگی کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ سرورِ عالم نے فرمایا کہ اس (حضرت موسیٰ) نے ہمارا تو کوئی قصور نہیں کیا ہے۔ لیکن ہندوستان میں جو حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء ہیں اور جن کا مزار دہلی میں واقع ہے، وہ کسی وجہ سے اُن (حضرت موسیٰ) سے ناراض ہیں اور خفا ہیں۔ جب محبوبِ الٰہی خفا ہیں تو ہم کیسے اس شخص کو اپنے یہاں آنے دیں، جو ہمارے اولیاء کو رنج پہنچاتا ہے ہم اس شخص کو اپنے یہاں آنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ بہتر صورت یہ ہے کہ اگر واقعی وہ شخص ہمارے

یہاں آنا چاہتا ہے تو پہلے دہلی جائے اور حضرت محبوب الٰہی سے اپنا قصور معاف کرائے اور پھر ہمارے یہاں آئے۔

سوچ بچار

آپ (حضرت موسیٰ) یہ سُن کر سوچ بچار میں پڑ گئے کہ آخر ان سے ایسا کونسا نازیبا فعل سرزد ہوا ہے کہ جس کی وجہ سے حضرت محبوب الٰہی ان سے ناراض و خفا ہیں۔ سوچتے سوچتے آپ کو حضرت کے مزارِ اقدس پر عورتوں کا ناچنا، گانا بجانا یاد آیا اور جو آپ کے دل میں خطرہ گزرا تھا، وہ بھی آپ کو یاد آیا۔

ہندوستان کو روانگی

یہ یاد آتے ہی آپ بجائے مدینہ منوّرہ جانے کے ہندوستان روانہ ہوئے اور دہلی پہنچ کر حضرت محبوب الٰہی کے مزارِ پُرانوار پر حاضر ہونے کا قصد کیا۔ حاضر ہونے سے قبل آپ نے یہ کیا کہ داڑھی مونچھ منڈوائی۔ زنانہ لباس زیب تن کیا اور زیور پہن کر اور ڈھولک گلے میں ڈال کر اور ڈھولک بجاتے ہوئے اور گاتے ہوئے آپ حضرت محبوب الٰہی کے مزار پر حاضر ہوئے اور مزارِ پاک کا طواف کرنے لگے۔ طواف کرتے کرتے آپ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ بیہوش ہو کر گرنا تھا کہ آپ پر اسرارِ الٰہی منکشف ہوئے۔ تجلّی ذات ربّانی سے مشرف ہوئے۔ حجابات اُٹھ گئے اور ذرا دیر میں کیا سے کیا ہو گئے۔

لوگوں کا اصرار اور آپ کا انکار

آپ کے ہوش میں آنے کے بعد لوگوں نے آپ سے زنانہ لباس اور زیور اُتارنے کو کہا۔ آپ نے ان لوگوں کی نہیں مانی۔ صاف اِنکار کیا اور فرمایا کہ:

"میں یہ لباس ہرگز ترک نہ کروں گا۔ میں نے جو کچھ پایا وہ اس لباس میں پایا۔ بھلا میں اس کو کیسے اور کس طرح ترک کر سکتا ہوں۔"

آخری ایّام

احمد آباد میں رہتے تھے اور ہیجڑوں کے ساتھ گاتے بجاتے تھے۔ زنانہ لباس آخری دم

تک پہنے رہے۔ محفلِ سماع میں رقص کرتے تھے۔

وفات

آپ ۱۰، رجب ۸۵۳ھ کو واصل بحق ہوئے۔ مزار مبارک احمد آباد میں مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت شاہ عالم کی تاکید

بذریعۂ کشف حضرت شاہ عالمؒ کو آپ کی وفات کا علم ہوا۔ انہوں نے قاضی میاں مخدوم کو حکم دیا کہ جلد جا کر آپ (حضرت موسیٰ) کی تجہیز و تکفین میں شریک ہو اور اُن کو یہ تاکید فرمائی کہ وہ (حضرت موسیٰ) جس رنگ میں ہیں اسی میں ان کو دفن کرنا اور کسی کو اُن کی چوڑیاں نہ اُتارنے دینا۔ ایسا ہی ہوا۔

سیرت

شروع زندگی میں تو آپ بہت متشرع، متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ پھر آپ نے زنانہ لباس زیب تن کیا اور چوڑیاں پہنیں اور ہیجڑوں کے ساتھ رہنا سہنا شروع کیا۔ آپ گاتے، بجاتے اور ناچتے تھے۔ آپ چھپے ہوئے خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ باکمال درویش تھے۔

تعلیم

آپ اور آپ کے سلسلے کے لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ ناچتے جاتے تھے اور زبان سے

"لا الٰہ الا اللہ نور محمد صلی اللہ"

کہتے جاتے تھے۔

کشف و کرامات

آپ صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے۔ ایک سال ایسا ہوا کہ احمد آباد میں بارش نہ ہوئی۔ قحط کے آثار نمایاں ہوئے۔ لوگ بادشاہِ وقت کے پاس گئے اور بھوکے اور

پیاس کی شکایت کی۔ بادشاہ نے شہر کے قاضی کو دعا کرنے کے لئے کہا۔ قاضی نے جواب دیا کہ:

"میں ایک گنہگار بندہ ہوں۔ میری دعا کارگر نہ ہوگی۔ میں کتنی ہی دعا کروں پانی نہ برسے گا۔ ہاں اگر شاہ موسیٰ سدا سہاگ سے دعا کرنے کے لئے کہا جائے اور وہ راضی ہو جائیں تو یہ یقینی بات ہے کہ پانی برسے گا اور مخلوقِ خدا قحط سے نجات پائے گی۔"

بادشاہ اور قاضی شہر آپ کے مکان پر پہنچے اور آپ سے التجا کی کہ دعا کریں کہ بارش ہو اور خشک سالی دُور ہو۔

آپ نے فرمایا کہ:

"تم دونوں کو دھوکہ ہوا ہے۔ شاہ موسیٰ تو کوئی اور ہوں گے۔ اُن کے پاس جاؤ اور ان سے دعا کراؤ۔ میں تو ایک گنہگار بندی ہوں اور یہاں ان لوگوں میں رہ کر اپنا گزر کرتی ہوں۔"

بادشاہ اور قاضی شہر برابر اصرار کرتے رہے۔ آخر کار اُن کا اصرار آپ کے انکار پر غالب آیا۔ آپ راضی ہو گئیں۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ چشم گریاں اور سینۂ بریاں کے ساتھ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ:

"اے میرے خاوند! اگر تُو نے میری التجا قبول نہ کی اور پانی نہ برسایا تو میں اپنا سہاگ چھوڑ دوں گی۔"

اتنا عرض کر کے آپ چاہتے تھے کہ چوڑیاں توڑ دیں کہ اتنے میں آسمان پر ابر نمودار ہوا اور ایسی بارش ہوئی کہ لوگ عاجز آ گئے۔

احمد آباد کے علماء آپ کو زنانہ لباس میں دیکھ کر ناراض ہوتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے آپ کو جامع مسجد بُلایا۔ آپ وہاں گئیں۔ آپ وہی زنانہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ علماء نے آپ کی مرضی کے خلاف آپ کا زنانہ لباس اُتروایا اور آپ کو سفید لباس پہنوایا۔

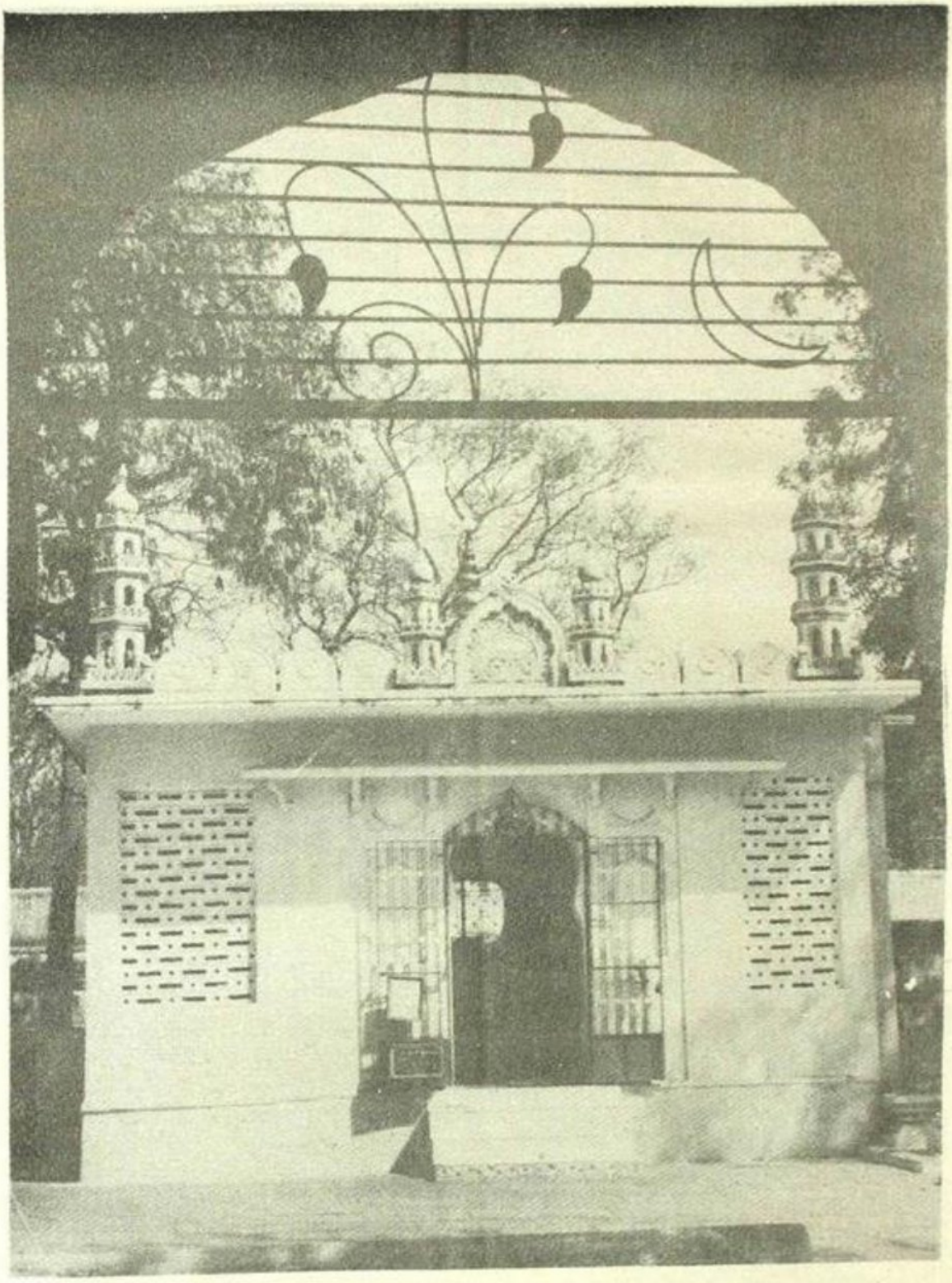

مزار شریف حضرت موسیٰ سہاگ رح (احمد آباد)

وضو کر کے آپ نماز میں شریک ہوئے۔ اللہ اکبر کہتے ہی وہ سفید لباس سُرخ ہو گیا جب نماز ختم ہوئی تو آپ نے بہ آوازِ بلند فرمایا کہ:

"میاں میرا کہتا ہے کہ تو سہاگن رہ اور یہ موئے مجھ سے کہتے ہیں کہ رانڈ ہو جاؤ۔ میں تو میاں کے کہنے پر چلوں گی۔ ان موؤں کی بات مجھ پر ہرگز اثر نہ کرے گی۔"

آپ کی یہ کرامت دیکھ کر علماء متعجّب ہوئے اور آپ کو آپ کے حال پر چھوڑ دیا۔

باب ۷۵

حضرت شیخ احمد دہلویؒ

حضرت شیخ احمد دہلویؒ دُرِّ دریائے معرفت ہیں اور گوہرِ کانِ حقیقت ہیں۔

وطن

آپ کا وطن دہلی تھا۔ آپ کے دہلی کے قیام کے دَوران دہلی میں جو انقلاب ہوا اور بدامنی رونما ہوئی اس سے آپ بہت متاثر ہوئے اور دنیا اور دنیاوی اعزاز سے بددل اور متنفّر ہوئے۔

والدِ ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام نامی اسمِ گرامی شیخ محمّد ہے۔

نام

آپ کا نام شیخ احمد ہے۔

لقب

آپ دہلی کے رہنے والے تھے اس لئے گجرات میں بابا دہلیہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

بیعت و خلافت

آپ نے حضرت شیخ محی الدین علی چشتیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کی عبادت، ریاضت اور متوکلانہ زندگی دیکھ کر آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ہجرت

دہلی سے ترکِ سکونت کر کے اور یادِ حق میں والہانہ گھومتے پھرتے ہوئے گجرات پہنچے اور پٹن میں قیام فرمایا۔

پٹن میں قیام

آپ ۵۳۳ھ میں پٹن میں رونق افروز ہوئے۔ پٹن پہنچ کر آپ نے سلطان حاجی دودھؒ کے یہاں قیام فرمایا۔ "رونقِ اسلام" سے آپ کے پٹن پہنچنے کا سال ۵۳۳ھ برآمد ہوتا ہے۔

رشد و ہدایت

آپ بائیس سال پٹن میں رہے اور رشد و ہدایت فرماتے رہے۔ آپ نے یہ تمام وقت راہِ حق دکھانے مردہ دلوں کو زندہ کرنے اور پیغامِ حق پہنچانے میں گزارا۔ بہت سے لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب عنانِ حکومت سدھ راج کے ہاتھ میں تھی۔ اس کو آپ کا بڑھتا ہوا اقتدار دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں آپ اس کی سلطنت کا تختہ نہ اُلٹ دیں۔ آپ نے اس کو یقین دلایا کہ آپ کا حکومت اور سلطنت کے معاملات سے کوئی تعلق اور دلچسپی نہیں۔ آپ کا کام تو صرف یادِ الٰہی میں سانس لینا ہے اور مخلوق کی خدمت کر کے خالق تک پہنچنے کی کوشش کرنا ہے۔

وصال

آپ ۱۰ ذی الحجہ ۵۵۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔ "نورِ کبریا اللہ" سے وفات کا سال

برآمد ہوتا ہے۔ عیسوی ۱۱۶۰ء۔

مزارِ مبارک پٹن میں خان سرور دروازہ کے قریب مشرق کی طرف حاجی دودھؒ کے مزار کے قریب واقع ہے۔[1]

باب ۷۶

حضرت شیخ صدرُ الدّین مُلتانیؒ

حضرت شیخ صدرالدّین مُلتانیؒ ولیِ خدا ہیں۔ صاحبِ جود و سخا ہیں۔

خاندانی حالات

آپ حضرت مخدوم حسام الدّین مُلتانیؒ کے بھانجے ہیں۔

والد

آپ کے والد عمر اپنے وقت کے جلیل القدر بزرگ تھے۔

والدہ

آپ کی والدہ بی بی آمنہ عبادت، سخاوت اور راست گوئی کے لئے مشہور تھیں۔ وہ حضرت حسام الدّین ملتانی کی ہمشیرہ تھیں۔

ناگور میں آمد

اپنی والدہ کے ہمراہ ملتان سے ترکِ سکونت کرکے ناگور میں تشریف لائے۔ والد اور

---

[1] مراۃ احمدی حصّہ دویم۔ ص ۔ تحفۃ الکرام۔ ص ۔ (حصّہ اوّل)

اہل وعیال ساتھ تھے۔ ناگور میں ایک عرصے تک رہ کر رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین کرتے رہے۔

شادی

آپ نے ناگور میں ناگور کے راجہ کی لڑکی سے شادی کی۔

پٹن میں قیام

حضرت مخدوم حسام الدین ملتانیؒ نے آپ کی والدہ ماجدہ کو پٹن بُلوایا۔ بی بی آمنہ اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ پٹن آئیں اور رہنے لگیں۔ پٹن میں آپ نے کافی تبلیغ کی۔ یہاں آپ کا خاندان خوب پھلا پھولا۔ حضرت قطب عالم کے خلیفہ حضرت شاہ عبداللطیف جمال اللہ آپ کے پڑپوتے ہیں۔

وفات

پٹن میں آپ کا وصال ہوا اور پٹن میں ہی آپ کا مزارِ مبارک ہے۔

باب ۷۷

حضرت شیخ سُلیمانؒ

حضرت شیخ سلیمان ناصرِ شریعت و امامِ طریقت ہیں۔

خاندانی حالات

آپ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ اُن کے سجادہ نشین تھے۔

والدِ ماجد

آپ کے پدرِ بزرگوار کا نام نامی اسمِ گرامی شیخ علاؤالدّین ہے۔

نام

آپ کا نام سلیمان ہے۔

لقب

آپ کا لقب محیّ الدّین ہے۔

دھلی میں آمد

آپ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ کے مزارِ پُرانوار پر حاضری دینے کی غرض سے دہلی آئے۔[1]

سُلطان علاء الدّین کو بشارت

آپ ابھی دہلی ہی میں مقیم تھے کہ سلطان علاء الدّین خلجی کو سرکارِ دو عالم حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم سے بشارت ہوئی کہ:

"گجرات کا راجہ کرن واگیلا جابر اور ظالم ہے۔ مسلمانوں پر تشدّد کرتا ہے۔ تم فوج لے کر گجرات جاؤ اور اس کو زیر کرو اور مسلمانوں کو اس کے ظلم سے بچاؤ۔"

سُلطان علاء الدّین خلجی جب صبح کو اُٹھا تو سوچ بچار میں تھا کہ کیا کرنا ہے؟ دوسرے دن پھر بشارت ہوئی کہ گجرات پر فوج کشی کرو۔ سرورِ عالمؐ نے مولائے کائنات کی تلوار علاء الدّین خلجی کو عنایت فرمائی اور اپنا سرِ مبارک سلطان علاء الدّین خلجی کی پُشت پر مَلا۔

---

[1] مراۃ احمدی۔ تحفۃ الکرام۔

سُلطان علاء الدّین خلجی جب بیدار ہوا تو وضو کر کے نماز فجر ادا کی۔ بعد ازاں اُس نے گجرات پر فوج کشی کا مصمّم ارادہ کیا اور تیّاری شروع کر دی۔

سُلطان علاء الدّین حضرت کی خدمت میں

سُلطان علاء الدّین خلجی کو حضرت کے والدِ بزرگوار حضرت شیخ علاء الدّین سے شرفِ بیعت حاصل تھا۔ حضرت کی خدمت میں آکر خواب بیان کیا۔ اور گجرات پر لشکر کشی کا ارادہ ظاہر کیا اور آپ کی دعاؤں کا طالب ہوا۔

حضرت کی سُلطان کے ساتھ روانگی

جب سُلطان علاء الدّین خلجی اپنے خواب حضرت کو سنا رہا تھا تو آپ مسکرا رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ آپ نے سلطان علاء الدّین خلجی کو بتایا کہ مجھے بھی دربارِ رسالت پناہ سے یہ حکم ملا ہے کہ میں تمہارے ساتھ گجرات جاؤں۔ اور مجھ کو یہ مژدہ ملا ہے اور یہ بشارت ملی ہے کہ میں وہاں سے واپس نہ آؤں گا بلکہ وہیں لڑتا ہوا شہید ہوں گا۔

آپ کی وصیّت

آپ نے اپنے صاحبزادے شیخ فضیل کو وصیّت فرمائی کہ وہ دنیا میں دل نہ لگائیں۔ خدا کے لئے ہی زندہ رہیں اور خدا کے لئے ہی مریں۔ تبرّکات ان کے سپرد کئے اور اُن کو خرقۂ خلافت اور سجّادگی سے سرفراز فرمایا۔

روانگی

سلطان علاء الدّین خلجی حضرت کو ہمراہ لے کر گجرات روانہ ہوا۔ سُلطان کے ساتھ کافی فوج تھی۔ چالیس روز میں پٹن پہنچا۔ پٹن پہنچ کر انا واڑہ پورہ پر قبضہ کیا۔ اس معرکہ میں تین ہزار سپاہی مارے گئے۔

قیام

اسی پورہ میں ایک باغ تھا۔ اس باغ میں حضرت نے مع اپنے اہل و عیال قیام فرمایا۔

لڑائی

بائیس روز تک لڑائی ہوتی رہی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ حضرت کے صاحبزادے شیخ فضیل نے سلطان علاء الدّین خلجی سے کہا کہ کیا بات ہے کہ بائیس روز سے گھمسان لڑائی جاری ہے لیکن فتح حاصل نہیں ہوتی۔

سلطان علاء الدّین خلجی یہ سُن کر مسکرایا اور شیخ فضیل سے کہا:

"اگر فتح نہیں ہوتی تو میں کیا کروں؟ میں نے تو کوئی دقیقہ اٹھا کر نہیں رکھا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کے والدِ بزرگوار کو میرے ہمراہ یہاں بھیجا ہے۔ فتح تو ان کے نام لکھی گئی ہے۔ وہی فتح دلائیں گے۔"

حضرت شیخ فضیل نے اس بات چیت کا تذکرہ حضرت (اپنے والد) سے کیا۔ ابھی یہ بات چیت ہو ہی رہی تھی کہ لشکر کے پیچھے ہٹنے کی خبر سے سراسیمگی پھیل گئی۔ سلطان علاؤ الدین خلجی فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا اور آپ بھی گھوڑے پر سوار ہونے جا رہے تھے کہ آپ نے سلطان علاء الدّین خلجی کی آواز سُنی کہ:

"یا شیخ! آئیے اور اس مشکل میں مدد فرمائیے۔ میری دستگیری کیجیے۔ وقت نازک ہے۔ آپ کی امداد کے بغیر فتح ناممکن ہے"

آپ نے جب سلطان علاء الدّین کی یہ آواز سنی تو آپ نے گھوڑا تیز دوڑایا اور سلطان علاء الدّین کے پاس پہنچ کر اس کی ہمّت باندھی اور خود سلام علیک کہہ کر دشمن کی فوج میں گھوڑا دوڑا دیا اور اپنی تلوار چلاتے چلاتے اور دشمنوں کو تہِ تیغ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

آپ کے جسم پر پندرہ زخم تیر کے اور تین زخم تلوار کے تھے۔

راجہ کا لڑکا پکڑا گیا۔ اس کو حضرت شیخ فضیل کے حوالہ کیا گیا۔ لڑکے نے باپ کو دیکھ کر حضرت شیخ فضیل سے کہا کہ کیا اچھا ہو جو مجھے میرے باپ کے پاس پہنچا دو۔ حضرت شیخ

فضیل نے اس کو گھوڑے پر بٹھا کر اس کے باپ کے پاس پہنچا دیا۔ حضرت شیخ فضیل نے راجہ کرن واگیلا کو سلطان علاء الدّین خلجی کے پاس لاکر اس کو سلطان کے حوالے کیا۔

سیرت مبارک

حضرت سلیمان عبادت و ریاضت میں یکتائے روزگار تھے۔ شجاعت اور دلیری میں بے مثال تھے۔ اسلام کی برتری اور فتح کے لئے اپنی جان ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے۔

مزار مبارک

سب شہداء کو ایک قبر میں دفن کیا گیا اور آپ کو علیٰحدہ ایک قبر میں بتاریخ ۱۲، محرّم ۷۱۴ھ مطابق ۱۳۱۴ء دفن کیا گیا۔ مزار مبارک پٹن میں مرجع خاص و عام ہے۔

باب ۷۸

حضرتُ شاہ جمالُ الدّین اچھیؒ

حضرت شاہ جمال الدّین اچھیؒ پابندیِ دین اور پیروِی سنّت کے حامی تھے۔

خاندانی حالات

حضرت مخدوم حسام الدّین ملتانیؒ کی بہن بی بی آمنہ آپ کی پھوپھی ہیں۔ بی بی آمنہ کے صاحبزادے حضرت شیخ صدرالدین بن عمر فاروقی کا شمار مشہور بزرگوں میں ہوتا ہے۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام نامی اسمِ گرامی شیخ جلال الدّین ہے۔

ولادت

حضرت شیخ جلال الدّین کے یہاں کوئی لڑکا نہ ہوتا تھا۔ حضرت مخدوم حسامُ الدّین ملتانیؒ نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ اگر تم اس بات کا وعدہ کرو کہ پہلا لڑکا مجھے دو گے تو تمہارے لڑکے ہوں گے۔ حضرت جلال الدّین نے وعدہ کیا۔ حضرت مخدوم حسام الدّین ملتانیؒ کی دُعا سے حضرت جلال الدّین کے یہاں دو لڑکے ہوئے۔ حضرت مخدوم حسام الدّین سیر و سفر میں تھے۔ جب واپس آئے تو آپ کے بھائی نے چھوٹے لڑکے کو جس کا نام علاء الدین تھا، آپ کو یہ کہہ کر پیش کیا کہ یہ آپ کی امانت ہے اور بڑے صاحبزادے یعنی آپ کو تہ خانے میں بند کر دیا۔ حضرت حسام الدّین نے کچھ سوچا اور پھر آواز دی۔

"بیٹا جمال الدّین! اِدھر آؤ۔"

آپ نے تہ خانے سے جواب دیا اور فوراً حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت حضرت مخدوم حسام الدّینؒ کی زیرِ نگرانی ہوئی۔

بیعت و خلافت

بعد ازاں آپ کو لے کر حضرت مخدوم حسام الدّین اوچہ آئے اور آپ کو حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے سپرد کر کے خود سیر و سیاحت کو روانہ ہو گئے۔ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے آپ کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے آپ کو اپنے دستِ حق پرست پر بیعت کیا۔ بعد ازاں آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس طرح سے سلسلۂ سہروردیہ میں خلافت آپ کو حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت سے ملی اور چشتی سلسلہ کی خلافت آپ کو اپنے چچا حضرت مخدوم حسام الدّین ملتانیؒ سے ملی۔

آپ کے سپرد خدمت

حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے آپ کو پیش امام مقرر کیا اور امامت کی

خدمت آپ کو تفویض فرمائی۔

پٹن میں آمد

اپنے پیر و مرشد سے اجازت لے کر آپ ۷۳۵ھ میں پٹن تشریف لائے اور بی بی آمنہ کے یہاں قیام فرمایا۔

رشد و ھدایت

آپ نے زندگی کے باقی دن پٹن میں رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین اور پیغام حق لوگوں تک پہنچانے میں گزارے۔

سیرت

آپ علمِ ظاہری و باطنی دونوں سے بہرہ اندوز تھے۔ شریعت کے سخت پابند تھے۔ اتباع سنّت میں بے مثال تھے۔

وفات

آپ نے ۹ رجب ۷۴۵ھ مطابق ۱۳۴۴ء کو وصال فرمایا۔ مزارِ مبارک پٹن میں حضرت مخدوم حسام الدّین ملتانیؒ کے مزار کے قریب واقع ہے۔

باب ۷۹

حضرت شیخ حسن فقیہ

حضرت شیخ حسن فقیہ صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔

والدِ ماجد

آپ کے والدِ محترم کا نام قاضی قطب الدّین ہے۔

بشارت

آپ کی پیدائش سے پہلے بشارت ہوئی تھی کہ جب آپ (حضرت شیخ حسن) جوان ہوں گے تو والد کے ساتھ سرورِ عالم کی زیارت سے مشرف ہوں گے اور اسی قسم کی بشارت حضرت قطب عالم کو ہوئی تھی۔

خواب

آپ کے والد قاضی قطب الدّین کو زیارت نصیب ہوئی اور انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت قطب عالم نے آپ (حضرت شیخ حسن) کا ہاتھ پکڑ لیا ہے۔ آپ کے والد نے آپ کو خواب سُنایا۔

بیعت

آپ کو حضرت قطب عالم سے غائبانہ عشق تھا۔ جب حضرت قطب عالم کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے تو والہانہ کیفیت طاری تھی۔ حضرت قطب عالم آپ سے نہایت محبّت اور شفقت سے پیش آئے۔ انہوں نے آپ کا کاندھا اور آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں اسی طرح سے جس طرح خواب میں آپ کے والد نے دیکھا تھا، لیا۔ اس کا آپ پر بہت اثر پڑا۔

اس کے بعد حضرت قطب عالم نے آپ کو سینے سے لگایا اور تین مرتبہ فرمایا:

"احسن۔ احسن۔ احسن"۔ (یعنی بہت خوبصورت حسن)

پھر بیعت سے مشرف فرمایا۔

پیر و مرشد کا ادب

تیئس سال کی مدّت میں آپ نے کبھی بھی اپنے پیر و مُرشد کا چہرہ بلا وضو نہیں دیکھا۔ جب آپ بچّوں کو قرآن شریف کا سبق دینے جاتے تو اپنے پیر و مرشد کو دیکھنے سے پہلے ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔

سیرت

آپ نے جو کچھ پایا وہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت سے پایا۔ توکّل و قناعت میں اپنی مثال آپ تھے۔ مخلوق سے بے نیاز اور بے پروا رہتے تھے۔

باب ۸۰

حضرت شاہ زاہد

حضرت شاہ زاہد مقربِ حضرتِ رب العالمین ہیں۔

خاندانی حالات

آپ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے خاندان سے ہیں۔

والدِ ماجد

آپ کے والدِ ماجد حضرت قطبِ عالم ایک برگزیدہ بزرگ تھے۔

نام

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی شاہ زاہد ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے اپنے والدِ ماجد سے تعلیم و تربیت پائی۔ پھر اپنے بھائی شاہ عالم سے تعلیم پائی۔ آپ کی تربیت میں شاہ عالم کا بڑا ہاتھ ہے۔

بیعت و خلافت

آپ اپنے والدِ ماجد حضرت قطب عالم کے مُرید ہیں اور اُن ہی سے خرقۂ خلافت پایا۔

حضرت شاہ عالم کا تحفہ قبول کرنے سے اِنکار

سلطان خلجی کے لشکر کے مقابلہ میں حضرت شاہ عالم نے سلطان قطب الدّین کی مدد کی۔ سلطان قطب الدّین نے یہ منّت مانی تھی کہ اگر لڑائی میں اسے فتح حاصل ہوئی تو وہ ہر ایک پیغمبر کے نام سے ایک ایک اشرفی خیرات کرے گا۔ چنانچہ فتح کے بعد اس نے اس رقم میں سے آدھی رقم حضرت شاہ عالم کی خدمت میں بھیجی۔ حضرت شاہ عالم نے لینے سے انکار کیا۔

حضرت قطب عالم کا فرمان

سلطان قطب الدّین کو اس بات سے رنج ہوا کہ حضرت شاہ عالم نے وہ رقم قبول نہیں کی۔ وہ حضرت قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کو مطلع کیا کہ حضرت شاہ عالم نے اس کی پیش کی ہوئی رقم واپس کر دی ہے۔ حضرت قطب عالم نے حضرت شاہ عالم کو بلوایا اور فرمایا کہ سلطان تحفہ پیش کرتا ہے، اس کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ یہ تحفہ سلطان فتح کی خوشی میں پیش کر رہا ہے۔ اتنا فرما کر حضرت قطب عالم نے حضرت شاہ عالم کو پُر زور الفاظ میں بتایا کہ:

"اگر تم یہ تحفہ قبول نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ خداوند تعالیٰ کے رحم و کرم اور نوازش اور مہربانیوں کے دروازے جو کُھلے ہیں، وہ تم پر بند ہو جائیں گے۔"

حضرت شاہ عالم کا جواب

یہ سُن کر حضرت شاہ عالم نے جواب دیا کہ یہ رقم نہ تحفہ ہے اور نہ بطور تحفہ پیش کی جا رہی ہے بلکہ دراصل یہ تو نذر ہے اور نذر کی رقم ہے۔

حضرت شاہ عالم کی حالت میں تبدیلی

حضرت قطب عالم نے جب یہ سُنا تو خاموش ہو گئے۔ لیکن حضرت شاہ عالم کی اندرونی کیفیت میں ایک تبدیلی واقع ہوئی۔ حضرت شاہ عالم نے محسوس کیا کہ باطنی کیفیّت وہ نہیں ہے جو پہلے تھی اور خداوند تعالیٰ اور حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم سے جو

ان کو نسبت تھی اس میں کچھ کمی محسوس کی۔

کیفیت

حضرت شاہ عالم کو اس بات سے سخت رنج ہوا۔ وہ اپنے حجرہ میں گئے۔ دروازہ بند کیا اور زار و قطار رونے لگے۔ کھانا پینا، ہنسنا بولنا، ملنا جلنا ترک کر دیا۔ تین دن اسی حالت میں گزر گئے۔

بشارت

آپ (حضرت شاہ زاہد) کو بشارت ہوئی کہ سرور عالم حضرت محمد مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم اپنے والدِ محترم (حضرت قطب عالم) سے میری طرف سے جا کر یہ کہو کہ شاہ عالم کو معاف کر دو۔ ان پر رحم کرو۔ ناراض نہ کرو۔ اور پہلی سی محبّت اور شفقت سے پیش آؤ۔

وسیلہ

حضرت خواب سے بیدار ہو کر اپنے والدِ محترم کے حجرہ پر پہنچے۔ حجرہ بند تھا۔ آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور بلند آواز سے کہا کہ مجھے اندر آنے دو، سرور عالم کا حکم سنانے آیا ہوں۔ حضرت قطب نے دروازہ کھولا اور سب بات بغور سُن کر فرمایا کہ جاؤ اور شاہ عالم کو بُلا لاؤ۔ تم اپنے بھائی کا وسیلہ بن کر آئے ہو۔ قیامت کے دن تمہارا بھائی شاہ عالم تمہارا وسیلہ بنے گا۔

آمد

حضرت (حضرت شاہ زاہد) خوشی خوشی حضرت شاہ عالم کے پاس گئے اور والد کا پیغام پہنچایا۔ حضرت شاہ عالم جب حضرت قطب عالم کی خدمت میں آئے تو حضرت قطب عالم نے ان کو گلے لگایا۔ پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنا پیرہن ان کو پہنایا۔

خدمت

حضرت شاہ عالم کو آپ سے جو محبّت تھی اس میں اس واقعہ کے بعد سے اور اضافہ

ہوگیا۔ آپ (حضرت شاہ زاہد) حضرت شاہ عالم کے پاس رہنے لگے اور ان سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے لگے۔ حضرت شاہ عالم نے امامت کا کام آپ کے سپرد فرمایا۔ آپ پانچوں وقت نماز پڑھاتے تھے۔

تحفہ

حضرت شاہ عالم نے وصال سے ذرا قبل آپ کو اپنے پاس بُلایا اور اپنا پیر ہلایا تو کنڈی کی آواز سننے میں آئی۔ حضرت شاہ عالم نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے جو یہ آواز سنی، جانتے ہو کس کی آواز ہے۔ یہ آواز کارخانۂ قدرت کے چابیوں کے گچھے کی آواز ہے۔ لو۔ اب میں یہ چابیوں کا گچھا تم کو دیتا ہوں۔

آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس چابیوں کے گچھے کے لالچ میں خدمت نہیں کی ہے۔ مجھے تو درویشی کا پیرہن دیجیے۔ حضرت شاہ عالم اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور اپنی ٹوپی اور پیرہن آپ کو دے کر سرفراز فرمایا۔

وصال

آپ ۸۹۲ھ میں واصل بحق ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۴ سال کی تھی۔

سیرت

آپ زاہد، متقی اور پرہیزگار تھے۔ آپ کو سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا اور گہری نسبت حاصل تھی۔

باب ۸۱

حضرت شیخ ابّن

حضرت شیخ ابّن ایک مجذوب تھے جن کے حالات نہیں ملتے ہیں۔ انہوں نے ایک مسجد

احمد آباد میں بنوانا شروع کی تھی۔ یہ مسجد جالی والی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ ابھی مسجد ناتمام تھی کہ آپ کا وصال ہوگیا۔ آپ اسی مسجد میں محوِ خواب ہیں۔ آپ کے بعد شیخ سعید نے تعمیر کا کام جاری رکھا[1]۔ یہ مسجد شیدی سعید کے مکان کے قریب ہونے کی وجہ سے شیدی سعید کی مسجد کہلانے لگی۔

یہ مسجد دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس کی حسین و جمیل جالیوں کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ ہوپ کا خیال ہے کہ دنیائے مشرق میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ فرگوسن کے نزدیک دہلی اور آگرہ میں بھی ایسی جالیاں نہیں ہیں۔ یونان وغیرہ میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ سر جان مارشل کا کہنا ہے کہ "یہ مسجد اپنی خوبصورت جالیوں کی وجہ سے ساری دنیا میں مشہور ہے۔"

دو جالیوں میں پھول، پھل، درخت اور بیل کے حسین اور خوبصورت نقش و نگار کہیں دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ غرض اس مسجد کی جالیاں اس مسجد کی شہرت کا باعث ہیں۔ بقول فرگوسن "یہ مصنوعی نہیں بلکہ اصل معلوم ہوتا ہے۔ اس کا بنانے والا اپنے فن کا ماہر بلکہ موجد تھا۔ اس نے اپنے دماغ اور اپنی فکر سے نئے نئے نقشے بنائے اور ان کو عمل میں لایا۔ اس نے پتھروں پر اس طرح، طرح طرح کے نقش و نگار بنائے ہیں کہ گویا وہ پتھر پر نہیں کپڑے پر بنے ہیں۔ ان میں زرگر، مصوّر، سنگتراش، معمار، نجار سب کی روحیں جمع ہوگئی ہیں۔"

---

[1] گجرات کی تمدّنی تاریخ۔ (مسلمانوں کے عہد میں) از مولانا سیّد ابوظفر ندوی۔ ص ۱۶۱

باب ۸۲

حضرت شرف الدّین مشہدی

حضرت شرف الدّین مشہدی مقبولِ بارگاہ ایزدی ہیں۔

خاندانی حالات

آپ مشہد کے ایک ممتاز خاندان سے تعلّق رکھتے تھے۔

بیعت و خلافت

آپ حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت کے مُرید ہیں اور اُن ہی سے آپ کو خرقۂ خلافت عطا ہوا۔[۱]

بھروچ میں سکونت

آپ بھروچ میں آکر رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے اور بھروچ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔

وفات

آپ ۸۰۸ھ مطابق ۱۴۰۵ء میں رحمتِ حق میں پیوست ہوئے۔[۲]

سیرت

آپ نے بھروچ میں رہ کر لوگوں تک پیغامِ حق پہنچایا۔ بہت سے لوگ آپ کے حلقہ میں داخل ہوئے۔

---

[۱] تاریخ سلاطین گجرات از محمود بخاری (فارسی)۔ انٹروڈکشن (انگریزی) ص۔ ۸۔

[۲] تاریخِ سلاطینِ گجرات از محمود بخاری (فارسی)۔ انٹروڈکشن (انگریزی) ص۔ ۸۔

سہروردی سلسلے کو آپ کی کوشش سے بھروچ میں فروغ ہوا۔ علومِ ظاہری و باطنی میں بھروچ میں آپ کے مقابلہ کا کوئی نہ تھا۔

شادی

آپ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے داماد تھے[1] اور حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کا سندھ اور گجرات میں وہ اثر اور اقتدار تھا کہ شاہانِ وقت بھی رشک کرتے تھے۔

باب ۸۳

حضرت صوفی سلیمان

حضرت صوفی سلیمان صوفیِ صافی ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کے خاندان والے کاشتکاری کرتے تھے۔

والدین

آپ کے والد کا نام حافظ احمد تھا۔ ان کو لوگ حافظ احمد دیوان بھی کہتے تھے۔ آپ کی والدہ کی رگوں میں عرب کے خاندان کا خون تھا۔

ولادت

آپ لاج پور میں ۱۲۴۵ھ میں پیدا ہوئے۔

---

[1] تاریخِ سلاطینِ گجرات (فارسی)۔ انٹروڈکشن (انگریزی) ص ۸۔

نام

آپ کا نام سلیمان ہے۔

بیعت

آپ نے انکھلیشور موضع میں حضرت شاہ نظام الدّین سے بیعت کی اور اُن کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ کو مولوی لیاقت علی الٰہ آبادی سے بھی فیض پہنچا۔ آپ ان کے دیوان اور خزانچی ہوئے۔ اور دیوان مشہور ہوئے۔

سورت میں آمد

لاج پور سے ترکِ سکونت کر کے آپ سورت تشریف لے گئے اور سورت میں سکونت اختیار کی۔ سورت میں آکر آپ نے ایک پیڑ کے نیچے قیام کیا اور وہیں عمر گزار دی۔ آپ نے وہاں ایک مسجد تعمیر کرائی اور ایک مدرسہ قائم کیا۔ وہ جگہ اب صوفی باغ کے نام سے مشہور ہے۔

وفات

آپ نے سنہ ۱۳۴۳ھ میں دارِ آخرت کی طرف کوچ کیا۔ مزار سورت میں ہے۔

سیرت

آپ نے دو حج کیے۔ آپ بہت متقّی اور پرہیزگار تھے۔ اتّباعِ سنّت کے پابند تھے۔ فقر و فاقہ پر فخر کرتے تھے۔

باب ۸۴

حضرت عبدُاللہ شہید

آپ کا نام عبداللہ ہے اور چونکہ آپ شہید ہوئے اس لئے عبداللہ شہید مشہور ہوئے۔

مزار

آپ کا مزار پٹن میں حضرت مخدوم حسام الدّین ملتانیؒ کے مزار کے قریب واقع ہے۔

باب ۸۵

حضرت عبّاس شہید

آپ کا نام عبّاس ہے۔ آپ نے جامِ شہادت نوش کیا، اس وجہ سے عبّاس شہید مشہور ہوئے۔ لوگ اب بھی آپ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔

مزار

آپ کا مزار پٹن میں ہے۔ ۲۱ رجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

باب ۸۶

حضرت غیبن شاہ

آپ کا نام نہیں معلوم۔ پٹن میں غیبن شاہ کے لقب سے مشہور ہیں۔

پٹن میں کئی مزارات ایسے ہیں جو غیبن شاہ کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ غیبن شاہ کہلانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ نام نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اور اُن کے حالات کا پتہ نہ

لگنے کی وجہ سے عوام و خواص میں عنبن شاہ مشہور ہوئے۔ لوگ اِن کے مزارات پر جاتے ہیں اور فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں اور مُرادیں پاتے ہیں۔

باب ۸۷

حضرت قطب عالم

حضرتِ قطب عالم مجمعِ فیوضِ سبحانی ہیں۔ منبعِ علومِ روحانی ہیں۔ دُرِ دریائے معرفت ہیں۔ گوہرِ کانِ حقیقت ہیں۔

خاندانی حالات

آپ حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت کے پوتے ہیں، جن کا نام حضرت سیّد جلال الدّین بخاری ہے۔ وہ حضرت سیّد کبیر احمد کے لڑکے تھے۔ اُن کے دادا حضرت شیخ جلال الدّین سرخ بخاری تھے۔ وہ ساداتِ حسینی سے تھے اور بخارا کے ایک معزز اور ذی علم خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نام سیّد نصیر الدّین محمّد ہے اور بعض کا خیال ہے کہ آپ کے والد ماجد کا نام ناصر الدّین محمّد ہے۔[1]

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حاجرہ بی بی ہے۔ وہ حضرت سیّد قاسم حسینی کی صاحبزادی

---

[1] سفینۃ الاولیاء (فارسی)۔ ص ۱۱۷ از داراشکوہ۔

تھیں۔ حاجرہ بی بی کا مزار پٹن میں ہے۔ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت ان کو سعادت خاتون کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

پیشینگوئیاں

ایک دن جو حسب معمول آپ کی والدہ ماجدہ حاجرہ بی بی صبح کے وقت حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کو سلام کرنے کی غرض سے آئیں تو حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت ان کی تعظیم کی غرض سے کھڑے ہو گئے۔ یہ بات آپ کے والد حضرت سیّد نصیرالدّین محمدؒ کی اور بیویوں کو ناگوار ہوئی۔ جب اُن سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے فرمایا کہ:

"حاجرہ بی بی کے پیٹ سے ایک قطبِ وقت پیدا ہونے والا ہے۔ اِس لئے اُن کے لئے کھڑے ہو کر تعظیم کی۔"

ایک دن حضرت نصیرالدّین محمدؒ زمین پر سو رہے تھے۔ اُن کے پیٹ پر سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے جب ان کو اس طرح سوتا دیکھا تو وہ کچھ دیر وہاں باادب کھڑے رہے۔ پھر تعجّب اور خوشی کے لہجہ میں فرمایا:

"اللہُ اکبر! ایک قطب پیدا ہوگا جو صرف قطب ہی نہ ہوگا بلکہ قطب الاقطاب ہوگا۔ جو فیض کا چشمہ ہوگا۔ اور جو لوگوں کو راہِ حق دکھائے گا۔"

اس کے بعد انہوں نے حضرت نصیرالدّین محمدؒ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور پھر وہی ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا۔

ایک دفعہ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت گجرات تشریف لے گئے۔ اُس وقت احمد آباد وجود میں نہیں آیا تھا۔ وہ بٹوہ بھی تشریف لے گئے۔ فجر اور اشراق کی نماز کے بعد انہوں نے وہاں کی تھوڑی سی مٹّی اٹھائی اور مٹّی سونگھ کر فرمایا، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

مزار متبرک قطب عالم شاہ صاحبؒ (بنوڑ)

"اس پاک زمین سے تو ہماری ہڈیوں کی خوشبو آرہی ہے۔"

حاضرین سے انہوں نے اس مٹی کی زیارت کرنے کو کہا اور یہ پیشینگوئی فرمائی کہ:

"یہ مقام قطبیت کا خزانہ ہوگا اور روحانیت کا سرچشمہ ثابت ہوگا۔"

ایک دن حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے آپ (حضرت قطب عالم) کی والدہ جن کو وہ سعادت خاتون کہہ کر پکارا کرتے تھے، کو وہ چادر جس کو وہ عبادت کرتے وقت اوڑھا کرتے تھے عطا کی۔ پھر اپنے صاحبزادے حضرت نصیرالدین کو حکم دیا کہ میری وفات کے بعد سعادت خاتون کے بطن سے لڑکا ہوگا۔

"یہ میری امانت اُس بچے کو دینا" جب بچہ پیدا ہو تو اس کے لئے کپڑے اسی چادر سے بنائے جائیں اور چادر کے بچے ہوئے ٹکڑے بھی نہایت احتیاط سے رکھے جائیں۔ یہ چادر متبرک ہے۔ جب خداوند تعالیٰ نے شب قدر کی دولت سے نوازا تو یہ چادر مجھے پہنائی گئی۔ پھر آپ نے نصیرالدین محمدؒ کو آگاہ کیا کہ جو بچہ پیدا ہوگا وہ قطب الاقطاب ہوگا۔ اُس کو مقامِ ابدیت حاصل ہوگا۔ مقامِ ابدیت پر فائز ہونے والے کو عبداللہ کہتے ہیں اور سلوک میں یہ سب سے بڑا درجہ شمار کیا جاتا ہے۔

ولادت

آپ اوچہ میں ۱۴، رجب ۷۹۰ھ مطابق ۱۳۸۸ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نے آپ کے کان میں اذان دی۔ آپ کے دادا کی چادر سے آپ کے کپڑے بنائے گئے۔

نام

آپ کا نام نامی اسم گرامی عبداللہ ہے[1]۔

---

[1] سفینۃ الاولیاء۔ (فارسی) ص ۱۱۷ از داراشکوہ۔

کنیّت

آپ کی کنیّت ابو محمّد ہے۔[۱]

لقب

آپ کا لقب برہان الدّین ہے۔[۲]

خطاب

آپ کا خطاب قطبِ عالم ہے۔[۳]

ولادت کے بعد کی کرامات

آپ نے دائی کا دودھ نہ پیا۔ آپ نے اپنی والدہ کا دودھ پیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دائی جس کا دودھ آپ نے نہیں پیا، بدچلن تھی۔

ابھی آپ صرف تیرہ[۱۳] دن کے تھے کہ ۲۷ رجب شبِ معراج پر ایک نور آپ کے پاس آتا دکھائی دیا اور حضرت نے نیند میں کچھ الفاظ فرمائے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"چراغ کی روشنی دن کی روشنی سے بڑھ کر ہے۔"

برادران

آپ کے بھائیوں کے نام یہ ہیں:

سیّد فضل اللہ۔ سیّد علاء الدّین اور سیّد عبدالحق۔

بیعت و خلافت

آپ اپنے والدِ ماجد کے مرید اور خلیفہ ہیں۔[۴] آپ کی عمر پانچ سال کی تھی کہ ایک دن

---

[۱] سفینۃ الاولیاء (فارسی) ص ۱۱۷

[۲] چار گلشن۔ (قلمی۔ فارسی)۔ از رائے زادہ چترسین۔

[۳] و [۴] چار گلشن (فارسی قلمی)

آپ اپنے والد ماجد کے پاس آئے۔ آپ کے والدِ ماجد اس وقت حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا خرقہ پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ آپ نے آکر اپنے والد سے دریافت کیا کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا خرقہ کیا آپ کے پاس ہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے پاس سوائے دو خرقوں کے اور کچھ نہ تھا۔ ان پر خراسان کے ایک تاجر کا اسّی ہزار دینار کا قرضہ تھا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق سے یہ کہا گیا کہ وہ اسی ہزار دینار کا قرضہ ادا کر دے، اور اس کے بدلے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا ایک خرقہ لے لے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق اس پر راضی بھی ہو گیا تھا لیکن خراسان کے اس تاجر کو جب اس بات کا پتہ لگا تو وہ اُوچہ آیا اور قرضہ معاف کر کے اور دستاویز پھاڑ کر اور اسّی ہزار دینار کے بدلے ایک خرقہ لے کر خراسان واپس چلا گیا۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا دوسرا خرقہ آپ (حضرت قطبِ عالم) کے والد کے پاس رہا اور وہی خرقہ پہنے وہ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے والد نے وہ خرقہ اتار کر آپ کو پہنا دیا اور آپ کو تاکید کی کہ خرقہ پہن کر حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہوں۔

آپ نے اپنے والدِ ماجد کے چچا اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے چھوٹے بھائی اور خلیفہ حضرت صدرالدّین المعروف بہ راجو قتال سے بھی روحانی فیض پایا۔ ایک دن آپ کے والد کو رنجیدہ دیکھ کر حضرت راجو قتال نے ان سے کہا کہ رنج اور فکر کی کوئی بات نہیں۔ جو روحانی فیوض مجھے اور تمہیں ملے ہیں وہ ہم دونوں قطب عالم کو دیدیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت راجو قتال نے آپ کو اپنے کاندھے پر بٹھایا اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مزارِ مبارک پر لے گئے۔ انہوں نے اپنے فیوض آپ کو دیدیے۔ اور پھر آپ سے کہا کہ یہی نہیں بلکہ تین اور نعمتیں جو مجھے میرے پیر و مُرشد سے ملی ہیں، وہ بھی تم کو دیتا ہوں۔ وہ تین نعمتیں یہ ہیں۔ مرشد کا خرقۂ مبارک۔ مال و دولت کی دیگ اور تلوار جس کی دو دھاریں ہیں۔

آپ نے حضرت شیخ احمد کھٹوؒ سے بھی روحانی فیض پایا۔ آپ نے حضرت شیخ احمد کھٹوؒ سے بھی خلافت پائی۔

"از شیخ احمد کھٹوؒ نیز خلافت یافت۔"[1]

والد ماجد کا وصال

آپ کی عمر دس سال کی تھی کہ پدرِ بزرگوار کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ وفات سے پہلے آپ کے والدِ ماجد نے سب اہلِ خاندان کو جمع کیا جن کی مجموعی تعداد ایک سو بیس تھی اور ان سے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ:

"اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ تم اپنی اولاد کے بیچ انصاف کرنا۔"

"میں سامان اور کتابوں کا بٹوارہ کرنا چاہتا ہوں۔ سب کو ان کا حق دینا چاہتا ہوں۔"

آپ کے والدِ ماجد نے ۲۲، رمضان المبارک ۸۰۱ھ کو اس دار فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ فرمایا۔

حضرت راجو قتالؒ کی تاکید

حضرت راجو قتالؒ نے آپ کو تاکید فرمائی کہ تم گجرات میں سکونت اختیار کرنا اور وہیں رہ کر زندگی گزارنا اور رشد و ہدایت کرنا۔ گجرات کی سرزمین تمہارے سپرد ہے اور گجرات کے لوگوں تک پیامِ حق پہنچانا اور ان کو تاریکی سے روشنی میں لانا تمہارے ذمہ ہے۔ ان فرائض کو بخیر و خوبی انجام دینا۔

گجرات میں آمد

اپنے والد کے انتقال کے بعد آپ اُوچہ سے ۸۰۲ھ مطابق ۱۳۹۹ء میں گجرات میں رونق افروز ہوئے۔ اس وقت گجرات کا دارالخلافت پٹن میں تھا۔ آپ پٹن پہنچ کر حضرت شیخ

---

[1] چار گلشن (فارسی قلمی)

رکن الدّینؒ کے مہمان ہوئے جو حضرت بابا فرید الدّین گنج شکرؒ کے نواسے تھے۔ حضرت شیخ رکن الدّینؒ نے آپ کی بہت عزّت اور خاطر مدارات کی۔

حضرت شرف الدّین مشہدی کی ملاقات

حضرت سیّد شرف الدّین مشہدیؒ جو بھڑوچ میں رہتے تھے کو جب آپ کے پٹن میں قیام کا علم ہوا تو وہ آپ سے ملنے کے لئے پٹن روانہ ہوئے۔ راستہ میں احمد آباد میں رکے اور پھر سرکھیج پہنچے جہاں حضرت شیخ احمد کھٹوؒ رہتے تھے۔ پھر پٹن پہنچے اور آپ (حضرت قطب عالم) سے ملے۔

سُلطان مظفّر شاہ کا استقبال

سلطان مظفر شاہ جو حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کا مُرید، معتقد اور منقاد تھا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔

تعلیم و تربیت

آپ کی روحانی تعلیم و تربیت آپ کے والد اور آپ کے والد کے چچا اور حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے چھوٹے بھائی حضرت راجو قتال کی نگرانی میں ہوئی۔ حضرت جب گجرات میں رونق افروز ہوئے تو دنیاوی علم حاصل کرنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ آپ ایک مدرسہ میں داخل ہو گئے۔ اس مدرسہ میں حضرت مولانا علی شیرؒ درس دیا کرتے تھے۔ حضرت نے ان کی خاص توجّہ سے دنیاوی علم حاصل کیا اور علومِ ظاہری و باطنی میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ جب آپ گجرات تشریف لے گئے تھے، اس وقت آپ کی عمر قریب دس سال کے تھی۔ سنِ بلوغ کے پہنچنے تک آپ علم حاصل کرنے میں کوشاں رہے۔

حضرت گیسو دراز کی ملاقات

آپ جب چودہ سال کے ہوئے تو اسی زمانہ میں حضرت سیّد گیسو دراز دکن سے گجرات تشریف لے گئے۔ پٹن پہنچے اور حضرت شیخ رکن الدّینؒ سے ملاقات کی۔ پٹن میں حضرت سیّد

گیسو دراز بندہ نواز نے جب آپ (حضرت قطب عالم) کو دیکھا تو قطبیت کے آثار آپ میں دیکھ کر خوش ہوئے اور آپ سے کہا کہ "میرے بزرگوں سے جو فیض مجھے ملا ہے وہ میں آپ کو بطور تحفہ دینا چاہتا ہوں۔"

شادی و اولاد

آپ جب سن بلوغ کو پہنچے تو حضرت شیخ رکن الدینؒ نے آپ کی شادی کرانا چاہی۔ انہوں نے بادشاہ کے وزیر امین الدین خداوند خاں کو ایک خط لکھا کہ اگر بادشاہ کی لڑکی کی شادی حضرت (قطب عالم) کے ساتھ ہو جائے تو کیا اچھا ہو۔ امین الدین خداوند خاں نے اپنی لڑکی کی شادی حضرت کے ساتھ کرنی چاہی۔ لیکن ہوا ایسا کہ حضرت کی شادی شہزادی کے ساتھ ہوئی۔ وقت گزرتا رہا اور آخر کار امین الدین خداوند خاں کی آرزو پوری ہوئی یعنی اس کی لڑکی سلطانہ خاتون (بی بی آمنہ) حضرت کے عقد نکاح میں آئی۔

اس کے بعد حضرت پر غلبۂ عشق و شوق ایسا طاری ہوا کہ حضرت کو اپنے تن کی ذرا خبر نہ رہتی۔ دیواروں پر دوڑتے اور کسی قسم کا کوئی آرام نہ کرتے تھے۔ امین الدین خداوند خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے ایک زنجیر بنوا کر اور طباق میں رکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجی۔ جب حضرت نے زنجیر کو دیکھا تو اوّل مسکرائے اور پھر فرمایا کہ "شرع کی دونوں زنجیریں مجھے قبول ہیں۔" اس کے بعد حضرت نے کریم الدین کی صاحبزادی بی بی دھنّا سے شادی کی جن کے بطن سے تین لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

سیّد محمّد اصغر شیخ محمّد۔ سیّد صادق محمّد۔ سیّد محمّد راجو۔

اور بیویوں کے بطن سے جو بچّے ہوئے، ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:

حضرت شیخ محمود دریائے نوش۔ حضرت منجھن میاں جو شاہ عالم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت سیّد احمد شاہ پیر۔ حضرت شاہ زاہد۔ حضرت شاہ محمّد امین۔

آپ کی چوتھی بیوی بی بی جام زادی کے شکم سے بی بی فردوس اور بی بی مریم پیدا ہوئیں۔

خط

آپ کی عمر قریب پچیس ۲۵ سال کی تھی کہ آپ کے اُوپر ایک عجیب طرح کا کیف و مستی کا جذبہ طاری ہوا۔ آپ بار بار فرماتے تھے کہ: "اے نفس! اے شیطان کے استاد! سن لے۔ میں تیری بات کبھی بھی، ہرگز نہ مانوں گا۔ ایک دن آپ نے طے کیا کہ اپنی اس حالت سے اپنے دادا حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے بھائی حضرت راجو قتّال کو مطلع کریں۔ چنانچہ آپ نے ان کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"....حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت اور والدِ محترم اور آپکی نُورانی نظروں اور رُوحانی فیوض کی وجہ سے اس احقر کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ جو نہ بیان کر سکتا ہوں اور نہ دکھا سکتا ہوں۔ حالت یہ ہے کہ آج کل میرے جسم کی ہر نبض اور ہر ہر رگ وتار میں سے انا الحق کی آواز آیا کرتی ہے۔ آواز اس قدر صاف اور زور سے آتی ہے کہ پاس بیٹھنے والوں کے کانوں میں سنائی دیتی ہے۔ اس لئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ الگ تھلگ ایک گوشہ میں رہتا ہوں۔ کئی بار میں نے اپنے کو پتّھروں کی چٹانوں پر پھینکا۔ آگ میں گرایا۔ میں گہرے پانی میں کودا تاکہ موت آجائے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ میں تھک کر بیٹھ جاتا ہوں۔ موت نہیں آتی۔

میں دیکھ رہا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ میری سختیوں کے سامنے ہر چیز اپنی طاقت اور قوت کھو بیٹھتی ہے۔ اب آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ اگر اجازت ہو تو خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور اپنی حالت خود آپ کے گوش گزار کروں۔ زیادہ حدِّ ادب ...."

جواب

آپ کے خط کا جو جواب راجو قتال نے دیا وہ حسبِ ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم۔ اہلِ اسلام کے نزدیک یہ مسنون طریقہ ہے۔ میرے بیٹے! سیّدوں کے سردار! سوالوں کے سمندر! طٰہٰ یٰسین یعنی حضرت نبی رسول کریم صل اللہ علیہ وسلّم کی اولاد کے فرزند اور نبی صل اللہ علیہ وسلّم کی پنجوڑا اور پرہیز گاری کی کان کے موافق اور قطبیت کے آسمان اور سورج کے موافق شیخ برہان الدّین اللہ کی دعائیں اور سایہ آپ کے ساتھ رہے۔ یہ بات یاد رکھنا اور کبھی نہ بھولنا کہ میں خاص وقت میں فرزند عزیز کی استقامت کی مضبوطی اور ثابت قدمی کے لئے دُعا کرتا ہی رہوں گا۔ بعدہٗ جو کیفیت ظاہر ہوئی ہے اس کو قطبیتِ کبریٰ کے آثار کو مان کر اور سمجھ کر اور زیادہ بلند درجہ ملنے کے لئے ہمیشہ تیّار رہنا۔ فقط۔ والسّلام ....“

سلاطین سے تعلقات

ظفر خاں جو بعد میں مظفر شاہ کے لقب سے گجرات کا فرمانروا ہوا وہ حضرت کے دادا حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کا مرید تھا۔ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے اس کو گجرات کا بادشاہ ہونے کی خوشخبری دی تھی۔ اُنہی کی دعا کا یہ نتیجہ تھا کہ ظفر خاں گجرات کا بادشاہ ہوا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کی خانقاہ میں لنگر کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ اس دن دُرویشوں کے کھانے کے لئے بھی خانقاہ میں کوئی انتظام نہ تھا۔ اس بات کی خبر ظفر خاں کو ہوئی۔ اُس نے لنگر کے لئے کافی تعداد میں غلّہ اور مٹھائیاں وغیرہ بھیجیں۔ جب وہ سامان خانقاہ میں لایا گیا تو حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت خوش ہوئے اور ظفر خاں کو طلب فرمایا اور اس سے کہا کہ:[1]

---

[1] مراۃ سکندری

"اے مظفر خاں! بغرض ایں طعام حکومتِ تمام ملکِ گجرات را بنامِ شما انعام فرمودیم۔ مُبارک باشد۔"

ترجمہ: اے مظفر خاں! اِس کھانے کے بدلے میں ملکِ گجرات کی تمام سلطنت ہم نے تم کو عطا کی۔ تم کو مبارک ہو۔"

حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے ظفر خاں کو دعا کے ساتھ ساتھ ایک چادر بھی عطا فرمائی۔

حضرت جب گجرات میں رونق افروز ہوئے اور پٹن میں قیام فرمایا تو مظفر شاہ کو جب خبر ہوئی تو حضرت کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں اس نے سوچا کہ یہ صحیح ہے کہ حضرت کو حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کا پوتا ہونے کا فخر حاصل ہے اور حضرت کی رگوں میں حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کا خون بھی ہے لیکن اگر انہوں نے تین باتیں اس طرح انجام دیں تو میں سمجھوں گا کہ وہ حضرت مخدومِ جہانیانِ جہاں گشت کے سچے" پوتے اور حقیقی وارث ہیں۔

پہلی بات جو اُس نے سوچی وہ یہ تھی کہ

جہاں اُن کا قیام ہوگا وہیں مجھے طلب فرمائیں گے اور خود میرے استقبال کے لئے نہیں آئیں گے۔

دوسرے یہ کہ جو کچھ گھر میں اس وقت کھانے کو ہوگا وہی مجھے دیں گے۔ میرے لئے کوئی خاص انتظام نہیں کریں گے۔

تیسرے یہ کہ رخصت ہوتے وقت اپنی پگڑی مجھے عطا فرمائیں گے۔

جب سُلطان مظفر شاہ آپ کے در دولت پر حاضر ہوا تو لوگوں نے چاہا کہ اُس کا شایانِ شان استقبال کیا جائے۔ آپ اِس بات پر راضی نہ ہوئے۔ آپ جہاں تھے وہیں آپ نے سلطان مظفر شاہ کو قدم بوس ہونے کا موقع عطا فرمایا۔ تھوڑی ہی دیر بعد آپ نے

حکم دیا کہ جو کھانا گھر میں ہو وہ لایا جائے اور دستر خوان بچھایا جائے۔ کھانا جب آگیا تو آپ نے سُلطان مظفر شا۔ سے کہا کہ فقیروں کا کھانا حاضر ہے۔ بسم اللہ کیجیے۔ آپ نے بھی سلطان مظفر شاہ کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔

اب سلطان مظفر شاہ نے اجازت چاہی۔ آپ نے اس کو رخصت کرتے ہوئے اُس سے فرمایا کہ

"فقیروں کی پگڑی آپ کے لئے نہیں ہے"

سلطان مظفر شاہ نہایت خوش و خرّم اور شاداں و فرحاں واپس آیا۔ اُس نے حضرت کو حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کا حقیقی وارث پایا۔ وہ حضرت کا دل و جان سے معتقد ہوا اور اس کا اعتقاد حضرت کی طرف سے کبھی کم نہ ہوا۔

سلطان احمد شاہ بھی حضرت کا معتقد تھا۔ اُس نے جب احمد آباد آباد کیا تو حضرت سے درخواست کی کہ حضرت نئے شہر میں سکونت اختیار فرما کر اس (احمد آباد) کو زینت بخشیں۔ سلطان احمد شاہ نے حضرت کی شان میں ایک قصیدہ لکھا اور حضرت کے سامنے کھڑے ہو کر نہایت ادب سے اس کو پڑھا۔

قصیدہ اِس طرح شروع ہوتا ہے[1]

قطبِ زمانہ ما برہان بس است مارا
برہان او ہمیشہ چوں نامش آشکارا

قصیدہ پڑھنے کے بعد سلطان احمد شاہ نے حضرت سے انعام و صلہ مانگا۔ حضرت نے فرمایا کہ: -

"میرے دادا نے تم کو پہلے ہی نعمت عطا کی ہے اور دُعا دی ہے"

---

[1] مراۃ احمدی (سپلیمنٹ) ص ۲۷

اس پر سلطان احمد شاہ نے عرض کیا کہ:

"یہ درست ہے۔ جو کچھ پایا وہ حضرت کے خاندان والوں سے پایا۔ لیکن جو دُعا حضرت کے دادا نے دی تھی، وہ میری سلطنت اور میرے خاندان کے لئے تھی۔ اب میں حضرت سے التجا کرتا ہوں کہ حضرت اس نئے شہر (احمد آباد) کے لئے دُعا فرمائیں کہ یہ شہر تا ابد قائم اور آباد رہے اور روز بروز اُس کی رونق اور زینت میں اضافہ ہو۔"

حضرت نے یہ سُن کر فرمایا کہ:

"اچھا میں دعا کرتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ کے کرم سے یہ شہر تا ابد قائم رہے گا۔"

حضرت کا کرم سلطان احمد شاہ کے شاملِ حال رہا اور اس کو اپنی طاقت بڑھانے، اپنے کو مضبوط بنانے اور اپنا اقتدار قائم کرنے میں کافی سہولت پہنچی۔ حضرت کی خانقاہ گجرات کے اونچے اور متوسط طبقے کا مرکز بن گئی۔ اس طبقے میں امیر، وزیر اور افسران شامل تھے۔ حضرت نے کچھ دن اساول میں قیام فرمایا اور پھر بٹوہ تشریف لے گئے اور وہیں رہنے لگے۔ سلطان نے حضرت کو بٹوہ کا گاؤں نذر کیا۔

میرزا محمد حسن بٹوہ کے متعلق اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ:[1]

"موضع مذکور بر خرچ اخراجات سرکارِ ایشاں سلطان مقرر داشت۔"

ترجمہ: (موضع مذکور کو بادشاہ نے حضرت کے خرچ کے لئے مقرر رکھا۔ (نذر کیا)

سلطان احمد شاہ کا پوتا سلطان جلال خاں جو قطب الدّین کے لقب سے مشہور ہے جب گجرات کے تخت پر بیٹھا تو اس کو بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ حضرت (حضرت قطب عالم) کا مرید تھا۔ اس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ:[2]

---

[1] مراۃ احمدی۔ جلد اوّل۔ ص ۲۷ [2] تاریخِ سلاطین گجرات (فارسی) ص ۲۷

"درعہدِ دولتِ او دو عمارتِ عالی درعالم ہستی بدیدار گشتہ یکے حوضِ کانکریہ و نزدیک او قلعہ و محلہائے بادشاہی بنا شدو دوم باغ فردوس کہ بغایتِ وسیع و کلاں و جائیہا می سرکشادکہ درآن محلہا و سردابہا ساختندو واز ہرگونہ نہال و اشجار غیر مکرر حتیٰ درختِ صندل و عود نشاندو پرورش یافت ...."

یہ بادشاہ بہت رحمدل اور سخی تھا۔ اسی وجہ سے اس کو "زرنبخش" کہتے تھے۔ اور وہ ——

"مریدِ حضرت قطب العالمین بود۔"[1] (قطب العالمین کا مرید تھا)

ابھی اُس کو تخت پر بیٹھے زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ سُلطان محمود خلجی نے گجرات پر چڑھائی کی۔ سُلطان قطب الدّین نے حضرت کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ "سلطان محمود خلجی اسّی ہزار سپاہی لے کر آیا ہے۔ میرے پاس نہ اتنی بڑی فوج ہے اور نہ ہی ساز و سامان ہے۔ حضور دُعا فرمائیں کہ میں دشمن کی فوج پر غالب آؤں اور دشمن ناکامی کا مُنہ دیکھے۔

حضرت نے مراقبہ کیا اور پھر فرمایا کہ:

"یہ ساری مصیبت تمہارے والد سُلطان محمّد شاہ کی ایک غلطی کی وجہ سے آئی ہے۔ تمہارے والد نے پیر شیخ کمال کی دل آزاری کی تھی، یہ اُس کا نتیجہ ہے۔"

آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت شاہ عالم کو پیر کمال کے پاس بھیجا اور یہ کہلوایا کہ آپ درگزر کریں اور معاف کریں۔ باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لینا چاہیئے۔ پیر کمال معاف کرنے پر کسی طرح راضی نہ ہوئے اور حضرت شاہ عالم سے کہا کہ میں نے گجرات کی سلطنت سلطان محمّد خلجی کو

---

[1] تاریخِ سلاطینِ گجرات (فارسی)۔ ص ۲۷

دے دی ہے۔

یہ بات جب حضرت (حضرت قطب عالم) کو معلوم ہوئی تو وہ خاموش ہو گئے۔ پیر کمال کی کافی عمر تھی۔ تیسرے دن ان کی وفات ہو گئی۔

سلطان قطب الدّین نے پھر آکر عرض کیا کہ دشمن قریب آگیا ہے۔ حضور سے اجازت لینے آیا ہوں۔ حضور فتح و کامیابی کے لئے دُعا فرمائیں اور اپنے صاحبزادے شاہ عالم کو میرے ساتھ کر دیں۔ حضرت نے حضرت شاہ عالم کو سُلطان قطب الدّین کے لشکر کے ساتھ کیا۔ اور ایک تیر دیا جس کی نوک حضرت نے توڑ دی۔

حضرت نے تاکید فرمائی کہ یہ تیر دشمن کے لشکر پر پھینک دینا۔ گھمسان لڑائی ہوئی حضرت شاہ عالم نے وہ تیر پھینکا تو وہ سلطان محمود خلجی کی آنکھ میں جا کر لگا۔ سُلطان قطب الدّین کامیاب و کامراں لڑائی کے میدان سے واپس آیا۔

وفات

حضرت کو بخار آیا۔ اس حالت میں بھی حضرت نے نماز، نفل اوراد و وظائف جاری رکھے۔ وفات سے قبل حضرت نے شیخ مبارک سے خوش ہو کر کہا کہ:

"اب ہم ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس دُنیا سے جا رہے ہیں"

حضرت نے تین مرتبہ

یا حیّ یا قیوم یا کریم

کہا اور ۸۵۷ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۴۵۳ء کو جوارِ رحمت میں داخل ہوئے۔

مزار پُرانوار بٹوہ میں (احمد آباد کے قریب) فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔ سلطان محمود بیگڑہ نے آپ کے مزارِ مبارک پر ایک شاندار مقبرہ تعمیر کرایا۔

خلفاء

حضرت کے بہت سے خلفاء تھے۔ خاص خاص حسبِ ذیل ہیں:

حضرت مخدوم شیخ محمود دریانوش۔ حضرت شاہ عالم۔ حضرت سیّد احمد شاہ پیر۔ حضرت سیّد محمدؒ اصغر عرف شیخ محمدؒ۔ حضرت شاہ صادق۔ حضرت شاہ سلیم۔ حضرت شاہ راجو۔ حضرت مخدوم شیخ صالح۔ حضرت شاہ زاہد۔ حضرت شیخ عبداللطیف۔ حضرت سیّد عثمان برہانی۔ حضرت شیخ علی خطیب۔

سیرت مبارکؒ

حضرت ترک و تجرید میں یگانۂ روزگار تھے۔ توکل و قناعت کی دولت سے مالامال تھے۔ عشقِ الٰہی میں سرشار تھے۔ عبادت، ریاضت اور مجاہدات میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ لوگوں کی حاجت روائی کو ایک فریضہ سمجھتے تھے۔ آپ کا لنگر ایک وسیع پیمانے پر جاری تھا۔ آپ کی خانقاہ زیردستوں، مظلوموں اور غریبوں اور کمزوروں کے لئے جائے پناہ تھی۔

آپ قرآن شریف کی بیحد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ جہاں قرآن شریف رکھا ہوتا وہاں بہ پاس ادب نہ بیٹھتے تھے۔ سخاوت اور دریادلی کے لئے مشہور تھے۔ علومِ ظاہری و باطنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ہر ایک کی عزّت کرتے تھے اور ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ کسی کی دل آزاری پسند نہ کرتے تھے۔ اپنا راز چھپاتے تھے۔ شریعت، طریقت اور حقیقت میں کامل تھے۔

حلیۂ مبارکؒ

آپ کا چہرہ نورانی تھا۔ پیشانی چوڑی تھی۔ آنکھیں پُرخمار تھیں۔ قد میانہ تھا۔ ناک اُونچی اور گردن باریک تھی۔

علومِ مرتبت

ابھی آپ کی عمر نو سال کی تھی کہ ایک دن آپ کو خیال آیا کہ اگر سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ ظاہری میں ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیر چومتا اور حضور کے قدموں کے نیچے کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بناتا۔ اسی دن رات کو آپ

کو سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے حضور صل اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر سر رکھ دیا۔

آپ کی عمر جب چھ سال کی تھی تو ایک مرتبہ آپ شیخ مونکر جو شیخ مبارک کے مرید اور شیخ جمال کے پوتے ہیں سے ملنے گئے۔ شیخ مونکر نے جوں ہی حضرت کو دیکھا تو وہ ایک دم تعظیم کو کھڑے ہو گئے اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

"اس بچے کو سرکار دو عالم صل اللہ علیہ وسلم سے ایسی گہری نسبت ہے کہ اس وقت حضرت اویس قرنی مانے جاتے ہیں۔

حضرت کی عمرِ مبارک اکتیس سال کی تھی کہ اُوچھ میں سیلاب آیا۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے لوگوں کو بشارت دی کہ ان کی نعش کو کسی دوسری جگہ دفن کی جائے۔ جس وقت نعش دوسری جگہ لے جائی جا رہی تھی تب ایک آواز اس طرح سننے میں آئی گویا حضرت (حضرت قطب عالم) سے کوئی مخاطب تھا۔ حسب ذیل الفاظ صاف طور پر سننے میں آئے:

"قطبیتِ کبریٰ، ہدایتِ مرتضیٰ اور نعمتِ مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلم پورے خاندان کو حضرت نبی رسول کریم صل اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ایک دوسرے کو ملتی رہتی ہیں۔ کتنے خوش قسمت میرے فرزندِ عزیز سیّد برہان الدّین قطبِ عالم ہیں کہ اب ان کو عطا ہوئی ہیں۔"

ایک دن آپ کے مزار مبارک پر حضرت شیخ حسن خند شاہ اور حضرت شاہ عالم حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک اجنبی شخص آیا اور اس نے مزار مبارک کی چادر پکڑ کر کہا "ہٰذا قطب" یعنی یہ قطب ہے۔

حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ:

"امروز قطب اند۔"

یعنی اب بھی قطب ہیں۔

حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ:

"پانچ بزرگوں کو خداوند تعالیٰ نے ایسا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ حیاتِ ظاہری میں وہ قطب تھے اور وصال کے بعد بھی وہ قطب رہے۔ ان کی قطبیت اُن سے لی نہیں گئی۔ ان پانچ بزرگوں میں حسبِ ذیل بزرگ شامل ہیں:

(۱) میرے والد (یعنی حضرت قطب عالمؒ) (۲) حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشتؒ (۳) حضرت غوث الاعظمؒ (۴) حضرت معروف کرخیؒ (۵) حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ

تعلیمات

ایک شخص نے آپ کو سات مرتبہ سلام کیا اور ہر مرتبہ آپ نے گھوڑے سے اُتر کر اُس کے سلام کا جواب دیا۔ ایک خادم نے عرض کیا کہ یہ شخص پاگل ہے پھر حضرت اس کی اتنی عزت کیوں کرتے ہیں کہ گھوڑے سے اُتر کر اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ:

"وہ شخص پاگل سہی لیکن میں تو ہوش میں ہوں۔"

پھر آپ نے فرمایا کہ:

"میں کیا کروں۔ انسان کی جگہ، مرتبہ اور حقیقت اس کی تعظیم کرنے کو مجبور کرتی ہے۔ اس لئے میں تعظیم میں مسلمان اور کافر اور امیر و غریب کا فرق رکھنا پسند نہیں کرتا ہوں۔ میرے نزدیک ہر انسان بھائی بھائی ہے اور ہر انسان کی عزت اور ادب کرنا اپنے اوپر فرض ہے۔"

حضرت نے فرمایا کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام کا ورد کرنا بہتر ہے۔ اگر محمدؐ کہتے ہوئے مرجائے تو بیڑا پار ہو جائے۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"سکرات کی حالت میں کلمہ لاالٰہ الااللہ پڑھنے میں خطرہ ہے اور وہ خطرہ یہ ہے کہ اگر آدھا کلمہ پڑھتے ہوئے ہی دم نکل جائے تو نفی کا حصّہ یعنی لاالٰہ پڑھتے ہوئے اس جہان سے رخصت ہوا جو اچھی حالت نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ لاالٰہ کہتے ہوئے دم نکل جائے اور الااللہ نہ کہہ سکے۔ پس محمّد رسول اللہ پڑھے۔ اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

ورد و وظیفہ

حضرت نے اپنے صاحبزادے حضرت شاہ عالم کو

"یالطیفُ"

پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

حضرت کا یہ ورد تھا کہ عشار کی نماز کے بعد

یاحیّیُ یاقیّوم

پڑھا کرتے تھے۔ اور

لاالٰہ الااللہ

کا ذکر کرتے تھے۔

کشف و کرامات

حضرت سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ بہ نظر اختصار یہاں چند پیش کی جاتی ہیں:

حضرت سیّد شرف الدّین مشہدی ایک نامور بزرگ تھے۔ بڑوچ علاقہ میں مشہور تھے۔ انہوں نے اپنے دونوں لڑکوں سیّد قطب الدّین اور سیّد سعداللہ سے جو حضرت (حضرت قطب عالم) سے عمر میں بڑے تھے، حضرت کا مرید ہونے کو کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ:

"اُن (حضرت) کی ٹوپی ہمارے سر پر نہیں آسکتی۔"

اُن کا مطلب یہ تھا کہ حضرت ان کو بیعت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ حضرت سیّد

شرف الدین مشہدی نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ اچھا اُن سے ملنے تو چلو۔ حضرت اس وقت کھنبائت میں تھے۔ جب وہ سب پہنچے تو حضرت وضو کر رہے تھے۔ حضرت نے جوں ہی ان کو دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا کہ:

"میرے سر کی ٹوپی اِن کے سر پر کس طرح آئے گی اور ان کو کس طرح دی جائے گی"۔

یہ سُن کر حضرت سیّد شرف الدین مشہدی کے دونوں صاحبزادے حضرت کے معتقد ہوئے اور مُرید ہوئے۔

آپ پل بھر میں پٹن سے اُوچہ پہنچ جاتے تھے اور حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت کے مزارِ پُرانوار کی زیارت کر کے واپس آجاتے تھے۔

ایک دن حضرت کی صاحبزادی کی نوکرانی آئی اور کہنے لگی کہ میری بچی بھوکی بیٹھی ہے بغیر گھی کے روٹی نہیں کھاتی ہے۔ ضد کر رہی ہے۔ گھی کہاں سے لاؤں۔

حضرت نے یہ سُن کر حالتِ وجد میں کہا کہ:

"جاؤ۔ دیکھو۔ گھی تو کنوئیں میں ہے"۔

اتنا کہہ کر پھر فرمایا کہ:

"فقیروں کی اولاد اور خادموں کے لئے پانی ایک گھی کی طرح ہے"۔

اس وقت حضرت کا قیام اساول میں ایک کنوئیں کے قریب تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص کنوئیں پر پانی لینے آیا۔ ڈول جو ڈالا تو ڈول میں گھی آیا۔ تین دن تک اس کنوئیں سے گھی نکلتا رہا۔

حضرت کے بھائی جلال خاں کے صاحبزادے سیّد سکندر خان دکن میں ایک اُونچے عہدہ پر فائز تھے۔ انہوں نے حضرت کی خدمت میں کچھ قیمتی کپڑے، جواہرات اور کچھ اشرفیاں بھیجیں۔ جب سیّد سکندر خان کا بھیجا ہوا آدمی سامان لے کر آیا تو اس وقت حضرت سابرمتی دریا کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ جب اُس شخص نے وہ سامان پیش کیا تو حضرت

نے فرمایا کہ:

"گندک کے دھوئیں سے فقیروں کی اولاد کی داڑھی کے بال جلنا نہیں چاہئیں۔"

پھر حضرت نے اس آدمی سے کہا کہ سامنے جو پتھر پڑے ہیں، جتنے لا سکتے ہو لے آؤ۔ اُس نے پتھر لاکر آپ کے سامنے رکھ دیے۔ حضرت نے اُن پتھروں پر جو ہاتھ لگایا تو وہ پتھر سونے کے ہو گئے۔

اس شخص سے مخاطب ہو کر حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ لے کر آئے ہو وہ سابرمتی دریا میں ڈال دو۔

پھر حضرت فرمانے لگے کہ:

"حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسی قوتوں اور ایسے انعامات سے نوازا ہے جن کی نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی اندازہ۔ تو پھر یہ دنیا کی دولت ہمیں کیا فائدہ پہنچائے گی۔ یہ دنیا کی دولت ہمارے کس کام کی ہے اور اس کو کس طرح اور کیوں قبول کیا جائے۔"

ایک دن آپ پانی میں تشریف لے گئے[1]۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک رات آپ اپنے مکان سے مسجد جا رہے تھے تو آپ کے پیر میں کوئی چیز لگی۔ چوٹ کا لگنا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ:

"لوہا ہے کہ لکڑ ہے کہ پتھر ہے۔"

(کیا یہ لوہا ہے یا لکڑی ہے یا پتھر ہے۔)

اُس کے فوراً بعد ہی اس چیز میں تینوں چیزوں کی خصوصیات پیدا ہو گئیں۔ یعنی لوہے کی صفت، لکڑی اور پتھر کی صفت۔

شہنشاہ ہمایوں جب گجرات میں تھا تو بٹوہ بھی گیا اور اس نے اُس متبرک یادگار کو

---

[1] اخبار الاخیار (اُردو ترجمہ) ص ۳۳۴

دیکھا تو اس کو تعجب ہوا۔ وہ تھی "ایسی عجیب چیز جو اُس نے کبھی نہیں دیکھی تھی"۔[۱]

شہنشاہ اکبر جب احمد آباد گیا تو اس نے بھی اس متبرک یادگار کو دیکھا اور اس کا آدھا حصہ آگرہ لے آیا۔[۲]

باب ۸۸

حضرت قاضی نُورالدّین

حضرت قاضی نورالدّین کھنبائت کے مشہور بزرگ ہیں۔[۳] کھنبائت اور کھنبائت کے اطراف واکناف میں آپ نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا اور اس میں کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔

رشد و ہدایت میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ تبلیغ کو ایک فریضہ سمجھتے تھے۔

آپ کھنبائت میں حضور کے نام سے مشہور تھے۔[۴]

۱؎ مراۃ سکندری۔ ص ۱۵۶

۲؎ مراۃ سکندری۔ ص ۹۷-۱۹۶

مراۃ احمدی۔ سپلیمنٹ۔ ص ۲۶

۳؎ آبِ کوثر۔ ص ۳۳۵

۴؎ آبِ کوثر۔ ص ۳۳۶

باب ۸۹

حضرت قاضی محمود دریائی

حضرت قاضی محمود دریائی صاحب مقامات تھے۔

خاندانی حالات

آپ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ کے خاندان سے ہیں۔ حضرت عباسؓ سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ عباسیہ خاندان کے آپ چشم وچراغ ہیں۔

دادا و والدِ ماجد

آپ کے دادا قاضی محمد حضرت قطب عالم کے مرید تھے۔ آپ کے والد قاضی حمید حضرت شاہ عالم کے مرید تھے۔

نام

آپ کا نام نامی اسم گرامی محمود ہے۔ اور دادا اور والد کی نسبت سے قاضی کہلاتے ہیں یعنی قاضی محمود۔

لقب

آپ کا لقب دریائی دولہا ہے۔

لقب کی وجۂ تسمیہ

خشکی کے علاوہ پانی میں بھی آپ دستگیری فرماتے تھے۔ دریا اور سمندر کی خدمت

بھی آپ کے سپرد تھی۔ جب کوئی کشتی گرداب میں پھنس جاتی اور کشتی والے عاجز ہو کر آپ کو پکارتے تھے تو آپ ان لوگوں کی دستگیری فرماتے اور پھنسی ہوئی کشتی کو گرداب سے نکال دیتے تھے۔ اس وجہ سے آپ دریائی دولہا کے لقب سے مشہور ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت گھر پر ہوئی۔ آپ کے والد نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی اور آپ نے جلد ہی علوم ظاہری حاصل کر کے اپنی ذہانت کا ثبوت دیا۔

بیعت و خلافت

ایک رات آپ نے غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے یہ بہتر اور مناسب ہے کہ تم اپنے والد ماجد کے مُرید ہو جاؤ۔ اِدھر تو آپ کو بشارت ہوئی اور اُدھر آپ کے والد کو بشارت ہوئی کہ تم اپنے لڑکے محمود کو اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کرو اور اپنا خرقۂ خلافت دے کر ان کو سرفراز کرو۔

صبح کو آپ نے اپنا خواب اپنے والد ماجد سے بیان کیا۔ آپ کے والد ماجد بہت متحیّر ہوئے اور فرمایا کہ مجھے بھی اِسی قسم کا حُکم ملا ہے۔ حکم کی پابندی مجھ پر اور تم پر لازمی اور ضروری ہے۔ وفات سے قبل تم کو بیعت کروں گا اور خرقۂ خلافت دوں گا۔

ایک دن آپ کے والد ماجد نے آپ کو طلب فرمایا۔ آپ جب خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کے لڑکے بھی ساتھ تھے۔ ان لڑکوں کو پہلے مُرید کیا اور پھر آپ کو مُرید کر کے خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور یہ فرمایا کہ:

"جس کام کی فکر تھی، وہ ہو گیا۔ میرا کام ختم ہوا۔"

دوسرے دن آپ کے والد ماجد کا وصال ہو گیا اور آپ ان کے سجّادہ پر بیٹھے۔

حضرت شاہ عالم سے نسبت

آپ حضرت شاہ عالم کا نام نہیں لیتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ، اور حضرت

مزار حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر

شاہ جیو اور سُلطان مظفر حلیم حضرت شاہ عالم کے روضۂ مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی بات پر آپ کی زبان سے مجن نکلا۔ ایک شخص اس کو گستاخی سمجھا اور آپ سے کہا کہ آپ حضرت شاہ عالم کا نام کیوں نہیں لیتے۔

آپ نے انکساری سے جواب دیا کہ دیہاتی آدمی سے فصاحت کی اُمّید رکھنا غلط اور پھر اُن کا نام لینا بے ادبی سمجھتا ہوں۔ اور اگر یہ میری بے ادبی ہے تو مجھے اُمّید ہے کہ وہ میری بے ادبی معاف کریں گے اور خوش ہوں گے۔

اس شخص نے نہ مانا۔ بات بڑھ گئی۔ فیصلہ کی کوئی صُورت نظر نہ آئی۔ پھر آپ ہی نے فرمایا کہ فیصلہ کی یہ صورت ہے کہ ہم سب مزار پر پھر چلیں اور اپنے اپنے خیال کے مطابق پسندیدہ نام سے پکاریں۔ دیکھیں وہ کس کو جواب دیتے ہیں۔ جس کو جواب ملے گا وہی ان کا محبُوب ہے اور اُن کے دربار میں مقبول ہے۔

پس حضرت شیخ جیو، سُلطان مظفر حلیم اور آپ مزار پر حاضر ہوئے۔ اُن دونوں نے اپنے نظریے سے اُن کو اچھّے نام سے پکارا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

اب آپ کی باری آئی۔ آپ نے عرض کیا:

"مبجھن میاں! تمہارے آستانہ پر قدم بوسی کے لئے تمہارا خادم محمُود آیا ہے۔ یہ آپ کا خادم آپ کو پکارتا ہے۔ مہربانی فرما کر آپ اس خادم کو جواب دے کر تسلّی بخشیں۔"

روضہ سے آواز آئی کہ

"اے محمود! میں نے تیری آواز سُنی اور تیرا اسلام قبول کیا۔"

پھر آپ نے عرض کیا:

"اگر میرا اسلام قبول کیا تو کچھ تبرّک بھی مرحمت فرمائیے جو ہم لوگ یہاں کھائیں۔"

اتنے میں ایک شخص آیا اور گرم حلوہ اور روٹی لایا۔ سب نے گرم حلوہ اور روٹی کھائی۔

وفات

آپ کی وفات کا عجیب واقعہ ہے۔ عمادالملک سخت بیمار ہوا۔ آپ سے دعا کا طالب ہوا۔ آپ نے دُعا کی تو آپ کو بتایا گیا کہ اس کی عمر کا پیمانہ بھر چکا ہے۔ ہاں، تمہاری عمر کے بارہ ۱۲ سال باقی ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ وہ اچھا ہو جائے تو تم کو چاہیئے کہ اپنی عمر کے بقیہ بارہ سال اُس کو بخش دو۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ عمادالملک تو اچھا ہو گیا لیکن آپ بیمار ہو گئے۔

اسی حالت میں ایک دن قوّالی ہوئی۔ آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی۔ عالمِ کیف میں آپ سجدہ میں گئے اور اسی حالت میں اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے۔ یہ واقعہ ۳، ربیع الثانی ۹۴۱ھ کا ہے۔ مزار مُبارک ویرپور میں مرجع خلائق ہے۔

کشف وکرامات

آپ کی خدمت میں دو عورتیں اولاد کی تمنّا لے کر حاضر ہوئیں۔ آپ کے ایک برتن میں گوشت کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا تھا۔ آپ نے اس کا کچھ حصّہ ایک عورت کو دیا اور بقیہ حصّہ دوسری عورت کو۔ ایک نے کھالیا۔ دوسری نے لیجا کر دبا دیا۔ جس نے کھایا تھا اس کے اولاد ہوئی۔ جس نے نہیں کھایا وہ محروم رہی۔ وہ عورت پھر آئی تو آپ نے اس کو سیب کا ٹکڑا مرحمت فرمایا۔ اس کے بھی اولاد ہوئی۔

جس وقت وہ عورت گوشت کا ٹکڑا زمین پر دفن کر رہی تھی تو بھیل قوم کی ایک بھوکی پیاسی لڑکی یہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے موقع پاکر وہ گوشت کا ٹکڑا نکالا اور کھا گئی۔ یہ بات آپ کو کشف سے معلوم ہوئی۔ آپ نے اس لڑکی کو بلوایا اور کہا کہ تیرے بطن سے کئی اچھے لڑکے پیدا ہوں گے۔ پھر اس کو پانی پلا کر فرمایا کہ تیرے نیک لڑکیاں بھی ہوں گی۔

اس دن سے آج تک بھیل قوم میں یہ رسم ہے کہ شادی اور کاروباری معاملات کے

وقت آپ کے نام کا عہد و پیمان کیا جاتا ہے۔ آپ کے عرس پر بھیل قوم کے مرد اور عورتیں آپ کے نام پر عہد و پیمان کرتے ہیں۔

آپ کے مزار پر ایک پیڑ ہے۔ اس میں موتی دانہ جیسے پھول آتے ہیں۔ وہ دانے لگانے سے آنکھ اچھی ہو جاتی ہے۔

آپ کی دُعا سے اُس نہر میں جس پر آپ وضو کیا کرتے تھے، روغن گھی نکلنا شروع ہوا۔ آپ نے تاکید کی تھی کہ اس روغن گھی کو اچھے کاموں میں لانا۔ آپ کے وصال کے بعد لوگوں نے اس روغن گھی کو فروخت کرنا شروع کیا۔ وہ بند ہو گیا۔ اب صرف آپ کے عرس کے بعد تھوڑا سا روغن گھی اس نہر میں برآمد ہوتا ہے جو زائرین لے جاتے ہیں اور اس سے چراغ روشن کرتے ہیں۔

تعلیمات

آپ نے فرمایا کہ:

"مسلمانوں کو چاہیئے کہ دوسری قوموں کے ساتھ نازیبا برتاؤ نہ کریں اور نہ کوئی ایسی حرکت کریں جس سے ان کو رنج ہو۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"میں ہر قوم کے واسطے دریائے کرم بن کر آیا ہوں۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"اے خداوند تعالیٰ! تو نے مجھے آنکھیں دی ہیں۔ کہیں یہ میری آنکھیں تجھ سے غافل نہ ہو جائیں کہ میں تجھ کو دیکھ نہ سکوں۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"فقیر سب کے لیے ایکا ہوتا ہے۔ وہ سب کو ایک نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اُس کے دل میں سب کے لیے جگہ ہے۔

باب ۹۰

حضرت قاضی کمال الدّین

حضرت قاضی کمال الدّین قطب الاولیاء ہیں۔ شیخ الاتقیاء ہیں۔

ابتدائی زندگی

آپ کی ابتدائی زندگی تصوّف کی مخالفت میں گزری۔ زندگی کا آخری حصّہ پیر و مرشد کی یاد و محبّت میں گزرا۔

بیعت و خلافت

آپ حضرت مولانا یعقوبؒ کے مرید ہوئے اور ان ہی سے خرقۂ خلافت پایا۔

عہدہ سے دست برداری

آپ مُرید ہونے کے بعد عہدۂ قضاۃ سے علیٰحدہ ہو گئے اور پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے لگے۔

کرامت

حضرت شیخ داؤد جو حضرت شیخ رکن الدّین کی اولاد سے تھے، آپ سے اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے کچھ تلقین فرمائیے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت مخدوم حسام الدّینؒ کے عرس پر آپ اور شیخ داؤد برابر برابر بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ داؤد نے پھر وہی درخواست کی۔ آپ نے اپنی پگڑی سر سے اُتار کر اُن کے سر پر رکھ دی اور یہ تاکید فرمائی کہ ہر جگہ اور ہر وقت ایک کتاب ہاتھ میں رہنا چاہیئے۔ شیخ داؤد نے اس پر عمل کیا اور علم سے بہرہ مند

ہوئے۔ شیخ داؤد نے میاں شیخ عالمؒ کو یہی تاکید کی اور وہ بھی بڑے عالم ہوئے۔

مزار مبارک

مزار پٹن میں واقع ہے۔

سیرت

بیعت کے بعد سے آپ میں ایک نمایاں تبدیلی ہوئی۔ علومِ باطنی کی قدر و منزلت سے واقف ہوئے۔ ذکرِ خفی و جلی بہت کرتے تھے۔ گوشہ نشینی کو بہتر سمجھتے تھے۔ تو کّلانہ زندگی گزارتے تھے۔

باب ۹۱

حضرت قاضی شاہ مودود

حضرت قاضی شاہ مودود صاحبِ ولایت ہیں۔ سُلطانِ طریقت ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کے پردادا نجم الدّین اور دادا عین الدّین صاحبِ کمال بزرگ تھے۔

والد ماجد

آپ کے پدرِ بزرگوار کا نام نامی اسم گرامی قاضی علم الدّین ہے۔

سجّادگی

آپ نے اپنے والد کے سجّادہ پر بیٹھ کر خانقاہِ عالیہ کو پہلے سے زیادہ زیب و زینت بخشی۔

وصال

آپ ۱، رجب ۸۱۳ھ کو مطابق ۱۴۱۰ء بعمر ۸۵ سال واصل بحق ہوئے۔ مزار مبارک پٹن میں واقع ہے۔

سیرت مبارک

ذکر و فکر و اشغال و اوراد و وظائف میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ علمِ قرأت میں درجۂ کمال حاصل تھا۔ علوم ظاہری و باطنی دونوں میں اعلیٰ درجہ حاصل تھا۔ درس و تدریس، رشد و ہدایت اور خانقاہ کی تنظیم میں آپ خاص دلچسپی لیتے تھے۔

باب ۹۲

حضرت قاضی علم الدین

حضرت قاضی علم الدین اعلم العلماء ہیں۔ سند الاولیاء ہیں۔

خاندانی حالات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ کا سلسلۂ نسب جا ملتا ہے۔ حضرت نجم الدین صدیقی آپ کے دادا تھے۔

والد ماجد

آپ کے پدر بزرگوار کا نام قاضی عین الدین ہے۔

بیعت و خلافت

آپ حضرت سید صدر الدین راجو قتالؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے

اور آپ کے پیر و مرشد نے آپ کی عبادت و ریاضت سے خوش ہو کر آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

پٹن میں آمد

اپنے پیر و مرشد کے حکم و اجازت سے پٹن تشریف لائے اور پٹن کو اپنی رشد و ہدایت کا مرکز بنا کر اپنی ساری عمر پٹن میں گزاری۔

سیرت

آپ علومِ ظاہری و باطنی میں شہرۂ آفاق تھے۔ لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ علمِ قرأت میں آپ کا کوئی ہم پلّہ نہ تھا۔ حضرت شیخ رکن الدّین گنج شکرؒ سے آپ کے بہت خوشگوار تعلّقات تھے۔ وہ بھی آپ کے علم و فضل کے معترف تھے۔ زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور خدمتِ خلق میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے ذریعہ سے بہت سے لوگ جامِ وحدت پی کر مدہوش و سرشار ہوئے۔

وفات

آپ ۲۰ رمضان ۷۶۰ھ کو جوارِ رحمت میں داخل ہوئے۔ ۸۸ سال کی عمر تھی۔

باب ۹۳

حضرت قاضی احمد جود

حضرت قاضی احمد جود صاحبِ جود و سخا ہیں۔

خاندانی حالات

آپ سلطان حاجی محمد کے خاندان سے ہیں۔

والد ماجد

آپ کے والدِ ماجد کا نامِ نامی اسمِ گرامی سیّد خلیل اللہ ہے۔

نامِ نامی

آپ کا نام احمد ہے۔

لقب

آپ کا لقب قطب الدّین ہے۔

خطاب

آپ "جود" کے خطاب سے مشہور ہیں۔

نسب نامہ پدری

قاضی قطب الدّین احمد جود وہ لڑکے سیّد خلیل اللہ کے، وہ لڑکے سیّد شاہ سلیمان کے، وہ لڑکے شاہ قاسم کے، وہ لڑکے سیّد شاہ محمدؐ کے، وہ لڑکے سیّدا اسحاق کے، وہ لڑکے سیّدا اسمٰعیل کے، وہ لڑکے سُلطان حاجی مُہد کے۔

تعلیم و تربیت

آپ عربی و فارسی میں ماہر تھے۔ علمِ حدیث و فقہ و منطق حاصل کر کے عالمِ باعمل مشہور ہوئے۔

بیعت و خلافت

آپ حضرت شیخ احمد کھٹو گنج بخش کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور ریاضت و مجاہدات کر کے درجۂ کمال کو پہنچے۔ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت دے کر سرفراز فرمایا۔

سُلطان احمد شاہ کی عقیدت

سلطان احمد شاہ گجراتی جس نے احمد آباد آباد کیا، آپ سے عقیدت اس درجہ رکھتا

تھا کہ اُس نے جب احمد آباد کی بنیاد رکھنی چاہی تو اُس میں از راہِ عقیدت آپ کو بھی شریک کیا۔ آپ بھی ان چار احمدوں میں ایک تھے جن کے ہاتھوں سے احمد آباد کی بنیاد رکھی گئی۔

وفات

آپ ۱۰ شوال ۸۴۰ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۴۳۷ء کو واصل بحق ہوئے۔ مزار پٹن میں ہے۔

سیرت

آپ عشقِ الٰہی میں مست و سرشار تھے۔ حبِّ نبی میں از خود رفتہ تھے۔ گجرات میں آپ کی تعلیم و تلقین کے اثرات سے وہاں کے تمدن میں تبدیلی واقع ہوئی۔ توکّل و قناعت میں بے نظیر تھے۔ زہد و تقویٰ کے لئے مشہور تھے۔ عبادت و ریاضت میں ہمہ تن مصروف و مشغول رہتے تھے۔ علومِ ظاہری و باطنی میں درجۂ کمال حاصل تھا۔ جامع کمالات بزرگ ہونے کے ساتھ تھ آپ میں عاجزی و انکساری حد درجہ کی تھی۔

کرامت

وصال کے بعد بھی آپ کے مزارِ مبارک سے کرامات ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ حاجتمند جاتے ہیں اور گلہائے مُراد دامن میں بھر کر لاتے ہیں۔ آسیب زدہ وہاں لے جائے جاتے ہیں اور وہ اچھّے ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔ آسیب زدہ کو شفا دینا آپ کی ایک کھُلی کرامت ہے۔

باب ۹۴

حضرت کبیر الدّین احمد شیخ جہاں

حضرت کبیر الدّین احمد شیخ جہاں قطبِ ارشاد تھے۔

خاندانی حالات

آپ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے دادا کا نام نامی اسمِ گرامی حضرت سیّد احمد جہاں شاہ ہے۔

والد ماجد

آپ کے پدرِ بزرگوار کا نام سیّد نصیر الدّین محمود ہے۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی نیک بخت ہے جو سیّد عثمان علاء الدّین حسنی زیدی المخاطب شمع برہانی کی دخترِ نیک اختر تھیں۔

ولادت

آپ پٹن میں ۵، ذیقعدہ ۵۹۸ھ کو پیدا ہوئے۔ "وارثِ صاحبِ کمال" سے آپ کی تاریخِ ولادت برآمد ہوتی ہے۔

نام

آپ کا نام کبیر الدّین احمد ہے۔

لقب

آپ "شیخ جہاں" کے لقب سے مشہور ہیں۔

بھائی

آپ کے چھ بھائی تھے جن کے نام یہ ہیں:
سیّد شرف الدّین۔ سیّد یحییٰ۔ سیّد یٰسین۔ سیّد محمّد۔ سیّد شمس الدّین۔ سیّد شیخ جی۔

بہنیں

آپ کے تین بہنیں تھیں۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت والد ماجد کی نگرانی میں ہوئی اور پٹن کے دیگر علماء سے بھی آپ

سرخیز روضہ کا ایک دلفریب منظر

نے علومِ نقلیہ و عقلیہ حاصل کئے۔ فارسی اور عربی زبان میں بہت جلد دستگاہ حاصل کی۔

بیعت و خلافت

علومِ ظاہری سے فراغت پاکر آپ علومِ باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ علومِ باطنی آپ نے اپنے والدِ ماجد سے حاصل کئے۔ آپ کے والدِ ماجد کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اُن سے ہی خرقۂ خلافت پایا۔

شادی و اولاد

آپ کی زوجہ محترمہ کا نام بی بی حافظہ خاتون ہے۔ آپ نے دوسری شادی بھی کی۔ آپ کے چھ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کے نام ذیل میں دیے جاتے ہیں:

سیّد محمّد عرف بھیکوجی۔ سیّد عمر۔ سیّد عبداللہ۔ سیّد محمّد عرف خاں جو۔ سیّد عبدالکریم۔ سیّد ابوضیا تقی الدّین۔

شہادت

آپ کی شہادت گجرات کے سُلطان مظفّر بہادر سویم کے عہد میں ہوئی۔ آپ کی رشد و ہدایت و تعلیم و تلقین گجرات کے اکابرین کو ناگوار ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مہدوی تحریک کا زور و شور تھا۔ گجرات کے حاکم و امرار آپ سے اور آپ کی تعلیم و تلقین سے بنیادی اختلاف رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں شیر خاں فولادی پٹن کا حاکم تھا۔ وہ بھی مہدوی تحریک کا حامی و مددگار تھا۔ موقع پاکر اس نے آپ کو ۹، محرّم ۹۶۹ھ کو جبکہ آپ نماز تہجّد ادا کر رہے تھے، شہید کر دیا۔ "شیخ جہاں" سے آپ کی تاریخِ شہادت نکلتی ہے۔ مزارِ پُرانوار پٹن میں ہے۔

سجّادہ نشین

آپ کے بعد آپ کے سجّادہ پر آپ کے صاحبزادے حضرت سیّد محمّد عرف خاں جو بیٹھے۔

سیرت

آپ لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ مخلوق کے اژدہام سے نہ گھبراتے تھے اور نہ لوگوں میں رہ کر اپنے اندرونی سکون و طمانیتِ خاطر میں کمی پاتے تھے۔ فتوحات آتیں تو اُن کو تقسیم کر دیتے تھے۔

درس و تدریس و رشد و ہدایت میں مشغول رہ کر اپنی خاندانی روایات کو برقرار رکھتے تھے۔ کلمۂ حق کو لوگوں تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ نہ کسی سے ڈرتے تھے، نہ کسی سے مرعوب ہوتے تھے۔ مخلوق سے بے نیاز رہتے تھے۔ آپ کی تحریر و تقریر دونوں جادو کا سا اثر رکھتی تھیں۔ علمِ حدیث اور علمِ تفسیر میں بے نظیر تھے۔ دُور دُور سے طلبار آتے اور آپ کے درس سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ ایک اچھے مفسّر اور محدّث تھے۔

علمی ذوق

آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔ آپ کی مشہور کتاب "روضۃ الانصاب" ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "منازل الاولیا" بھی آپ کی تصنیف ہے[1]۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ حضرت سیّد احمد جہاں شاہ نے ایک کتاب جس کا نام ہے "روضۃ الابرار در اولاد سیّد المختار" عربی میں لکھی تھی۔ آپ نے اس کتاب کا ترجمہ فارسی میں کیا۔

باب ۹۵

حضرت کالو شہید

آپ کے اصلی نام کا پتہ نہیں۔ پٹن میں آپ کالو شہید کے لقب سے مشہور و معروف

---

[1] مراۃ احمدی

ہیں۔ آپ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ سُلطان علاء الدّین خلجی کے لشکر میں آپ سپہ سالار تھے۔ جب سُلطان علاء الدّین خلجی نے گجرات پر حملہ کیا تو کرن واگیلا کا زمانہ تھا۔ آپ بھی سُلطان علاء الدّین خلجی کے ساتھ آئے۔ بہادری سے لڑے اور شہید ہوئے۔

شہادت

آپ نے ۱۳، ذی الحجہ ۷۱۳ھ کو جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ کا عرس ہر سال ۱۳، ذی الحجہ کو ہوتا ہے۔

باب ۹۶

حضرت مخدوم حسام الدّین مُلتانی

حضرت مخدوم حسام الدّین ملتانیؒ قطب المشایخ والفقراء ہیں۔ ملک الائمۃ والعلماء ہیں۔ ملجاء اوتاد واولیاء ہیں۔ پیشوائے خلقِ خدا ہیں اور محبوبِ ملک الاحد ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کا سلسلۂ نسب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ سے ملتا ہے۔

والد ماجد

آپ کے پدرِ بزرگوار کا نام نامی اسمِ گرامی شیخ داؤد ہے۔

ولادت

آپ ۶۳۹ھ میں ملتان میں پیدا ہوئے۔

نامِ نامی

آپ کا اسمِ مبارک شیخ عثمان ہے۔

لقب

آپ کا لقب حسام الدّین ہے اور اسی لقب سے مشہور ہیں۔

خطاب

آپ کا خطاب پروانہ ہے۔

دھلی میں آمد

آپ سلطان المشایخ حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء محبوبِ الٰہی کا شہرہ سُن کر دہلی آئے۔ ملتان کو خیرباد کہہ کر دہلی میں سکونت اختیار کی۔

بیعت وخلافت

دہلی آکر آپ حضرت محبوبِ الٰہی کے حلقہ میں شامل ہوئے اور حضرت محبوب الٰہی کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ حضرت محبوبِ الٰہی کی خدمت بابرکت میں رہنے لگے اور حضرت محبوب الٰہی کی خدمت کرکے مخدوم ہوئے۔

جس دن حضرت محبوبِ الٰہی نے حضرت خواجہ نصیرالدّین چراغ دہلی اور حضرت شیخ قطب الدّین منوّر کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اسی دن حضرت محبوبِ الٰہی نے آپ کو طلب فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ "جب میں حضرتِ محبوب الٰہی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو غایت مہابت وعظمتِ محبوبِ الٰہی سے میرا جسم کانپ رہا تھا اور پسینہ بہ رہا تھا۔"[1]

آپ فرماتے ہیں کہ:[2]

"چوں خلافت نامہ وخلعتِ خاص در نظرِ مبارک سلطان المشایخ

---

[1] سیرالاولیاء۔ (فارسی)۔ ص ۲۶۰

[2] سیرالاولیاء۔ (فارسی)۔ ص ۲۶۰-۶۱

بمن دادند دریں محل عرض داشت کردم کہ:

"مخدومِ عالمیاں در حقِ ایں بیچارہ شفقت فرمود وایں بندہ را بدولتِ خلافت خود رسانیدہ وصیّت چیست بندہ چکند؟"

ترجمہ: جب خلافت نامہ وخلعتِ خاص نظرِ مبارک میں سلطان المشایخ نے مجھ کو عطا فرمائی اس وقت میں نے عرض کیا کہ مخدومِ عالمیاں نے اس بیچارہ کے حق میں اس قدر شفقت فرمائی اور اس غلام کو خلافت کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ حضور کی وصیّت (حکم) کیا ہے۔ اس غلام کو کیا کرنا چاہیئے"

سُلطان المشایخ کا فرمان

سلطان المشایخ حضرت محبوب الٰہی نے آپ کی اس عرضداشت والتجا کے جواب میں

"دستِ مبارک خود از آستین مبارک خود بیروں آوردو بعدہٗ بانگشت شہادت جانبِ مولانا اشارت کردکہ

ترکِ دنیا ترکِ دنیا ترکِ دنیا

وفرمود

درکثرتِ مُریداں نکوشی"

ترجمہ: اپنا دستِ مبارک اپنی آستینِ مبارک سے باہر نکالا اور پھر انگشت شہادت مولانا کی طرف کرکے فرمایا

دنیا کو ترک کرو۔ دنیا کو ترک کرو۔ دنیا کو ترک کرو

بعدازاں فرمایا:

زیادہ مُرید بنانے میں کوشش نہ کرنا۔

پھر آپ نے سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کیا کہ:[1]

---

[1] سیر الاولیاء (فارسی) ص ۲۶۱

"اگر حکم ہو تو شہر میں نہیں رہوں۔ دریا کے کنارے سکونت اختیار کروں۔ شہر میں کنوئیں کا پانی ہے جس سے وضو کرنے سے تسلی نہیں ہوتی۔"

سلطان المشایخ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ[1]:

"شہر ہی میں عام لوگوں کی طرح رہو۔ اگر شہر سے باہر جا کر پانی کے کنارے رہو گے تو غریب اور شہری لوگوں کو جب پتہ چلے گا کہ فلاں درویش فلاں جگہ بیٹھا ہے تو وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں گے اور تمہیں پریشان کریں گے۔ کنوئیں کے پانی میں علماء کا اختلاف ہے اور شرعی طور پر اس میں وسعت و رخصت ہے۔"

پھر آپ نے سلطان المشایخ سے عرض کیا کہ[2]:

"بندہ کو جس وقت فتوح ملتی ہیں تو میں اس میں سے کچھ بال بچوں کو دے دیتا ہوں اور کچھ آنے جانے والوں کے لئے رکھ لیتا ہوں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کئی روز گزر جاتے ہیں اور کچھ نہیں آتا۔ اس پر بال بچے تنگ کرتے ہیں اور آنے جانے والے محروم رہتے ہیں۔ تو کیا میں ایسے موقع پر قرض لے لیا کروں یا نہیں۔"

سلطان المشایخ نے فرمایا کہ[3]:

"اگر تدبیر میں پڑ گئے تو درویشی نہ کر سکو گے۔ درویش وہ ہے کہ اگر اس کے پاس کچھ ہو تو خرچ کر دیتا ہے، ورنہ صبر کرتا ہے اور نامرادی میں

---

[1] انوارِ صوفیہ (اردو ترجمہ، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار) ص ۱۹۵

[2] انوارِ صوفیہ۔ ص ص ۱۹۶-۱۹۵، سیر الاولیاء۔ ص ۲۶۱

[3] سیر الاولیاء۔ ص ۲۶۲-۲۶۱

خوش رہتا ہے اور تدبیر میں نہیں پڑتا۔"

بعدازاں سلطان المشایخ نے فرمایا کہ[1]:

"درویش کو ہر درے نہ ہونا چاہیئے۔ ہر درے کی دو قسمیں ہیں۔ صوری اور معنوی۔ صوری وہ درویش ہیں جو دروازوں پر پھرتے اور مانگتے ہیں۔ معنوی وہ درویش ہیں جو اپنے گھر کے گوشہ میں یادِ حق میں مشغول رہتے ہیں اور دل میں سوچ لیتے ہیں کہ مجھ کو زید اور عمرو سے کچھ نہ کچھ مل جائے گا۔

صوری ہر درے، معنوی ہر درے سے بہتر ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اسی طرح ظاہر کر دیتا ہے جیسا کہ وہ ہوتا ہے۔ مگر معنوی ہر درے خود کو مشغولِ حق ظاہر کرتا ہے اور اس کا باطن در بدر پھرتا رہتا ہے۔"

واپسی و روانگی

آپ جب زیارتِ حرمین شریف سے مشرف ہو کر واپس دہلی آئے تو اس روز جمعہ تھا۔ آپ نے خیال کیا کہ نماز سے فارغ ہو کر اپنے پیر و مرشد سلطان المشایخ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گا۔ آپ کیلوکھری جامع مسجد میں آئے اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔

حضرت محبوبِ الٰہی کو بنورِ باطن معلوم ہو گیا کہ آپ مسجد میں موجود ہیں۔ حضرت محبوبِ الٰہی نے خواجہ ابوبکر مصلّے دار سے فرمایا کہ[2]:

"جاؤ۔ مولانا حسام الدّین اس وقت خانہ کعبہ سے یہاں پہنچے ہیں اور اس مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھے ہیں۔ ان کو لے لاؤ۔"

---

[1] انوارِ صوفیہ۔ ص ۱۹۶، سیر الاولیاء۔ ص ص ۲۶۲-۲۶۱

[2] سیر الاولیاء۔ ص ۲۵۷

خواجہ ابوبکر مصلّے دار نے آپ کو تلاش کیا تو مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا پایا۔ انہوں نے ان سے کہا کہ آپ کو سلطان المشایخ طلب فرماتے ہیں۔ آپ فوراً سلطان المشایخ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے اور حضرت محبوب الٰہی کی محبّت و شفقت سے مستفید ہوئے۔ اس کے بعد سلطان المشایخ نے اثنار گفتگو فرمایا کہ جو شخص خانۂ کعبہ کی زیارت سے مُشرف ہو اس کو چاہیئے کہ سرورِ عالم حضرت محمّد مصطفےٰ صل اللہ علیہ وسلّم کی مزار اقدس کی زیارت کی نیت علیحدہ کرے اور جائے تاکہ وہ زیارتِ خاص حضرت رسالت صل اللہ علیہ وسلّم کا مستوجب ہو اور زیارت طفیلی نہ ہو (حج کے طفیل میں نہ ہو)۔ آپ نے یہ سُنا تو فوراً خیال آیا کہ الہام ربّانی کے ذریعہ سلطان المشایخ یہ فرمان پہنچا رہے ہیں۔ آپ نے فوراً مصمّم ارادہ کیا کہ مدینۂ منوّرہ حاضر ہوں گا اور بغرض زیارتِ سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلّم مدینہ روانہ ہوئے اور زیارت سے مشرف ہو کر واپس آئے[1]۔

ایک دن کا واقعہ

سُلطان المشایخ حضرت محبوب الٰہی کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی اودھ سے آتا تھا تو حضرت اس شخص کو پہلے قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ کے مزار پر حاضر ہونے کا حکم فرماتے تھے اور پھر اپنی قدم بوسی کا شرف عطا فرماتے تھے۔ حضرت مولانا علاء الدّین نیلی چشتی اور حضرت مولانا شمس الدّین یحییٰ ساتھ ساتھ اودھ سے دہلی آئے۔ فرمانِ عالی کے مطابق آپ دونوں قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ کے مزارِ پُرانوار پر حاضر ہوئے۔

واپسی پر شہر آئے اور کچھ لوگوں سے مِلے۔ اُن دونوں حضرات کو خیال آیا کہ آپ (حضرت

---

[1] سیرتِ نظامی۔ ص ۲۷۸

سیر الاولیاء۔ ص ۲۵۸

مولانا حسام الدّین ملتانی) سے ملتے چلیں۔ چنانچہ آپ کے درِ دولت پر گئے۔ لیکن اتفاق سے آپ گھر پر تشریف نہ رکھتے تھے۔ ان دونوں حضرات نے آپ کا انتظار کیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ آپ (مولانا حسام الدّین) آتے دکھائی دیے۔

آپ کے ایک ہاتھ میں ایک کپڑا تھا جس میں کھچڑی بندھی ہوئی تھی اور دوسرے ہاتھ میں لکڑیاں تھیں۔ آپ دونوں نے چاہا کہ کھچڑی کی پوٹلی اور لکڑیاں ان کے ہاتھ سے لے لیں۔ لیکن آپ نے اجازت نہیں دی۔ اور فرمایا:[1]

"بوجھ اُٹھانا میرا حق ہے"۔

آپ ایک پُرانا بوریا لائے۔ وہ دونوں اس پُرانے بوریے میں بیٹھ گئے۔ مولانا شمس الدّین یحییٰ نے ایک پائجامہ اور مولانا علاء الدّین نیلی چشتی نے ایک چاندی کا سکّہ پیش کیا۔ بعدہٗ گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ چاشت کا وقت ہوا۔ چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر آپ نے کھچڑی لا کر رکھی اور اس میں کچھ گھی ملایا۔

وہ دونوں حضرات جب رخصت ہونے لگے تو آپ نے چاندی کا وہ سکّہ جو مولانا علاء الدّین نیلی چشتی نے پیش کیا، مولانا شمس الدّین یحییٰ کے سامنے رکھ دیا اور وہ پائجامہ جو مولانا شمس الدّین یحییٰ نے پیش کیا تھا، وہ مولانا علاء الدّین نیلی چشتی کے سامنے رکھ دیا اور قبول نہ کرنے کی معذرت چاہی۔

وہ دونوں حضرات جب سلطان المشایخ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے۔ سلطان المشایخ نے سب حال دریافت فرمایا اور کیفیت زیارت و ملاقات یارانِ شہر کے متعلّق بھی پوچھا۔ ان دونوں حضرات نے سب حال اور آپ (حضرت مولانا حسام الدّین) سے ملاقات کا حال پوری تفصیل سے بیان کیا۔

---

[1] دلّی کے بائیس خواجہ۔ ص ۲۲۰ (از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب)

سلطان المشایخ نے جب آپ (مولانا حسام الدّین) کے متعلق یہ سُنا تو چشمِ مبارک میں آنسو آ گئے۔ سلطان المشایخ نے اپنے خادم اقبال کو بُلایا اور حکم دیا کہ کچھ تنکے اور جامہ لاؤ۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر سلطان المشایخ نے وہ مصلّے جس پر حضرت خود بیٹھے ہوئے تھے، اس کو بھی جامہ و سیم کے پاس رکھا اور خواجہ رضی کو طلب فرما کر حکم دیا کہ بہت جلد یہ مصلّے، جامہ اور سیم مولانا حسام الدّین کو لے جا کر دو۔

خواجہ رضی یہ نعمتِ بیکراں اور خلعتِ فراواں لے کر آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے خواجہ رضی سے پوچھا کہ:

"این مرحمتِ درحقِ من از کجا است کہ ایں محل ندارم"

(یہ الطاف و کرم مجھ پر کہاں سے ہے کہ میں اس کا محل نہیں رکھتا ہوں۔)

خواجہ رضی نے جواب دیا:

"من کمی دانم۔ و ما عَلَی الرّسُولِ اِلّا البَلَاغ"

(مجھ کو نہیں معلوم۔ اور نہیں ہے پیغامبر پر مگر پہنچانا)۔

پھر آپ نے دریافت کیا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ جب سلطان المشایخ نے یہ نعمت عطا فرمائی تو اس وقت ان کی خدمت میں کون کون لوگ تھے۔

خواجہ رضی نے جواب دیا:

"مولانا شمس الدّین یحییٰ اور مولانا علاء الدّین نیلی چشتی اور دیگر عزیزان"

یہ سن کر آپ سمجھ گئے کہ ان ہی دونوں بزرگوں نے سلطان المشایخ کو ملاقات کا سارا حال سُنایا ہے۔ آپ نے خواجہ رضی سے کہا:

"یہ عزیز درویشوں کے حال کے تجسّس میں آتے ہیں۔ یہ بزرگ لوگ فقیروں کے حال کی تجسّس کیوں کرتے ہیں"

آپ جب سلطان المشایخ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو ان سے اس بات کی

شکایت کی اور کہا:[1]

"شما چہ کردید۔ من کدام کس باشم کہ ذکرِ من بخدمتِ سلطان المشایخ کنید۔ ما را واجب است کہ در سرِّ حالِ یک دیگر کوشیم۔ ہزار ہمچو من بندۂ ایں درگاہ اند کہ ہیچ کسے از حالِ ایشاں معلوم ندارد و آنکہ سلطان المشایخ مکاشفِ عالم است آں حکمے دیگر است۔ شیخ سعدی خوش گوید۔ بیت۔

تا چہ مرغم کم حکایتِ پیشِ عنقا کردہ اند
تا چہ مورم کم سخن پیشِ سلیماں کردہ اند"

(تم نے کیا کیا۔ میں کون اور کیا ہوں کہ میرا ذکر سلطان المشایخ کی خدمت میں کرتے ہو۔ ہم کو چاہیئے کہ ایک دوسرے کے حال کو چھپانے کی کوشش کریں۔ مجھ جیسے ہزار اس درگاہ کے غلام ہیں کہ کسی کو ان کے حال کا پتہ نہیں۔ سلطان المشایخ تو مکاشفِ عالم ہیں۔)

ان بزرگوں نے آپ سے کہا کہ سلطان المشایخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سلطان المشایخ نے دریافت فرمایا کہ کس کس سے ملے اور ملاقات کیسی رہی۔ ہم سے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ عزیزوں سے مُلاقات کی کیفیت کو سلطان المشایخ سے پوشیدہ رکھیں۔ پس بضرورت ایسا کہا گیا۔ ہم کو معذور رکھیے۔[2]

پیر و مرشد کی نصیحت

ایک دن سلطان المشایخ کے دربار میں حضرت شیخ نصیر الدّین چراغ دہلی، آپ (مولانا حسام الدّین ملتانی)، مولانا جمال الدّین نصرت خانی اور مولانا شرف الدّین

---

[1] سیر الاولیاء (فارسی)۔ ص ۲۶۰

[2] سیر الاولیاء (فارسی)۔ ص ۲۶۰

حاضر تھے[1]۔ سلطان المشایخ نے آپ (مولانا حسام الدّین) کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ:

"اگر کوئی دن کو روزہ رکھے اور رات بھر عبادت کرے تو وہ بیوہ عورت کا کام کرتا ہے۔ اتنا کام تو ہر بیوہ عورت کر سکتی ہے۔ مگر وہ مشغولی جو بندگانِ خدا تعالیٰ کرتے ہیں اور جس کے سبب خدا تعالیٰ تک پہنچتے ہیں، وہ مشغولی اس کے علاوہ ہے۔"

اتنا فرما کر سلطان المشایخ خاموش ہو گئے اور فرمایا کہ آئندہ کبھی بتاؤں گا۔ سب کو انتظار تھا لیکن سلطان المشایخ نے اس باب میں کوئی گفتگو نہ کی، یہاں تک کہ چھ مہینے گزر گئے۔

چھ ماہ گزرنے کے بعد ایک دن ایسا ہوا کہ وہی سب عزیز حاضرِ دربار تھے۔ اتنے میں محمّد کاتب آیا۔ وہ سلطان المشایخ کا مرید تھا اور سلطان علاء الدّین کا چوبدار تھا۔ سلطان المشایخ نے دریافت فرمایا کہ کہاں تھے۔ اس نے عرض کیا کہ:

"سرائے میں تھا۔ آج سلطان علاء الدّین نے پچاس ہزار ٹنکہ بندگانِ خدا کو تقسیم کئے ہیں۔" یہ سُن کر سُلطان المشایخ نے آپ (مولانا حسام الدّین) کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ:

"انعام سلطان بہتر ہے یا وفائے وعدہ جو تمہارے ساتھ کیا گیا ہے۔"

حاضرین نے ایک زبان ہو کر مؤدّبانہ عرض کیا کہ:

"حضور! وفائے وعدہ۔"

سلطان المشایخ نے فرمایا کہ[2]:

"سالکوں کی مشغولی کی بنیاد چھ چیزوں پر ہے۔

اوّل۔ خلوت چاہیئے کہ ازالۂ شامت و قبض و طلبِ خواہش کے لئے خلوت سے

---

[1] خیر المجالس۔ (اُردو ترجمہ)

[2] انوارِ صوفیہ (اردو ترجمہ، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار) ص ص ۱۹۴-۱۹۵

باہر نہ آئے۔

دوسرے۔ وضو چاہیئے کہ ہمیشہ باوضو رہے۔ مگر جس وقت نیند غالب ہو تو فی الفور ہو کر اُٹھے اور اُسی وقت وضو کرے۔

تیسرے۔ ہمیشہ روزہ رکھے۔

چوتھے۔ غیرِ حق کے ذکر سے ہمیشہ خاموش رہے۔

پانچویں۔ شیخ سے اپنے ربطِ دل کے ساتھ دوامِ ذکر اور تعلّق قلبِ مرید بالشیخ سے یہی عبادت ہے۔

چھٹے۔ خواطرِ غیرِ حق کی نفی۔

عظمت و بزرگی

سلطان المشایخ نے آپ کے متعلّق فرمایا کہ[1]:

"شہرِ دہلی در حمایت اوست"۔

(شہر دہلی ان کی حمایت میں ہے۔)

حضرت محی الدّین کاشانی کا خواب

حضرت قاضی محی الدّین کاشانی نے ایک خواب دیکھا اور آپ نے اپنا خواب سلطان المشایخ کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے دیکھا کہ سلطان المشایخ سوار ہیں اور بارہ حضرت کے غلام حضرت کے برابر سوار ہیں اور کہیں جاتے ہیں اور اُن میں سے ایک مولانا حسام الدّین مُلتانی ہیں۔

یہ خواب سُن کر سلطان المشایخ نے فرمایا کہ شیوخ شیوخ العالم فریدالحق والدین قدس اللہ سرّہ العزیز کے ایک مُرید نے یہ خواب دیکھا کہ حضرت بابا شیخ شیوخ العالم

---

[1] سیر الاولیاء (فارسی)۔ ص ۲۵۷

کشتی میں چھ پرستاروں کے ساتھ سوار ہیں اور اُن میں سے ایک یہ ضعیف (حضرت محبوب الٰہی خود) بھی تھا۔

سلطان المشایخ اپنی مثال اُن کی حکایت میں لائے۔ اس سے آپ کی بزرگی اور عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

گذارش

ایک دن آپ نے سلطان المشایخ کی خدمت میں عرض کیا کہ:

"مخدوم! خلق کرامت طلب کرتی ہے۔"

حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ[1]:

"اَلکَرَامَۃ ھِیَ الاِستقامَۃ علےٰ بابِ الغیبِ۔

(کرامت استقامت ہے دروازۂ خُدا پر)۔

تم اپنے کام میں مستقیم رہو۔"

پٹن میں آمد

آپ اپنے پیر و مرشد حضرت محبوبِ الٰہی کے حکم سے گجرات آئے اور پٹن میں قیام فرمایا۔ ایک مسجد میں مقیم ہوئے۔ پٹن میں آپ رشد و ہدایت فرماتے تھے اور بقیہ زندگی وہاں ہی گزاری۔ سلطان المشایخ نے آپ سے فرمایا کہ:

"حسام الدّین! تم گجرات کے صاحبِ ولایت ہو۔"

روزی

آپ کپڑا فروخت کرتے تھے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ کسی سوداگر سے کپڑے کا تھان لیتے اور بازار لے جاتے۔ خریدار سے فرماتے کہ تھان اتنے گز کا ہے۔ لمبائی یہ ہے۔

---

[1] سیر الاولیاء۔ ص ۲۶۲

چوڑائی یہ ہے۔ تھان پر دو گز کا نفع خریدار سے کہہ کر لیتے تھے۔

سیرت

آپ علم و تقوے و ورع و زہد میں اپنی مثال آپ تھے۔ علم و فضل میں بے نظیر تھے۔ فقہ میں "ہدایہ" کی دونوں جلدیں آپ کو ازبر یاد تھیں اور علمِ سلوک میں "قوت القلوب" اور "احیاء العلوم" حفظ تھیں[1]۔ رات کو جاگتے تھے اور دن میں روزہ رکھتے تھے۔ اپنے حال کو چھپاتے تھے۔ زندگی میں سادگی تھی۔ ایک تہمد اور چادر پاس رکھتے تھے، سر پر ٹوپی ہوتی تھی اور ٹوپی پر رسّی کا فتیلہ بندھا ہوتا تھا۔ شام کو جب افطار کرتے تو دو روٹیاں پکاتے۔ ایک خود کھاتے اور دوسری کسی بھوکے کو دے دیتے تھے[2]۔

عاجزی و انکساری کا یہ حال تھا کہ ایک دن آپ جا رہے تھے کہ آپ کے کاندھے سے مصلّٰے گر گیا۔ آپ کو خبر نہ ہوئی۔ آپ آگے نکل گئے۔ ایک شخص نے آواز دی:

"شیخ! تمہارا مصلّٰے گر گیا ہے۔"

آپ متوجّہ نہ ہوئے۔ اس شخص نے کئی مرتبہ شیخ شیخ کہہ کر پکارا۔ لیکن آپ نہیں رکے۔ آخر کار وہ شخص زمین سے مصلّٰے اُٹھا کر آپ کے پاس تیزی سے پہنچا اور کہا کہ میں نے کئی مرتبہ آواز دی کہ شیخ تمہارا مصلّٰے گر گیا ہے لیکن آپ نے نہیں سُنا۔ یہ سن کر آپ نے جواب دیا[3]۔

"اے عزیز من! شیخ نہ ام و خود را دریں مرتبہ نمی دانم۔"

(اے میرے عزیز! میں شیخ نہیں ہوں اور خود کو اس مرتبہ میں نہیں رکھتا ہوں۔)

---

[1] سیر الاولیاء۔ ص ۲۵۶

[2] برکاتِ اولیاء۔

[3] سیر الاولیاء۔ ص ۲۵۷

آپ شہرت پسند نہیں فرماتے تھے۔

کرامات

آپ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ آپ فجر کی نماز دہلی جاکر پڑھتے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عشار کی نماز دہلی میں ادا کرتے تھے۔ بہرحال وقت کچھ بھی ہو لیکن آپ دہلی روزانہ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ چند لوگ پٹن سے سلطان المشایخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سلطان المشایخ کے مُرید بننے کی آرزو کی۔ سلطان المشایخ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ "تمہارا پیر تو گجرات میں ہے۔ کیا تم مولانا حسام الدّین کو نہیں جانتے۔ وہ آتے ہوں گے۔"

اتنے میں آپ (مولانا حسام الدّین) سلطان المشایخ کی خدمت میں عشار کے وقت حاضر ہوئے اور پٹن کے ان لوگوں کو سلطان المشایخ کے حکم سے مُرید کیا۔

ایک شخص سُلطان المشایخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی لڑکی کی شادی پٹن میں ہے۔ تاریخ اتنی قریب ہے اور پٹن اتنی دُور ہے۔ اس کم مدّت میں وہاں کیسے پہنچے۔ سلطان المشایخ نے اس شخص کو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا کہ فکر کی کوئی بات نہیں، حسام الدّین روزانہ آتے ہیں۔ وہ پٹن میں رہتے ہیں۔ تم کو اُن کے ساتھ کر دیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن آپ (مولانا حسام الدّین) کے ساتھ اس شخص کو کر دیا اور وہ پٹن پہنچ گیا۔

آپ پٹن میں جس مسجد میں رہتے تھے، اس کے قریب ایک بتخانہ تھا۔ وہاں کا مہنت آپ سے بغض رکھتا تھا۔ آپ پر مختلف قسم کے الزامات لگاتا تھا۔ ایک دن بات بڑھ گئی۔ اس مہنت نے آپ سے کہا کہ تم میں اگر کوئی کرامت ہو تو ظاہر کرو، ورنہ تم کو وہاں نہ رہنے دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے تم اپنی کرامت دکھاؤ۔ مہنت پتّھر کی چوکی پر بیٹھ کر ہوا میں اُڑنے لگا۔ آپ نے اپنی کھڑاؤں کو حکم دیا کہ ہوا میں اُڑیں۔ کھڑاویں ہوا میں اڑیں اور مہنت کے سر پر پہنچ گئیں۔ پھر آپ نے فرمایا:

"بزن او را بزنی بینداز۔"

چنانچہ کھڑاؤں نے اس کو زمین پر لا گرایا۔
آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سب متعجب ہوئے اور آپ کے معتقد ہوئے۔

وفات

۷۳۵ھ میں آپ نے وصال فرمایا[1]۔ آپ کا مزار مبارک پٹن میں حاجت روائے خلق ہے۔

باب ۹۷

حضرت مخدوم شیخ محمود دریانوش

حضرت مخدوم شیخ محمود دریانوش عشق الٰہی میں مدہوش تھے۔

خاندانی حالات

آپ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے خاندان سے ہیں۔ آپ کے دادا حضرت سیّد نصیر الدّین محمود حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے صاحبزادے تھے۔

والدِ ماجد

آپ کے والد ماجد حضرت برہان الدّین قطبِ عالم ایک ممتاز و مشہور بزرگ تھے۔

ولادت

آپ ۸۰۹ھ میں پٹن میں پیدا ہوئے۔

---

[1] سیرتِ نظامی۔ ص ۲۷۸

نام

آپ کا نام شیخ محمود ہے۔

لقب

آپ کا لقب دریانوش ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والدِ بزرگوار کی نگرانی میں ہوئی۔ علومِ ظاہری کی تکمیل علاوہ والدِ ماجد کے دیگر علمائے عصر سے بھی کی۔

بچپن کی کرامت

آپ کے والد حضرت قطب عالم کا یہ ورد تھا کہ عشار کی نماز سے فارغ ہو کر ایک لکڑی کے تخت پر بیٹھ جاتے تھے اور یا حیّ یا قیّوم پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ پڑھتے پڑھتے بقوتِ باطنی آپ کعبہ شریف کی زیارت کر لیتے تھے۔ کعبہ شریف میں ایک فقیر رہتا تھا۔ وہ حضرتِ قطبِ عالم سے ملا اور آپ سے کہا کہ آپ جو کچھ کھائیں مجھے بھی دیجیے۔ حضرت قطب عالم نے منظور کیا۔

آپ کے سامنے جب کھانا خادم نے پیش کیا تو آپ سوچ بچار میں پڑ گئے۔ کھانا رکھا تھا لیکن آپ نے نہیں کھایا۔ آپ کا خادم جس کے سپرد آپ کو کھانا کھلانے کی خدمت تھی، کھڑا یہ دیکھ رہا تھا۔ آخر کار اُس سے نہ رہا گیا اور اس نے حضرت قطب عالم سے کہا کہ آپ تو کھانا شروع کیجیے۔ اس فقیر کو بھی پہنچ جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ دو روٹی لایا۔ ایک حضرت قطبِ عالم کو پیش کی اور دوسری روٹی اپنی قوّت باطنی سے اس فقیر کو مکۂ معظمہ پہنچا دی۔

حضرت قطبِ عالم جب پھر قوتِ باطنی سے خانۂ کعبہ پہنچے تو اس فقیر نے اطمینان ظاہر کیا اور کہا اس کو کھانا مل گیا تھا۔

حضرت قطب عالم نے اس اپنے پُرانے خادم کو طلب فرمایا اور دریافت فرمایا کہ اُس نے اس فقیر کو خانۂ کعبہ کس طرح کھانا پہنچایا۔

اس خادم نے آپ سے عرض کیا کہ یہ سب کچھ حضرت کی صحبت اور حضرت کی محبّت کا نتیجہ ہے۔ حضرت کی خدمت سے یہ عظمت حاصل ہوئی ہے اور وہ اس طرح کہ حضرت کے صاحبزادے حضرت شاہ محمُود ایک دن بچپن میں اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پی رہے تھے۔ اتفاق سے دودھ کی دو بوندیں چادر پر گر پڑی تھیں۔ اس چادر کو دھویا اور وہ پانی پی لیا۔ تب سے یہ درجہ حاصل ہوا۔

بیعت وخلافت

آپ اپنے والدِ بزرگوار کے مرید ہیں اور آپ نے اپنے والدِ ماجد سے خرقۂ خلافت پایا۔ یہ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کا خرقہ تھا جو حضرت شاہ نصیرالدّین محمُود نے حضرت قطب عالم کو عطا فرمایا تھا اور حضرت قطب عالم نے پھر وہ خرقہ آپ کو دیا۔ یہ خرقہ خراسان کے ایک سوداگر نے اسّی ہزار اشرفیاں دیکر خریدا تھا۔ اس سوداگر سے حضرت نصیرالدّین نے یہ خرقہ حاصل کیا تھا۔

حضرت قطب عالم کی بشارت

ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت مخدوم عالم کے مزارِ پُرانوار پر عوام وخواص کا مجمع تھا۔ آپ بھی موجود تھے سب نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہاں گاؤں بسا کر اس کا نام قطب آباد رکھا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ حضرت قطب عالم کی رُوحِ پُرفتوح سے اس معاملہ کو رجوع کیا جائے۔ پھر جیسا حکم ہو ویسا ہی کیا جائے۔

آپ نے معروضہ پیش کیا تو حضرت قطب عالم نے حکم دیا کہ وہاں اُن کے آنے سے قبل ایک گڈریا رہتا تھا اور بکریوں کو چرایا کرتا تھا۔ اس گڈریے کا نام ولّوہ تھا۔ لہٰذا اس جگہ کا نام قطب آباد نہ رکھا جائے بلکہ اس گڈریے کے نام پر رکھنا مناسب ہوگا۔ چنانچہ

یہی نام رکھا گیا جو بعد میں بٹوہ کے نام سے مشہور ہوا۔

وفات

آپ ۸۸۴ھ میں واصل بحق ہوئے۔ مزار بٹوہ میں ہے۔

علوئے مرتبت

آپ کے والدِ ماجد آپ کو "بھائی محمود" کہہ کر پکارا کرتے تھے اور کبھی ان کو بزرگ کے لقب سے پکارتے تھے۔

سیرت

آپ صاحبِ اولاد تھے لیکن زیادہ وقت تنہائی میں گزارتے تھے۔ اپنے والدِ ماجد کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ آپ کا لنگر عام تھا۔ آپ کی سخاوت مشہور تھی۔ اپنے سلسلے والوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ جو نعمت آپ کو اپنے والدِ ماجد سے ملی اس پر فخر کرتے تھے اور خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے کہ جس نے آپ کو نوازا۔

راز و نیاز کی باتیں

آپ کے والدِ بزرگوار آپ کو اسرارِ معرفت سے بھی آگاہ کیا کرتے تھے اور رموزِ معرفت سے آپ کو مطلع فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ذکر کرتے کرتے آپ کے والد ماجد پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوئی۔ اُسی حالت میں آنسو بہنے لگے۔ انہوں نے آپ (شاہ محمود) کو بتایا کہ یہ قطرے معمولی نہیں ہیں۔ عشقِ الٰہی کے قطرے ہیں۔ زمین پر نہ گرنے چاہئیں۔ جو لوگ موجود ہیں۔ ان کی آنکھوں میں یہ قطرے ڈالو۔ چنانچہ آپ نے وہ قطرے ہاتھ میں لئے اور حکم کے مطابق حاضرین کی آنکھوں میں ڈالے۔

شانِ بزرگی

آپ کی بزرگی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ عالم پر جو آپ کے بھائی تھے کیفیت طاری ہوئی۔ آپ کے والد ماجد نے یہ دیکھ کر اُن سے کہا:

"عجیب بات ہے، تم ایک بوند بھی ہضم نہ کر سکے۔ بزرگ محمود کو کو تو دیکھو کہ جس کو ہم نے عشقِ الٰہی کی شراب کے جام کے جام پلا دیے اور انہوں نے اُف بھی نہ کی اور سب ہضم کر لئے اور مزید درخواست کی اور تم ہو کہ ایک بوند پی کر از خود رفتہ ہو گئے۔ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

بہ جامِ ہر کسے ہرگز شرابِ عشق کے گنجد
خوشا رندے کہ خوب خم نوشد و نازو نے زبوئے

آپ کی بزرگی کے خواص و عوام سب معترف تھے۔

باب ۹۸

حضرت میاں غیاث

حضرت میاں غیاث صاحبِ فیض و کرامت تھے۔ آپ نے بھروچ کو اپنی سکونت سے زینت بخشی۔ بھروچ آپ کی رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین اور تبلیغ کا مرکز تھا۔ لوگ آپ سے دینی و دُنیوی دونوں طرح کا فیض پاتے تھے۔ آپ کی سخاوت مشہور تھی آپ ہر ایک کا سوال پورا کرتے تھے۔ آپ کے در سے کوئی خالی نہیں جاتا تھا۔ بھوکے کو کھانا، ننگے کو کپڑا، پیاسے کو پانی، حاجتمند کو پیسہ، طالبعلم کو کتابیں، مریض کو دوا، امیر کو دعا، غریب کو خیرات دینا آپ کا دستور تھا۔

آپ کے در پر بھیڑ لگی رہتی تھی اور آپ کے پاس لوگوں کی ضرورت کی ہر چیز ہر وقت رہتی تھی۔

سیرت

اس سخاوت اور خدمتِ خلق کے باوجود آپ اپنے کو مخلوق کا کمترین غلام سمجھتے تھے۔ آپ ایک اچھے عالم، ایک خدا رسیدہ بزرگ، متقی، پرہیزگار تھے۔ اتباعِ سنّت کے پابند تھے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کو کشود کار کی کنجی سمجھتے تھے۔

جاہ و مرتبہ

حضرت سیّد عبدالوہاب اپنا ایک خواب اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک خواب میں سرورِ عالم حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا کہ:

"حضور یہ بتائیں کہ اس زمانے میں سب سے افضل کون ہے"۔

حضور نے فرمایا۔[1]

"سب سے افضل میاں غیاث ہیں۔ پھر تمہارے شیخ، پھر محمّد طاہر"۔

باب ۹۹

حضرت مولانا میاں[2]

حضرت مولانا میاں کھنبائت میں مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔[3] آپ نے اس علاقہ

---

[1] انوارِ صوفیہ۔ (اردو ترجمہ، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار) ص ۵۱۰

[2] آبِ کوثر۔ ص ۳۳۵

میں اشاعتِ اسلام میں نمایاں حصّہ لیا۔ رشد و ہدایت، تعلیم و تلقین و تبلیغ میں ساری زندگی گزاری۔

آپ لوگوں میں بہت ہر دلعزیز ہو گئے تھے۔

باب ۱۰۰

حضرت میر مدنی

حضرتِ میر مدنی عالمِ علومِ لدّنی ہیں۔

فریضۂ حج ادا کرنے کے خیال سے آپ سُورت تشریف لائے۔ اس زمانہ میں سورت سے ہی لوگ حج کے لئے جایا کرتے تھے۔ سورت کو باب المکّہ کہتے تھے۔ سورت ایک شاندار بندرگاہ تھا۔

آپ جب سورت پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ پرتگیس (پرتگال کے باشندے) سورت کے بندرگاہ اور ساحلِ سمندر پر اپنا اقتدار قائم کرنے اور اپنا قبضہ جمانے کے لئے انتھک کوشاں ہیں۔ سورت میں جو نیا قلعہ بن رہا تھا۔ اس کی تعمیر میں مزاحمت کرتے تھے اور اس قلعہ کو توڑنے کے لئے آمادۂ پیکار تھے۔

آپ نے حالات کا جائزہ لے کر سورت میں قلعہ کے پاس رہنا اور زیرِ تعمیر قلعہ کی حفاظت کرنا طے فرمایا۔ پرتگیس کے برابر حملے ہو رہے تھے۔ آپ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ان کے منصوبوں کو ناکام بنانے میں کوشاں رہتے تھے۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ چوکیداروں نے آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔

وہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو دشمن کے معاون و مددگار سمجھے۔ اس طرح سے جو آپ پر حملہ ہوا، اُس کی مدافعت کے لئے آپ تیّار نہ تھے۔ آپ اور آپ کے ساتھی شہید ہوئے۔ آپ کے ساتھیوں میں پیر موجود، محمّد ابراہیم، پیر جھپکا، ابراہیم، سیّد برہان الدّین عرف پیر کھجوری اور بالا پیر جیسی مقتدر ہستیاں تھیں۔ سب شہید ہوئے۔

آپ کا مزار سورت میں ہے اور آپ کے ساتھیوں کے مزارات بھی سورت میں ہیں۔

باب ۱۰۱

حضرت مخدوم شیخ صالح

حضرت مخدوم شیخ صالح صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔

خاندانی حالات

آپ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے خاندان سے ہیں۔

والد ماجد

حضرت برہان الدّین قطب عالم آپ کے والد ماجد ہیں۔

نام نامی

آپ کا نام شیخ صالح ہے۔

تعلیم و تربیت

والد ماجد کی نگرانی میں ابتدائی تعلیم ہوئی اور والد ماجد سے آپ نے تربیت پائی۔

بیعت وخلافت

آپ اپنے والد ماجد کے مُرید ہیں اور اُن ہی سے خرقۂ خلافت پایا۔

بھائی

آپ کے کئی سوتیلے بھائی تھے۔ حضرت شاہ حامد آپ کے سگے بھائی ہیں۔

مزار مبارک

آپ کا مزارِ مبارک بٹوہ میں ہے۔

سیرت

آپ صاحبِ کشف وکرامت تھے۔ اسرارِ الٰہی کے ہمراز تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔

باب ۱۰۲

حضرت ملک بہاء الدّین کرد

حضرت ملک بہاء الدّین کرد دُرِ دریائے معرفت ہیں اور گوہر کانِ حقیقت ہیں۔

اوائل زندگی

آپ کی ابتدائی زندگی نہایت عیش وآرام کی تھی۔ کافی دولت تھی اور آپ خوب خرچ کرتے تھے۔

بیعت وخلافت

آپ سلطان المشایخ حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء محبوبِ الٰہی کے دستِ حق

پرست پر بیعت ہوئے۔ حضرت محبوبِ الٰہی نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

کایا پلٹ

حضرت محبوب الٰہی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کے بعد سے آپ کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی رونما ہوئی۔ آپ نے جاہ و منصب کو ٹھکرا دیا۔ عیش و آرام کی زندگی کو یکسر ختم کر دیا۔ مال راہِ خدا میں خیرات کر دیا۔ دنیا اور دنیا کے معاملات سے اور دنیا والوں سے آپ نے علیٰحدگی اختیار کی۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد کی صحبتِ بابرکت کو گوشۂ عافیت قرار دیا۔ اور اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہنے لگے اور اپنے پیر و مرشد کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے رہے۔

گجرات میں آمد

سلطان المشایخ حضرت خواجہ نظام الدّین اولیاء محبوب الٰہی نے اپنے خلفاء کو صاحبِ ولایت اور صاحبِ مجاز کر کے ہندوستان کے مختلف حصّوں اور شہروں میں بھیجا تو آپ (ملک بہاء الدّین کرد ؒ) گجرات آئے اور پٹن میں سکونت اختیار کی۔

حضرت حسام الدّین سے تعلّقات

پٹن آ کر آپ اپنا زیادہ وقت حضرت مخدوم حسام الدّین ملتانی کی صحبت میں گزارتے تھے۔ اُن سے آپ کے تعلّقات استوار اور خوشگوار تھے۔

راز و نیاز کی باتیں

حضرت مخدوم حسام الدّین ؒ کی آپ بہت عزّت کرتے تھے اور حضرت مخدوم حسام الدّین آپ کی بہت عزّت کرتے تھے۔ ایک دن دونوں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت مخدوم حسام الدّین نے کہا کہ:

"میری یہ آرزو ہے کہ مرنے کے بعد آپ (ملک بہاء الدّین) کے قدموں کے نیچے سوؤں۔"

آپ (ملک بہاء الدّین) نے اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ:

"جب میں مروں تو حضرت حسام الدّین کے قدموں میں دفن کیا جاؤں اور وہیں قیامت تک سوتا رہوں۔"

پھر آپ نے حضرت مخدوم حسام الدّین سے کہا کہ:

"اگر میں ایسی خواہش رکھتا ہوں تو بیجا نہیں کیونکہ آپ جلیل القدر مرتبہ کے بزرگ ہیں۔ صاحب ولایت اور اہلِ دل اور اہلِ نظر ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ سُلطان المشایخ حضرت محبوب الٰہی کے ممتاز اور اعلیٰ خلفار سے ہیں اور حضرت محبوب الٰہی کے فیوض و برکات سے مستفید ہیں۔" گفتگو جاری رہی۔ اور دونوں بزرگوں نے اپنی انکساری کا اظہار کیا۔

فیصلہ

آخر یہ طے پایا کہ جو پہلے وفات پائے، دوسرا اُس کے قدموں میں سوئے گا یعنی اگر مخدوم حسام الدّین کی وفات پہلے ہو تو ملک بہار الدّین اُن کے قدموں میں دفن کئے جائیں اور اگر ملک بہار الدّین کا انتقال پہلے ہو تو مخدوم حسام الدّین ان کے قدموں میں دفن کئے جائیں۔

وفات

آپ (ملک بہار الدّین کرد) کا انتقال پہلے ہوا۔ جب حضرت مخدوم حسام الدّین کا انتقال ہوا تو آپکو آپ (حضرت ملک بہار الدّین کرد) کے قدموں میں دفن کیا گیا۔

کرامت

حضرت مخدوم حسام الدّین کو دفن کرنے کے دوسرے دن جو لوگ وہاں پہنچے تو یہ دیکھ کر اُن کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی کہ آپ (حضرت ملک بہار الدّین کرد) کی قبر غائب تھی اور آج تک یہ نہیں معلوم کہ آپ کی قبر کونسی ہے۔

آپ کو حضرت مخدوم حسام الدّین کا ادب اس قدر ملحوظ خاطر تھا کہ آپ نہیں چاہتے

تھے کہ حضرت مخدوم کی قبر آپ کے پیروں میں ہو۔

سیرت

آپ عبادت، ریاضت اور مجاہدات میں اپنی مثال آپ تھے۔ قرآنِ مجید کی تلاوت پابندی سے کرتے تھے۔ اتباع سنّت کے سخت پابند تھے۔ زیادہ وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ لوگوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مال و دولت سے اجتناب کرتے تھے۔ سادہ زندگی گزارتے تھے۔ بہت سوں کو راہِ حق دکھائی اور بہت سوں کو فقر کی دولت سے مالامال کیا۔

باب ۱۰۳

حضرت مولانا یعقوب

حضرت مولانا یعقوب صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔

خاندانی حالات

آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد سے ہیں۔ امام شافعی کے پیرو تھے۔ آپ کے آباد اجداد سنجر میں رہتے تھے۔

نام

آپ کا نام یعقوب ہے۔

خطاب و کنّیت

آپ کا خطاب ابوالحسن ہے۔ آپ کی کنّیت ابو یوسف ہے۔

پٹن میں آمد

آپ الف خاں سنجر کے ساتھ پٹن آئے۔ سلطان سنجر نے الف خاں کو ستر ہزار سپاہی دے کر گجرات روانہ کیا اور یہ تاکید کی کہ نہر والہ پٹن فتح کرے۔ محاصرہ کئی سال تک رہا۔ الف خاں سنجر نے اسی دوران ایک مسجد کی تعمیر شروع کی۔ ابھی مسجد کی تعمیر ختم نہ ہوئی تھی کہ سلطان سنجر کے انتقال کی خبر موصول ہوئی۔ خبر ملتے ہی الف خاں سنجر روانہ ہوا اور مسجد کی تعمیر کا کام آپ کے سپرد کیا۔

الف خاں نے چلتے وقت آپ کو دس ہزار سکے رائج الوقت پیش کئے تاکہ مسجد مکمل ہو جائے۔ آپ کی انتھک کوشش سے مسجد ۶۵۵ھ میں مکمل ہو گئی[1]۔

آپ نے پٹن میں سکونت اختیار کر لی اور مسجد میں رہنے لگے۔

باب ۱۰۴

حضرات ماموں بھانجہ

پٹن میں ماموں بھانجے کے نام سے مشہور ہیں۔ ماموں اور بھانجہ کے مزارات ہیں۔

ہر سال ۲۲، رجب کو پٹن میں عرس ہوتا ہے۔

---

[1] مراۃ احمدی

باب ۱۰۵

حضرت مخدوم عالم محمدؐ

حضرت مخدوم عالم محمدؐ پیشوائے اوتاد ہیں۔

خاندانی حالات

آپ کا نسب نامہ پدری حضرت امام موسیٰ کاظم رضاؓ سے پندرہ واسطوں سے ملتا ہے۔ آپ کے دادا کا نام ابوالقاسم ہے، ان کے والد کا نام سیّد ابوجعفر ہے اور ان کے والد کا نام سیّد ابویوسف یعقوب ہے۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام سیّد اسمٰعیل ہے۔

ولادت

آپ ۱۷، رجب المرجب ۷۶۵ھ کو پٹن میں پیدا ہوئے۔ "وارثِ محبوب" سے آپ کی ولادت کا سال برآمد ہوتا ہے۔

نام

آپ کا نام محمدؐ ہے۔

خطاب

آپ کا خطاب مخدوم عالم ہے۔

تعلیم و تربیت

تعلیم و تربیت والد کی نگرانی اور والدہ کی آغوش میں ہوئی۔ دیگر علماء سے بھی

اکتسابِ علم کیا۔

بیعت و خلافت

آپ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مُرید تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرما کر سرفراز فرمایا۔

بچپن کا ایک واقعہ

آپ کی عمر سات سال کے قریب تھی۔ آپ کے والد ماجد نے بازار سے گیہوں خریدے۔ وہ گیہوں مکان پر لاکر رکھے گئے۔ آپ کھیلتے ہوئے غلّہ کے ڈھیر کے پاس پہنچے اور گیہوں کے دانے ہاتھ میں اُٹھا کر دیکھنے لگے۔

گیہوں کا رنگ سُرخ دیکھ کر سوچ میں پڑ گئے کہ آخر گیہوں کا رنگ سُرخ کیوں ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ:

"اچھّا یہ تو بتاؤ۔ گیہوں کا رنگ سُرخ کیوں ہے؟"

کسان نے دست بستہ عرض کیا کہ:

"میاں جی! بات یہ ہے کہ یہ چار خون پی کر پرورش پائے ہیں۔ اسی وجہ سے رنگ سرخ ہے۔"

یہ سُن کر آپ کو حیرت ہوئی۔ پھر آپ نے کسان سے دریافت کیا کہ اچھّا یہ تو بتاؤ کہ وہ کون سے چار خون ہیں جو پی کر یہ پرورش پائے ہیں۔ کسان نے وہ چاروں خون اس طرح گِنا دیے کہ:

ایک خون کسان کا
دوسرا خون زمین کا
تیسرا خون بیلوں کا
چوتھا خون سُورج کا

آپ نے جب یہ سُنا تو عہد کیا کہ عمر بھر اناج نہ کھاؤں گا۔ اُس دن سے آپ نے غلّہ کھانا چھوڑ دیا اور خود رو ترکاریاں وغیرہ عمر بھر کھاتے رہے۔

ظفر خاں کی باریابی

آپ مسجد میں عبادت میں مشغول تھے کہ ظفر خاں حاضر خدمت ہوا۔ دوسرے دن آپ ظفر خاں سے ملنے اس کے گھر پر تشریف لے گئے۔ باتوں باتوں میں مسجد کا ذکر آیا۔ ظفر خاں نے پوچھا کہ وہ مسجد کس نے بنائی ہے۔ آپ نے اس کو بتایا کہ وہ مسجد الف خاں سنجری نے تعمیر کی ہے۔ پھر آپ نے اس کو اس بات سے مطلع کیا کہ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے اس مسجد میں قیام فرمایا ہے اور اس مسجد میں دس وقت کی نماز ادا کی تھی۔

یہ سُن کر ظفر خاں بہت خوش ہوا اور عرض کیا کہ مجھے وہ جگہ بتائیے جہاں حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے نماز پڑھی تھی۔ ظفر خاں کو حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت سے زبردست اعتقاد تھا۔ چنانچہ ظفر خاں اس مسجد میں اور اسی جگہ جہاں حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے نماز پڑھی تھی، دس روز تک معتکف رہا۔

بعدہٗ ظفر خاں نے مسجد کے صحن میں توسیع کی۔ کنگرے تعمیر کرائے اور گنبد بنوایا۔ یہ تعمیر کا کام ۷۹۵ھ میں پُورا ہوا۔[1]

وفات

آپ نے ۱۳ جمادی الاوّل ۸۸۲ھ کو اس عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف کوچ فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۱۷ سال کی تھی۔

خلافت

آپ نے سیّد نصیر الدّین محمود کو اپنی خلافت کا خرقہ عطا فرمایا تھا۔

---

[1] مراۃ احمدی۔

مزار شریف حضرت اعظم معظم (احمد آباد)

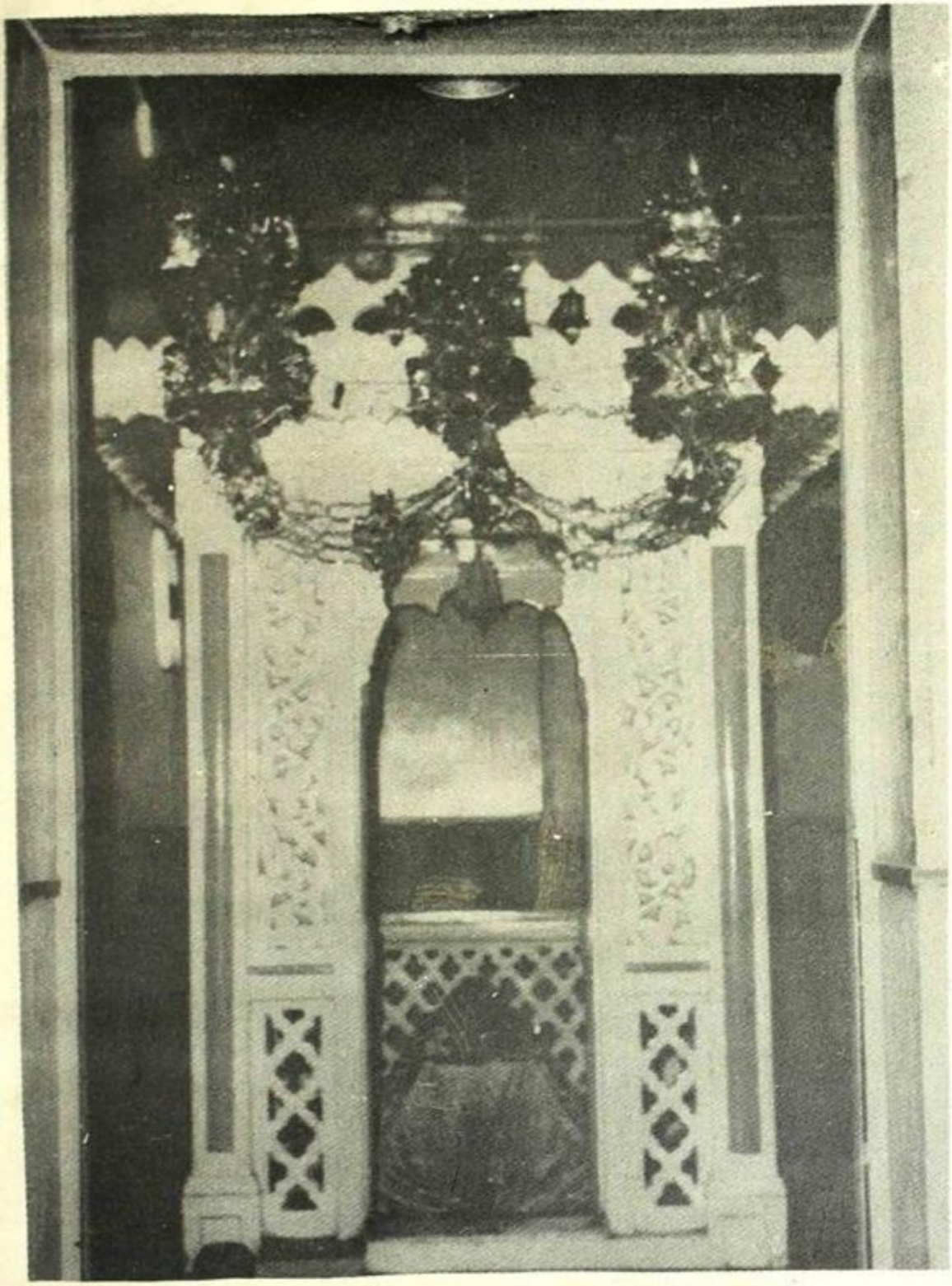

مزار شریف حضرت عبدالصمد خدانماؒ (احمد آباد)

سیرت

آپ عالمِ باعمل اور باکمال درویش تھے۔ فقر وفاقہ پر نازاں تھے۔ دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات کو جاگتے تھے۔ آپ کا یہ طریقہ تھا کہ ہفتہ میں دو مرتبہ حلقہ ذکر منعقد کرتے تھے۔ رات عبادت میں اور دن خدمتِ خلق اور رشد و ہدایت میں گزارتے تھے۔ قناعت اور توکّل کا مجسمہ تھے۔

تعلیمات

آپ نے فرمایا کہ:

"طہارت اور صفائی بڑی ضروری چیزیں ہیں۔ ہر وقت وضو سے رہنا اور پاک صاف رہنا حقیقت میں آدھا ایمان ہے۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"مُرید ایک مریض کی طرح ہے اور اس کا پیر اس کا طبیب ہے۔ پیر سے محبّت کرنا ازبس ضروری ہے۔ پیر کی محبّت دراصل مرض کی دوا ہے اور مرید کو جو مریض ہے یقین اور اعتقاد کے ساتھ اس دوا کو استعمال کرنا چاہیئے۔ اگر مرید کا اعتقاد صحیح اور درست ہے اور اس کو پیر سے محبّت ہے اور یقین کامل ہے تو وہ ضرور اپنے مقصد میں کامیاب و کامراں ہوگا۔ اس کے سارے کام اس کے پیر کی امداد باطنی سے بحسن و خوبی انجام پائیں گے۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"درویش کے لئے یہ ضروری ہے کہ اکل حلال پر گزارہ کرے اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرے۔ پس درویش کو چاہیئے کہ ہر حالت اور ہر جگہ اکل حلال پر اکتفا کرے اور صدق مقال پر سختی سے پابند ہو۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"درویش کو چاہیئے کہ بغیر وضو کے ہرگز کھانا نہ کھائے اور جب رات کو سوئے تو بغیر وضو کے نہ سوئے۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"درویش کو چاہیئے کہ ہر وقت اپنے ظاہر و باطن پر نگاہ رکھے۔ بُرے خیالات سے دُور رہنے کی کوشش کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ کرے اور پاک و صاف رہ کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو۔ ایسی صورت میں اس کو عبادت کی لذّت میسّر ہو گی اور طمانیتِ خاطر حاصل ہو گی، جس کے ذریعہ سے وہ مقامات جلد طے کر سکے گا۔"

کشف و کرامات

آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ جب گجرات کے صوبہ دار نظام الملک راستی خاں نے بغاوت کی اور دہلی کے دربار سے روگردانی کی تو ظفر خاں اس کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے گجرات پہنچا۔ پٹن میں اور تمام گجرات میں آپ کا شہرہ تھا۔ چنانچہ ظفر خاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مسجد میں تھے۔ حاضرِ خدمت ہو کر استعانت و امداد کا طالب ہوا اور آپ سے دُعا کا خواستگار ہوا۔

آپ نے ایک نیم چا جو آپ کو حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے عطا فرمایا تھا، اس کو دِیا۔ پھر کچھ تھوڑی دیر مراقبہ کیا اور پھر ظفر خاں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ:

"تم کامیاب و کامراں ہو گے اور راستی خاں تمہارے ہاتھ سے نکل کر کہیں نہ بھاگ سکے گا بلکہ راستی خاں تمہارے ہاتھ سے ہلاک ہو گا۔"

اور ہوا بھی ایسا ہی۔

ظفر خاں کو مژدۂ سلطنت

آپ نے ظفر خاں کو سلطنت کی خوشخبری سُنائی اور فرمایا کہ:

"ظفر خاں! تم کو مبارک ہو۔ تم اس علاقہ کے (یعنی گجرات کے) بادشاہ ہو گے۔"

ظفر خاں گجرات کا بادشاہ ہوا اور مظفر شاہ کے لقب سے مشہور ہوا۔

باب ۱۰۶

حضرت مولانا یعقوب

حضرت مولانا یعقوب قبلۂ اہلِ یقین ہیں۔ قدوۂ واصلین ہیں۔

خاندانی حالات

آپ شاہانِ خراسان کی نسل سے ہیں۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد کا نام خواجگی اولیٰ ہے۔

نام

آپ کا نام یعقوب ہے۔

خطاب

آپ تاج الدّین کے خطاب سے مشہور ہیں۔

کنّیت

آپ کی کنّیت ابو یوسف ہے۔ پٹن میں آپ مولانا محبوب سے مشہور ہیں۔

بیعت و خلافت

آپ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے دولت آباد تشریف لائے اور وہاں حضرت برہان الدّین غریب کے خلیفہ حضرت زین الدّین داؤد کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

کچھ دن پیر و مرشد کی خدمت میں رہے۔ پھر آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو سلطان المشایخ حضرت محبوب الٰہی کے خلیفہ شیخ رجب کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اُن سے بھی خرقۂ خلافت پایا۔ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت حسام الدّین ملتانی کا عطیہ

حضرت مولانا حسام الدّین نے حضرت حسین کو اپنی وفات سے قبل زرد رنگ کی ایک کملی دی اور وصیّت فرمائی کہ میرے بعد ایک درویش پٹن میں آئے گا۔ اس کا نام یعقوب ہوگا اور حلیہ اس کا اس طرح کا ہوگا، تم اس کو یہ کملی خلافت کی دینا۔

پٹن میں آمد

آپ دولت آباد سے مارواڑ (ناگور) تشریف لائے۔ اور وہاں سے پٹن میں رونق افروز ہوئے۔ پٹن میں آپ حضرت سیّد حسین سے ملنے گئے۔ حضرت سیّد حسین نے آپ کو اسی حلیہ کا پایا جیسا کہ حضرت مخدوم حسام الدّین نے بتایا تھا۔ نام دریافت کیا تو نام بھی وہی پایا۔ حضرت سیّد حسین نے وہ زرد رنگ کی کملی ایک خوان میں لاکر آپ کو پیش کی اور کہا کہ یہ آپ کی امانت میرے پاس تھی جو حضرت حسام الدّین نے آپ کو دینے کو کہا تھا۔ اس طرح حضرت حسام الدّین کی خلافت آپ کو ملی۔ حضرت سیّد حسین نے بھی آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

جلا وطنی

سماع کی ابتدا پٹن میں آپکے ذریعہ سے ہوئی۔ قاضی کمال الدّین اور دیگر علمار نے سماع کو بدعت اور اسلامی تعلیم کے خلاف قرار دیا۔ آپ سے بحث و مباحثہ کے بعد یہ ہوا کہ آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ پٹن چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔

حرمین شریف کو روانگی

آپ پٹن چھوڑ کر مکّہ معظّمہ پہنچے۔ پھر وہاں سے مدینہ منوّرہ حاضر ہوئے اور روضۂ

سرکارِ دو عالم صل اللہ علیہ وسلّم پر رہنے لگے۔

بشارت

کچھ عرصے کے بعد سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو بشارت دی کہ:

"گجرات کا علاقہ تمہارے حوالے کیا جاتا ہے۔ تم گجرات جاؤ اور پٹن میں قیام کرو۔ تم کو چاہیئے کہ پٹن میں رہ کر خلق اللہ کو سیدھا راستہ دکھاؤ۔ اُن کی رہنمائی کرو اور ان کو رشد و ہدایت کرو۔ جس قاضی نے امر مباح کو منع کیا ہے، وہی قاضی تمہارا معتقد و مرید ہوگا۔

پٹن کو واپسی

آپ مدینہ منوّرہ سے پٹن آئے اور رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔ قاضی کمال الدین آپ کے مُرید ہوئے۔ بعدہٗ آپ نے اُن کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ اس طرح پٹن میں سماع کا رواج ترقی پذیر ہوا۔

وفات

آپ کی وفات اس طرح ہوئی کہ ایک دن قاضی کمال الدّین نے آپ سے درخواست کی کہ "فصوص الحکم" کا درس دیں۔ آپ نے جواب دیا کہ:

"اس درس کے واسطے لازم ہے کہ مدرس والی ملک ہو اور صاحبِ نظر اور صاحبِ عرفان ہو۔"

جب آپ "فصوص الحکم" کا درس دینے لگے تو آپ کا جسمِ مبارک جل کر خاک ہو گیا۔[1]

آپ ۱۲ جمادی الآخر ۸۰۰ھ کو مطابق ۱۳۹۷ء واصل بحق ہوئے۔ آپ کا مزار پر انوار پٹن میں مرجعِ خلائق ہے۔

---

[1] گلزارِ ابرار فارسی کا ترجمہ اذکار ابرار ص ۱۳۱، برکاتِ اولیاء ص ۲۷

خلفاء

آپ کے مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں:
شیخ داؤد۔ شاہ محمد سلیمان۔ شیخ یعقوب صدیقی احمد آبادی اور غوث الرحمٰن۔

سیرت

آپ کو خداوند تعالیٰ نے حسن کی دولت بھی عطا کی تھی۔ آپ علوم ظاہری و باطنی دونوں میں بے نظیر تھے۔ ذکر و فکر، عبادت و ریاضت، تحمل و بردباری کے لئے مشہور تھے۔ رشد و ہدایت آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

کشف و کرامات

حضرت مولانا غوثی احمد آباد سے حضرت عبداللہ صوفی سے ملنے کے لئے آگرہ گئے۔ واپسی پر پٹن آئے اور حضرت سید محمد خدا بخشؒ کے روضہ پر قیام کیا۔ جب وہ آپ (حضرت یعقوب) کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے تو اُن کی وجدانی کیفیت جاتی رہی اور سارا ذوق و شوق ختم ہو گیا۔ عشق و اشتیاق کی آگ سرد ہو گئی۔ انہوں نے یہ محسوس کر کے آپ کی خدمت میں عرض کیا:
"یہ کیا۔ ترقی کے اُمیدوار کو لوٹ لینا کب مناسب ہے۔ میں تو یہاں لینے کے لئے آیا تھا نہ کہ لٹنے کے لئے۔"

اتنا عرض ہی کیا تھا کہ دیوار پر ایک شعر لکھا ہوا نمودار ہوا۔ وہ شعر یہ تھا:

محوِ اثبات ہست در ہماں حال
تشنۂ از مئے جلال و جمال

انہوں نے جو یہ شعر پڑھا تو روحانی خوشی محسوس ہوئی۔ گیا ہوا ذوق و شوق پھر حاصل ہوا۔ دوبارہ دیکھا تو دیوار پر سے شعر غائب ہو چکا تھا۔

باب ۱۰۷

حضرت نئے پیر

آپ کا نام نہیں معلوم۔ پٹن میں نئے پیر کے لقب سے مشہور ہیں۔

آپ کا مزار زمین میں دھنسا ہوا تھا اور اس کے اوپر کھیتی ہوتی تھی۔ قریب ۵۰ سال کا عرصہ ہوا کہ آپ نے اس کاشتکار اور ایک اور شخص کو بشارت دی کہ ہمارا مزار جو فلاں جگہ ہے اس پر سے مٹی ہٹاؤ۔ چنانچہ اس ہندو کاشتکار نے اور اس مسلمان نے ایسا ہی کیا۔ مزار برآمد ہوا۔ کاشتکار نے وہ کھیت آپ کے مزار کے نذر کیا۔ اس کے بعد سے آپ "نئے پیر" مشہور ہوئے۔

آپ کے مزار پر ایک گنبد تعمیر کیا گیا۔ ایک مسجد بھی بنائی گئی، اور ایک مسافر خانہ اور ایک حجرہ بھی۔

عُرس

پٹن میں آپ کا عرس ۱۲ شوّال کو ہوتا ہے۔

باب ۱۰۸

حضرت نتھن شاہ

حضرت نتھن شاہ صاحب نسبت بزرگ تھے۔

آپ ایک مدّت تک بھروچ میں رہے۔ لوگوں سے میل جول کم رکھتے تھے۔ بھروچ سے ترکِ سکونت کرکے آپ سورت تشریف لائے اور سورت میں سکونت اختیار کی۔

مزار

آپ کا مزار سورت میں ہے۔

سیرت

آپ مجذوب تھے۔ جو کچھ زبان سے نکالتے ولیسا ہی ہوتا۔ آپ پر ہر وقت ایک وجدانی کیفیّت طاری رہتی تھی۔

کرامات

آپ صاحبِ کشف و کرامات تھے۔ حیاتِ ظاہری میں آپ کی یہ کرامت دیکھ کر لوگ دم بخود رہ جاتے تھے کہ آپ اپنے پیٹ سے اپنی آنتیں نکالتے اور ان کو دھوتے اور پھر ان کو پیٹ میں رکھ لیتے تھے۔

آپ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ وہاں ایسی آگ لگی کہ بجھائے نہ بجھتی تھی۔ آگ بڑھتے بڑھتے آپ کی درگاہ کے پاس آپہنچی اور وہاں آکر خود بخود بجھ گئی۔

باب ۱۰۹

حضرات نوشہید

یہ حضرات نوشہید اس وجہ سے کہلائے جاتے ہیں کہ ان کی تعداد نو تھی اور انہوں نے شہادت کا درجہ پایا۔ یہ لوگ سیّد تھے اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کی اولاد سے

تھے۔ ان کی کُل تعداد تیرہ ۱۳ تھی اور اُن میں سے نوئے کارہائے نمایاں انجام دے کر جامِ شہادت نوش کیا۔

یہ تیرہ ۱۳ بزرگ آپس میں بھائی تھے۔ وہ سب ایک ماں سے تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام سیّدہ فاطمہ امل تھا جو خیر کی صاحبزادی تھیں۔ وہ لوگ سراج کے رہنے والے تھے۔[1]

ہندوستان میں آمد

خدمتِ اسلام کا شوق اور شہادت کا ذوق ان کو سراج سے ہندوستان لایا۔ وہ سب ۶۹۹ھ میں بخارا، سمرقند اور کابل میں رُکتے ہوئے ہندوستان آئے اور دہلی پہنچ کر وہاں قیام کیا۔

ملازمت

سلطان قطب الدّین ایبک کو جب اُن لوگوں کے آنے کی خبر ہوئی تو اس نے ان کو فوج میں بڑے عہدے پر فائز کیا۔

فتوحات

سلطان قطب الدّین ایبک نے ۶۰۱ھ میں مالدہ فتح کیا اور پھر خاندیش فتح کیا۔ ان بزرگوں نے ان فتوحات میں نمایاں حصّہ لیا۔

گدا نگری (یعنی نوساری)

راجہ گدے سنگھ کے نام پر ایک شہر آباد تھا، اس کو گدا نگری کہتے تھے جواب نوساری کہلاتا ہے۔ سلطان علاء الدّین خلجی نے کئی مرتبہ اس کو فتح کرنے کا خیال کیا لیکن ناکام رہا۔ اس مرتبہ جب قطب الدّین ایبک نے سنا کہ راجہ کی زیادتیاں حد سے بڑھتی جارہی

---

[1] "گلستانِ سراج" میں اور "آئینۂ سکندری" میں ان کا ذکر ہے۔

ہیں اور وہاں جادو، سحر، انسان کا خون اور انسان کی قربانی عام ہوتی جارہی ہیں اور راجہ کھلّم کھلّا دہلی کی سلطنت کے درپے آزار ہے تو قطب الدّین ایبک نے مصمّم ارادہ کرلیا۔ کہ اس کو بغیر فتح کئے نہ چھوڑوں گا۔ اس نے دُعا کی کہ وہ فتحمند ہو اور گدانگری اُس کے قبضہ اور تسلّط میں آئے۔

بشارت

اِسی خیال میں وہ سوگیا۔ رات کو سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہوئی۔ قطب الدّین خلجی سرورِ عالم کے پیروں پر گر گیا اور امداد کا طالب ہوا۔ سرورِ عالم نے اس سے فرمایا کہ:

"گھبراتا کیوں ہے۔ پریشانی کی کیا بات ہے۔ تجھے نہیں معلوم کہ تیرے لشکر میں اہلبیت ہیں۔ وہ تعداد میں تو کم ہیں۔ صرف تیرہ ہیں لیکن جوش و خروش میں ایک بڑا لشکر بھی اُن کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اب تُو یہ کر کہ ان تیرہ آدمیوں سے سلام کہنا اور میرا یہ پیغام پہنچانا کہ گدانگری نام کا شہر تمہارے سپرد کیا۔ اس کی فتح تمہاری قسمت میں ہے۔ جاؤ اور اس کو فتح کرو۔"

قطب الدّین ایبک نے عرض کیا کہ:

"سرکار! میں تو ان اہلبیت کو نہیں پہچانتا۔ ان کا پتہ کیسے لگاؤں۔"

سرورِ عالم صل اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ:

"ان کا پتہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ ان کی یہ نشانی ہے کہ ان کی تلواریں لکڑی کی ہیں اور میان بانس کی ہے اور وہ جس خیمہ میں رہتے ہیں، وہ خیمہ پھٹا پُرانا ہے۔"

صبح ہوئی۔ قطب الدّین ایبک خوش خوش اٹھا اور ان لوگوں کی تلاش میں نکلا۔ ہر خیمہ کو بغور دیکھتا ہوا گزر جاتا۔ آخر کار ایک خیمہ کے قریب آیا تو دیکھا کہ خیمہ بہت ہی پُرانا اور شکستہ ہے۔ جب خیمہ کے اندر داخل ہوا تو تیرہ آدمی اس خیمہ میں ہیں۔

اور وہ اپنی تلواروں کو جو لکڑی کی تھیں اور جن کی میان بانس کی تھی، تیز کر رہے ہیں۔
سلطان قطب الدّین ایبک خدا کا شکر بجالایا کہ گوہرِ مقصود ہاتھ آیا۔

اطلاع

قطب الدّین ایبک نے ان بزرگوں کو اپنا خواب سنایا اور سرورِ عالم کی بشارت سے مطلع کیا۔ بزرگ خواب سن کر خوش ہوئے اور زیادہ خوشی تو ان کو اس بات سے ہوئی کہ سرورِ عالم نے ان کو اپنا اہلبیت فرمایا اور اُن کے سپرد گدانگری کر کے اُن کو اپنے کرم کے لئے مخصوص فرمایا۔

وصیّت

ان نو بزرگوں نے سلطان قطب الدّین ایبک کو یہ وصیّت کی کہ اُن کی شہادت کے بعد ان کی والدہ ماجدہ جو اُن کے ساتھ سراج سے آئی ہیں اور اُن کے طوطے کو واپس اُن کے وطن سراج بھیجا جائے اور اگر ان کی والدہ یہیں رہیں تو ان کو رہنے دیا جائے۔

آغازِ جنگ

راجہ ۲۸ ہزار فوج لے کر اور قطب الدّین ایبک ۴۰ ہزار فوج لے کر میدانِ جنگ میں آمنے سامنے آئے۔ قطب الدّین ایبک کی فوج کے ساتھ سیّد ضیاء الدّین سنجریؒ بھی تھے۔ ان بزرگوں میں سب سے بڑے احمد سراج نے سیّد یوسف الدّین، سیّد ظہیر الدّین، سیّد کمال الدّین اور سیّد جمال الدّین کو چاروں طرف بھیجا کہ وہ کسی کو نکلنے نہ دیں۔ یہ نو بزرگ سلطان کی فوج سے نکل کر خود لڑنے لگے۔ راجہ کو قتل کیا۔ لڑائی جاری تھی۔ جمعہ کے دن ان نو بزرگوں نے نمازِ جمعہ ادا کرتے ہوئے سجدہ میں شہادت پائی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سورت کے پاس لڑتے لڑتے پہنچ گئے۔ گدانگری فتح ہوئی۔

والدہ کی دُعا

جب اُن کی والدہ کو شہادت کی خبر ہوئی تو ان کو رنج بھی ہوا اور خوشی بھی۔ رنج بیٹوں

کی شہادت پر اور خوشی اُن کے مرتبۂ شہادت پر۔ انہوں نے دعا کی کہ "اے خدا! گدانگری کا نام مٹادے اور اس بستی کا نام نوشہید تا قیامت رہے"۔

خواب میں بشارت ہوئی کہ گھبراؤ مت۔ ایسا ہی ہوگا۔

دیگر شہدا

ان کی شہادت کے بعد سیّد کمال الدّین، سیّد ظہیر الدّین، سیّد جمال الدّین اور سیّد یوسف الدّین نے شہادت پائی۔

مزار

نوشہیدوں کے مزارات جن کی شہادت ۷۰۱ھ میں ہوئی نوساری میں بھی ہیں اور سورت میں بھی ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ سر نوساری میں ہے اور جسم سورت میں ہے۔ عرس ہر سال ہوتا ہے۔ نوساری میں تو سرِ مبارک کے مزار پر اور سورت میں جسمِ مبارک کے روضہ پر۔

نام میں تبدیلی

نوساری کا پہلا نام گدانگری تھا۔ اس واقعہ کے بعد سے نوشہید نام ہوا۔ پھر نوشہید سے نوساری نام ہوا۔ نوساری کی وجۂ تسمیہ یہ ہے کہ روضۂ مبارک پر نو چادریں چڑھائی جاتی ہیں اس لئے نوساری یعنی نو ساڑھی نام ہوا۔

مزارات کا پتہ

ایک مدّت تک مزارات کا صحیح جائے وقوع نہ معلوم ہو سکا۔ حضرت خواجہ داناؒ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ ابوالحسن نے بذریعۂ کشف مزارات معلوم کئے اور پھر مزارات الگ الگ بنائے گئے۔

حصّہ سوم

نسائے صالحات

باب ۱۱۰

حضرت بی بی حاجرہ

آپ حضرت قطب عالمؒ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

والد

آپ حضرت سیّد قاسم حسینی کی صاحبزادی ہیں۔

نام

آپ کا نام بی بی حاجرہ ہے۔

لقب

حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے آپ کو سعادت خاتون کے لقب سے نوازا۔

شادی

آپ کی شادی حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت کے صاحبزادے حضرت نصیر الدّین محمود کے ساتھ ہوئی۔

جاہ و منزلت

حضرت نصیر الدّین محمود کے کئی بیویاں تھیں۔ وہ حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت کے پاس سلام کرنے کی غرض سے آیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ جو آپ آئیں تو حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حضرت نصیر الدّین محمود کی اور بیویوں کو یہ بات ناگوار گزری کہ حضرت مخدوم نے اُن کی اتنی عزّت کیوں کی۔ ان میں سے شاہ سُلطان حسین کی شہزادی بی بی تنکی کو تو بہت ہی ناگوار ہوا۔ انہوں نے موقع پا کر حضرت مخدوم سے اِس بات کی شکایت کی۔ حضرت مخدوم جہانیانِ جہاں گشت نے فرمایا کہ:

"میرے صاحبزادے کی بیوی کے پیٹ سے قطبِ وقت پیدا ہونے والا ہے، اِس لئے تعظیم کی۔"

پٹن میں آمد

آپ حضرت سیّد صدر الدّین محمّد راجو قتالؒ کے حکم سے پٹن میں آ کر رہنے لگیں۔ سیّد محمّد عرف خدا بخش آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے پٹن آ کر حضرت رکن الدّین گنج شکرؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔

سیرت

آپ عبادت میں زیادہ وقت گزارتی تھیں۔ عابدہ و زاہدہ ہونے کے علاوہ بہت سخی تھیں۔

مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک پٹن میں واقع ہے۔

باب ۱۱۱

حضرت بی بی سلطان خاتون

آپ حضرت برہان الدین قطبِ عالم کی زوجہ ہیں اور حضرت شاہ عالم کی والدہ ماجدہ ہیں۔ آپ عبادت و ریاضت میں یکتا تھیں۔ قرآنِ مجید کی تلاوت کی سخت پابند تھیں۔

آپ کا مزار پٹن میں حضرت سیّد حسین خنگ سوارؒ کے مزار کے قریب ہے۔

باب ۱۱۲

حضرت بی بی آرام صاحبہ

حضرت بی بی آرام صاحبہ ترک و تجرید میں یگانۂ روزگار تھیں۔

خاندانی حالات

آپ حضرت سیّد حسین خنگ سوار کی ہمشیرہ ہیں۔

دھلی سے ھجرت

حضرت حسین خنگ سوار کو جب سلطان المشایخ نے ڈھبوئی جانے کا حکم دیا تو آپ بھی اُن کے ہمراہ ڈھبوئی گئیں۔ پھر ڈھبوئی سے اپنے بھائی کے ساتھ موضع کدوری آئیں اور وہاں کچھ دن رہیں۔

پھر بھائی کے ساتھ پٹن آکر وہیں رہنے لگیں۔

سیرت

آپ زہد و فقر اور تقویٰ و عبادت و ریاضت میں بے نظیر تھیں۔ اپنے بھائی کے ہم پلّہ تھیں۔

کرامت

آپ جب موضع کدوری میں تھیں تو ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ "تم میں اور ان میں (یعنی آپ کے بھائی) کیا رشتہ ہے"۔ آپ نے جواب دیا کہ "وہ میرے بھائی ہیں اور میں ان کی بہن ہوں"۔

اس شخص کو یقین نہ آیا۔ وہ نہایت بدکلامی سے پیش آیا اور آپ کے بھائی کی پُشت پر لکڑی ماری۔ آپ کو صدمہ ہوا۔ آپ نے اس شخص کی طرف دیکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس لکڑی کا نشان جو اُس نے آپ کے بھائی کی پُشت پر ماری تھی، اس کی پُشت پر موجود تھا۔ وہ شخص نادم ہوا۔ آج تک جو بچّہ اس شخص کی نسل میں پیدا ہوتا ہے، اُس کی پشت پر وہ نشان ہوتا ہے۔

وفات

آپ کا وصال ۹۰۷ھ میں ہوا[1]۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات ۸۵۵ھ میں ہوئی[2]۔ تالاب سہس لنگ پرمٹن میں مزارِ مبارک واقع ہے۔

کتبہ: خان نصیر آبادی

---

[1] اذکارِ ابرار۔ ص ۱۱۸

[2] مراۃ احمدی۔

Form No.] Book No.....

UNIVERSITY LIBRARY, ALLAHABAD

Date Slip

The borrower must satisfy himself before leaving the counter about the condition of the book which is certified to be complete and in good order The last borrower is held responsible for all damages

An overdue charge will be charged if the book is not returned on or before the dt last stamped below.

THE UNIVERSITY LIBRARY

Allahabad

A-G.

Accession No. 433584 Urdu

Call No. Z 40-11 : 63